اسلامی شادی

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ



اسلامی شادی

نکاح کی اہمیت اور اس کے فضائل، بیوی کی
اہمیت اور اس کے فوائد، لڑکے اور لڑکی کا انتخاب
کس عمر میں کرنی چاہیے۔ جہیز کا بیان، بارات
شادی کا اسلامی طریقہ، شادیوں کے بعض
معاشرت، غسل وطہارت کے مسائل اور
...ات پر بہترین کتاب

از افادات
حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب
حضرت مولانا مفتی محمد زید صاحب مظاہری ندوی دامت برکاتہم

توصیف پبلیکیشنز
یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور 0333-4230838

نام کتاب: اسلامی شادی

مصنف: حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ

باہتمام: محمد اسلم تنولی

قیمت:

ناشر: توصیف پبلی کیشنز، اردو بازار لاہور

فون نمبر 0333-4230838

ملنے کے پتے

- شمع بک ایجنسی یوسف مارکیٹ اردو بازار، لاہور
- کتب خانہ رشیدیہ مدینہ کلاتھ مارکیٹ راولپنڈی
- اسلامی کتاب گھر، خیابان سرسید راولپنڈی
- احمد بک کارپوریشن اقبال روڈ راولپنڈی
- دارالاخلاص محلہ جنگی پشاور
- دارالقرآن اکیڈمی محلہ جنگی پشاور
- مکتبہ المعارف، محلہ جنگی پشاور
- فیضی کتاب خانہ، محلہ جنگی پشاور
- مکتبہ احرار، نیو اڈا مردان
- علمی کتاب گھر اردو بازار، کراچی
- غنی سنز چوک عیدگاہ، کراچی
- بیت القرآن اردو بازار، کراچی
- مکتبہ دارالقرآن اردو بازار، کراچی
- بیت القرآن شاہی بازار، حیدر آباد
- مکتبہ رحیمیہ، اردو بازار، کراچی
- رحمان بک پیلس، اردو بازار، کراچی
- مکتبہ علمیہ، جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک

اجمالی فہرست

خطبہ نکاح

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِینُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ○ یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّ نِسَآءًط وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا○ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا○ یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا○

فہرست مضامین

فصل

باب:۱۲

باب:۱۳

باب:۱۴

باب:۱۵

فصل (۱)

باب:۱۶

فصل (۱)

باب: ۱۸

فصل (۱)

فصل (۲)

باب:۱۹

باب:۲۰

فصل (۱)

فصل (۲)

باب:۲۱

فصل (۴)

پیش لفظ

اس دنیا میں بسنے والے انسان خواہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم مرد ہوں یا عورت ہر ایک کے سامنے بیاہ شادی کا مسئلہ ہوتا ہے اور یہی وہ مسئلہ ہے جس کی وجہ سے آج دنیا بڑی پریشان نظر آتی ہے۔ غریب ہو یا مالدار دیندار ہو یا بددین۔ شادی بیاہ کے مسئلہ میں ہر ایک متفکر ہے۔ اور انسان کی زندگی میں سب سے زیادہ پریشان کن یہی باب سمجھا جاتا ہے۔ غریبوں کا تو پوچھنا ہی کیا مالداروں کی شادیاں بھی جیسی کچھ ہوتی ہین اور اس سلسلے میں ان کو جو زحمتیں اٹھانا پڑتی ہیں وہی جانتے ہوں گے۔

اسلام نے بیاہ شادی کو سب سے آسان عمل بتلایا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسی آسانی وسادگی کے ساتھ عمل کر کے بھی دکھلایا تھا لیکن آج بیاہ شادی ہی سب سے زیادہ مشکل امر بن کر رہ گیا ہے۔ شادی تو ایک خوشی کی چیز ہوتی ہے لیکن اب اس زمانہ میں شادی ایک مصیبت اور غم کا سامان بن کر رہ گئی ہے کتنی نوجوان لڑکیوں نے گلہ گھونٹ کر پھانسی لگالی۔ اپنے جسم میں آگ لگا کر اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالا اور کتنے ماں باپ ایسے ہین کہ لڑکی کی پیدائش کی خبر سن کر ہی آگ بگولہ ہو جاتے ہیں اور کتنے ہوں گے کہ انہوں نے صرف اس بنا پر اپنی بیوی کو طلاق دے دی کہ لڑکی کیوں پیدا ہوگئی۔ لڑکی کا پیدا ہونا اس زمانہ میں ایک مصیبت اور آفت بن کر رہ گیا ہے:

﴿وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ﴾ (النحل:۵۸)

''اور انہیں جب کسی کو بیٹی کی خبر دی جائے تو اس کا چہرہ بے رونق ہوتا ہے اور دل ہی دل میں گھٹتا رہتا ہے۔''

اسلام سے پہلے جو حالت کفار کی تھی اس کے قریب آج کی حالت ہوگئی ہے اور یہ محض اس واسطے کہ لڑکی ہوگی تو اس کی شادی کی فکر ہوگی آج کل کی شادی تو خانہ بربادی ہے لڑکی کے واسطے لڑکے کا انتخاب اور اس کا معیار' لڑکی کے جہیز کی فکر خاندان کے افراد کی خوشامد اور ان کی دعوت کا اہتمام رسوم اور رواج کی پابندی اور اس میں پانی کی طرح پیسہ بہانا آج کل کی شادی کے لوازمات میں سے ہوگیا ہے غریب آدمی بھلا ان سب باتوں کی سکت کہاں رکھتا ہے غریب ہی کی کیا تخصیص ہے امیر و مالدار بھی اس قسم کی پریشانیوں سے محفوظ نہیں رہے۔ الغرض اس مسئلہ میں

آج ساری دنیا پریشان نظر آ رہی ہے اور وجہ اس کی صرف یہ ہے کہ شادی سے متعلق اسلام نے جو ہماری رہنمائی کی تھی اور دین شریعت نے اس کے متعلق جو ہم کو تعلیم دی تھی اور حضور ﷺ اور صحابہ وصحابیات رضی اللہ عنہم ہمارے لئے جو نمونہ چھوڑ گئے تھے افسوس کہ ہم ان سب کو بھول گئے اور شادی کے موقع پر کسی کو خیال نہیں آتا کہ اسلامی طریقہ کے مطابق شادی کرنے کا کیا طریقہ ہے اور اس سلسلے میں حضور کا دستور العمل کیا رہا ہے دین وشریعت کی جب تکمیل ہو چکی اور جس دین میں صرف عبادات نہیں بلکہ معاملات ومعاشرت بیاہ شادی سے متعلق بھی رہنمائی ملتی ہے ایک مسلمان دیندار کیوں کر ان کو نظر انداز کر سکتا ہے کیونکہ دین صرف نماز پڑھنے روزہ رکھنے کا نام نہیں ہے بلکہ بیاہ شادی بھی عبادت اور دینی امر ہے۔ اس میں بھی حضور کے اسوہ کی تقلید لازمی ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ (الاحزاب)

آج اسی اسوہ حسنہ کو ترک کرنے کی بنا پر ساری دنیا پریشان ہے اور خود ساختہ طریقے رسوم و رواج کو دین وشریعت کی جگہ دے دی گئی ہے جس کی وجہ سے دین تو ہمارا برباد ہوا ہی تھا دنیا بھی برباد ہوگئی اور پریشانی علیحدہ رہی۔ بیاہ شادی سے متعلق علماء نے مختلف کتابیں لکھی ہیں۔

اس مجموعہ اسلامی شادی میں بیاہ شادی سے متعلق ہر ہر گوشہ پر عقل ونقل کی روشنی میں تفصیل کی گئی ہے بیاہ شادی کے فوائد' اسلامی احکام' حسب ونسب اور لڑکی یا لڑکے کا انتخاب اور اس کا معیار برات' جہیز' مہر' رسوم ورواج ولیمہ وغیرہ تقریباً ہر ہر موضوع پر آپ کو تفصیلی کلام اس مجموعہ میں ملے گا اور یہ مجموعہ دراصل حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے جملہ ملفوظات اور تصنیفات وتالیفات کا منتخب مجموعہ ہے۔ جس کو احقر نے بڑی کوشش کے ساتھ ترتیب دیا ہے خدا کی ذات سے امید ہے کہ انشاء اللہ یہ مجموعہ اس موضوع سے متعلق انتہائی جامع اور مفید ثابت ہوگا اور جو شخص بھی اس دستور العمل کے مطابق بیاہ شادی کرے گا انشاء اللہ دنیا میں بھی چین وسکون سے زندگی بسر کرے گا اور آخرت میں بھی ثواب حاصل کرے گا۔

غیر مسلم حضرات بھی اگر اس سے استفادہ کریں تو وہ دنیا میں سکون حاصل کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کتاب کو گھر گھر اور ہر فرد تک پہنچایا جائے اور چونکہ عموماً لوگ اردو کم جانتے ہیں اسلئے اگر دوسری زبانوں میں بھی اس کا ترجمہ ہو جائے تو انشاء اللہ بہت مفید ہوگا۔ اللہ پاک اس مجموعہ کو قبول فرمائے اور امت کی اصلاح وہدایت کا ذریعہ بنائے۔ (مولف)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

باب:۱

نکاح کا بیان

نکاح کی اہمیت سے متعلق چند احادیث

(۱) ابو نجیح سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص نکاح کرنے کی وسعت رکھتا ہو پھر نکاح نہ کرے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ (ترغیب)

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جب بندہ نکاح کر لیتا ہے تو آدھا دین مکمل کر لیتا ہے اب اس کو چاہیے کہ بقیہ نصف دین میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔

(ترغیب)

(۳) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا اے جوانوں کی جماعت! تم میں جو شخص خانہ داری (نان نفقہ) کا بار اٹھانے کی قدرت رکھتا ہو اس کو نکاح کر لینا چاہیے۔ کیونکہ نکاح کو نگاہ کے پست ہونے اور شرمگاہ کے محفوظ رہنے میں خاص دخل ہے۔ اور جو شخص قدرت نہ رکھتا ہو اس کو روزہ رکھنا اختیار کرنا چاہیے۔ کیونکہ وہ روزہ اس کے لیے گویا رگیں مل دینا ہے۔ (مشکوٰۃ)

نکاح کے دنیوی واخروی فوائد

(۴) ابن ابی نجیح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محتاج ہے محتاج ہے وہ مرد جس کی بیوی نہ ہو۔ لوگوں نے عرض کیا اگر چہ وہ بہت مال والا ہو تب بھی وہ محتاج ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں اگر چہ بہت مال والا ہو پھر فرمایا محتاج ہے محتاج ہے وہ عورت جس کا خاوند نہ ہو لوگوں نے عرض کیا اگر چہ بہت مالدار ہو تب بھی وہ محتاج ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں اگر چہ مال والی ہو۔

(مشکوٰۃ، امداد الفتاویٰ، رزین)

کیونکہ مال کا جو مقصود ہے یعنی راحت اور بے فکری نہ اس مرد کو نصیب ہوتی ہے جس کی بیوی نہ ہو اور نہ اس عورت کو نصیب ہوتی ہے جس کا خاوند نہ ہو۔ چنانچہ دیکھا بھی جاتا ہے اور نکاح میں بڑے بڑے فائدے ہیں دین کے بھی اور دنیا کے بھی۔ (حیوۃ المسلمین)

نکاح بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے دنیا اور دین دونوں کے کام اس سے درست ہو جاتے ہیں اور اس میں بہت سے فائدے ہیں اور بے انتہا مصلحتیں ہیں۔ آدمی گناہ سے بچتا ہے دل ٹھکانے ہو جاتا ہے نیت خراب اور ڈانواں ڈول نہیں ہونے پاتی اور بڑی بات یہ ہے کہ فائدہ اور ثواب کا ثواب' کیونکہ میاں بیوی کا پاس بیٹھ کر محبت و پیار کی باتیں کرنا' ہنسی دل لگی میں دل بہلانا نفل نمازوں سے بھی بہتر ہے۔ (بہشتی زیور)

(۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں سے نکاح کرو وہ تمہارے لئے مال لائیں گی۔ (بزار)

فائدہ: مال لانے کا مطلب یہ ہے کہ میاں بیوی دونوں سمجھ دار اور ایک دوسرے کے خیر خواہ ہوں' سو ایسی حالت میں مرد تو یہ سمجھ کر کہ میرے ذمہ خرچ بڑھ گیا ہے کمانے میں زیادہ کوشش کرے گا اور عورت ایسا انتظام کرے گی جو مرد نہیں کر سکتا اور اس حالت میں راحت اور بے فکری لازم ہے اور مال کا فائدہ یہی ہے (بے فکری اور راحت ہوتا ہے) یہ مطلب ہوا مال لانے کا۔ (حیوۃ المسلمین)

(۶) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ایسی عورت سے نکاح کو جو بچہ جننے والی ہو کیونکہ میں تمہاری کثرت (زیادتی) سے اور (دوسری) امتوں پر فخر کروں گا کہ میری امت اتنی زیادہ ہے۔ (ابوداؤد' نسائی' حیوۃ المسلمین)

نکاح نہ کرنے پر تہدید

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عکاف (صحابی کا نام ہے) سے فرمایا اے عکاف کیا تیری بیوی ہے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور تو مال والا وسعت والا ہے؟ عرض کیا ہاں میں مال اور وسعت والا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اس حالت میں تو شیطان کے بھائیوں میں سے ہے۔ اگر تو نصاریٰ میں سے ہوتا تو ان کا راہب ہوتا۔

بلاشبہ نکاح کرنا ہمارا طریقہ ہے تم میں سب سے بدتر وہ لوگ ہیں جو بے نکاح ہیں اور مرنے والوں میں سب سے بدتر وہ ہیں جو بے نکاح ہیں کیا تم شیطان سے لگاؤ رکھتے ہو؟ شیطان کے پاس عورتوں سے زیادہ کوئی ہتھیار نہیں۔

جو صالحین (دینداروں) کے لئے کارگر ہو (غنی عورتوں کے ذریعہ فتنہ میں مبتلا کرنا ہے) مگر جو لوگ نکاح کئے ہوئے ہیں یہ لوگ بالکل مطہر (پاکیزہ) اور فحش سے بری ہیں۔ اور فرمایا اے عکاف تیرا برا ہو نکاح کر لے ورنہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگا۔ (رواہ احمد، جمع الفوائد)

نکاح ایک عبادت اور دینی امر ہے

جس کام کا شریعت میں تاکیدی یعنی وجوبی یا ترغیبی یعنی استحبابی حکم کیا گیا ہو اس پر ثواب کا وعدہ کیا گیا ہو وہ دین کا کام ہے اور جس میں یہ بات نہ ہو وہ دنیا کا کام ہے اس معیار پر منطبق کر کے دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ وہ دین کا کام ہے کیونکہ شریعت میں بعض حالات میں اس کا تاکیدی اور بعض میں ترغیبی حکم ہے اور اس پر ثواب کا وعدہ بھی ہے اور اس کے ترک کی مذمت اور شناعت بھی فرمائی گئی ہے۔

یہ صاف دلیل ہے اس کے دین ہونے کی اسی لئے فقہاء نے جو نکاح کے اقسام اور ان کے احکام لکھے ہیں ان میں کوئی درجہ مباح کا نہیں ہاں عارض کے سبب مکروہ تو وہ جاتا ہے مگر فی نفسہ طاعت ہی ہے اور فقہاء نے اس کو اس درجہ طاعت فرمایا ہے کہ اس کو اشتعال بالتعلم والتعلیم والتخلی لنوافل (نفل عبادت وغیرہ سے) افضل کہا ہے۔ (کذا فی الشامی، امداد الفتاویٰ)

دفع دخل مقدر نکاح ایک معاملہ ہے لیکن اس کی وجہ سے دنیوی امر نہ ہوگا

روزہ جس کا جزو دین ہونا بلا اختلاف مسلم ہے لیکن بعض حالات میں اس میں وصف عقوبت (سزا) کا بھی آجاتا ہے جیسے اصولیین نے صوم کفارہ (کفارہ کے روزہ کے بارے) میں اس کی تصریح کی ہے مگر اس کے باوجود اس کو کوئی امر دنیوی نہیں کہتا۔

اسی طرح اگر نکاح میں دوسرا وصف معاملہ ہونے کا بھی ہو تو اس سے اس کا امر دنیوی ہونا کیسے ثابت ہو گیا بلکہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ معاملہ کے مقابلہ میں عقوبت (سزا) کو عبادت سے زیادہ بُعد (دوری) ہے تو جب عبادت کے ساتھ عقوبت مل کر بھی اس عبادت کو امر دنیوی نہ بنا سکا تو عبادت کے ساتھ معاملہ کا وصف اس عبادت کو امر دنیوی کیسے بنا سکتا ہے۔ (امداد الفتاویٰ)

نکاح کے مقاصد وفوائد

خداتعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں:

خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً

''خداتعالیٰ نے تمہارے لیے تم میں سے جوڑے بنائے تا کہ تم ان سے آرام پکڑو اور تم میں دوستی ونرمی رکھ دی۔'' (سورۃ الروم)

اور فرمایا نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ یعنی تمہاری عورتیں تمہاری اولاد پیدا کرنے کے لئے بمنزلہ کھیتی کے ہیں۔

(۱) بیوی آرام وسکون کے لئے بنائی گئی ہے غمگسار اور ہزاروں افکار میں آرام کا ذریعہ ہے انسان میں طبعی طور پر دوستی اور محبت کرنا فطری امر ہے اور محبت کے لئے بیوی عجیب وغریب چیز ہے۔

عورت ضعیف الخلقت (پیدائشی کمزور) اور بچوں کو جننے اور گھر کا انتظام رکھنے میں ذامہ دار اور ایک عظیم الشان بازو ہے۔ پس اس کے متعلق رحم سے کام لو۔ عورت ننگ' ناموس' اور مال و اولاد کی محافظ اور مہتمم ہے تمہاری عدم موجودگی میں تمہارے مال وعزت ودین کی حفاظت کرنے والی ہے۔

(۲) آدمیوں میں قدرتی طور پر شہوت کا مادہ ہے قدرت نے اس کا محل بیوی کو بنایا ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ عورت کھیتی ہے اور بیج بونے کے قابل ہے جس طرح کھیت کا علاج معالجہ ضروری ہوا کرتا ہے اور اس میں خاص غرض ہوا کرتی ہے اسی طرح عورت میں بھی خاص اغراض ہیں جن سے متمتع ہونا چاہیے۔

(۳) جو خواہش مرد کے دل میں عورت کی طرف یا عورت کے دل میں مرد کی طرف سے ہو وہ تقاضا انسانی فطرت ہے اور اس خواہش کو نکاح کے ذریعے پورا کرنا انسان کے دل میں سچی محبت اور پاکیزگی کے خیالات کو پیدا کرتا ہے اور اس کا ناجائز تعلقات سے پورا کرنا انسان کو ناپاکی کی طرف لے جاتا ہے اور اس کے دل میں بدخیالات پیدا کر دیتا ہے پس نکاح انسان کو پاکیزگی کی طرف لے جانے اور اسے ناپاکی سے دور رکھنے کا ایک ذریعہ ہے۔ (المصالح العقلیہ)

نکاح کس نیت سے کرنا چاہیے

(۴) قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ شادی پرہیزگاری اور صحت ونسل کی حفاظت کے لئے

ہوتی ہے...... الغرض نکاح کا بڑا مقصد وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے کہ پرہیز گاری ہی کی غرض سے نکاح کرو۔ اور اولاد صالح طلب کرنے کے لئے دعا کرو۔ جیسا کہ ارشاد ہے محصنین غیر مسافحین یعنی چاہیے کہ تمہارا نکاح اس نیت سے ہو کہ تم تقوی اور پرہیز گاری کے قلعہ میں ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ حیوانات کی طرح محض نطفہ نکالنا (خواہش پورا کرنا ہی) تمہارا مقصد ہو۔

(۵) اور فرمایا وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ یعنی بیوی کی قربت سے اولاد کا قصد کرو جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقرر فرمایا ہے۔

(۶) نیز نکاح کرنے سے انسان پابند ہو جاتا ہے مستعدی کے ساتھ کمانے کی فکر کرتا ہے اور بیجا کام کرنے سے ڈرتا ہے اس میں محبت حیا فرماں برداری پائی جاتی ہے وہ نہایت کفایت کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے اور بے شمار امراض سے بچا رہتا ہے۔

(۷) یہ امر مفید صحت، اطمینان بخش، راحت رساں، سرور افزاء کفایت آمیز، ترقی زندگی دارین کا سبب ہے۔

(۸) تمدن کے لئے اس سے بہتر کوئی صورت نہیں۔ حب الوطن کی یہی جڑ ہے اور ملک وقوم کے لیے اعلیٰ ترین خدمات میں سے ہے۔ بیماریوں سے بچانے اور صدہا امراض سے محفوظ رکھنے کے لیے ایک حکیمی نسخہ ہے۔ اگر یہ قانونِ الٰہی بنی آدم میں نافذ نہ ہوتا تو آج دنیا سنسان ہوتی نہ کوئی مکان نہ کوئی باغ نہ کسی قوم کا نشان باقی رہتا۔ (المصالح لعقلیہ الاحکام النقلیہ)

نکاح کی مصلحت

نفس میں جو تقاضے پیدا ہوتے ہیں اگر ان کے پورا ہونے کے لیے ایک محل بھی تجویز نہ کیا جائے تو پھر انسان تقاضے کو ہر جگہ پورا کرے گا اور اس طرح اس کی بے حیائی کا عیب نمایاں ہو جائے گا۔ اسی لیے شریعت نے نکاح تجویز کیا ہے جس میں نفس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ایک محل کی تعیین کی ہے اور اس تجویز میں شریعت کا عقل سے زیادہ خیر خواہ ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ اگر عقل سے استفسار کیا جائے تو عقل نکاح کو تجویز نہیں کر سکتی۔ کیونکہ ایک اجنبی مرد کے سامنے ایک اجنبی عورت کا اس طرح بے حجاب ہونا عقل کے نزدیک بالکل قبیح ہے۔ مگر عقل کی اس تجویز پر اگر عمل کیا جاتا تو زیادہ فتنہ برپا ہوتا کہ ابھی تو ایک ہی اجنبی مرد عورت بے حجاب

ہو رہے تھے۔ پھر نہ معلوم کتنے مرد اجنبی عورتوں کے ساتھ بے حجاب ہوتے اور کتنی عورتیں اجنبی مردوں کے سامنے بے حجاب ہوتیں کیونکہ آخر مرد و عورت ایک دوسرے سے کہاں تک صبر کرتے۔ ان عواقب پر نظر کر کے شریعت سماویہ نے نکاح کو تجویز کیا تا کہ اس تقاضے کو پورا ہونے کا محل محدود متعین ہو کر فتنہ نہ بڑھے اور یہی علامت ہے اس مذہب کے سماوی (آسمانی) ہونے کی کہ اس کی نگاہ عواقب پر (انجام کو) محیط ہوتی ہے (اور جو قوانین محض عقل سے بنائے جاتے ہیں ان کی نظر عواقب پر محیط نہیں ہوتی۔ (حقوق زوجین)

چنانچہ عقل تو مطلقاً حیا کو مطلوب سمجھتی ہے اور نکاح کو خلاف حیا بتلاتی ہے مگر شارع نے نکاح کا قانون حیا ہی کی حفاظت کے لیے مقرر کیا ہے کیونکہ اگر ایک جگہ بھی حیا کو ترک نہ کیا جائے گا تو پھر انسان پورا بے حیا ہو جائے گا۔ (حقوق زوجین)

اسلامی حکم

حدیث میں بیان کیا گیا ہے:

مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ۔

"جس کو اسباب میسر ہوں اسے شادی کر لینا چاہیے کیونکہ نکاح نگاہ کو بہت نیچا کر دیتا ہے اور عفت کو بہت محفوظ کر دیتا ہے یعنی اس سے بصر نگاہ و عفت آسانی سے محفوظ ہو جاتی ہے۔"

عادت غالبہ یہی ہے کہ نکاح سے طبیعت سلیمہ کو عفت با آسانی حاصل ہو جاتی ہے باقی جو خبیث الطبع ہو جسے ایک نکاح یا دو نکاح یا چار نکاحوں سے بھی عفت حاصل نہ ہو بلکہ متعہ یا زنا وغیرہ سے پھر بھی گوہ کھاتا پھرے اسکا یہاں ذکر نہیں کیونکہ یہاں آدمیوں کا ذکر ہے جانوروں اور بندروں کا ذکر نہیں۔

نکاح کی غرض و غایت

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً (سورة الروم)

"اور اسی کی قدرت کی نشانیوں میں سے یہ امر ہے کہ اس نے تمہارے فائدے کے واسطے تمہاری جنس کی بیبیاں بنائیں اور وہ فائدہ یہ ہے کہ تا کہ تم کو ان کے پاس آرام

ملے اور تم میاں بیوی میں محبت اور ہمدردی پیدا کی۔'' (بیان القرآن)
حاصل یہ ہے کہ عورتیں اس واسطے بنائی گئی ہیں کہ ان سے تمہارے قلب کو سکون ہو قرار ہو جی بہلے تو عورتیں جی بہلانے کے واسطے ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ مَوَدَّۃً یعنی محبت کا زمانہ تو جوانی کا ہے اس وقت جانبین میں جوش ہوتا ہے۔ اور ہمدردی کا زمانہ ضعیفی کا ہے دونوں کا اور دیکھا بھی گیا ہے کہ ضعیفی کی حالت میں سوائے بیوی کے کوئی دوسرا کام نہیں آ سکتا۔
(نصرۃ النساء' حقوق الزوجین)

نکاح فاسد کی غرض

بیوقوفوں کو یہ خبر نہیں کہ نکاح کا مقصد آیا کھانا پینا ہے یا مصالح زوجیت؟ اگر کھانا پینا مقصد ہوتا تو چاہیے تھا کہ جو لوگ کھانے پینے کی وسعت رکھتے ہیں یا خود وہ عورت مالدار ہے تو ایسی عورت کا نکاح ہی نہ کیا جاتا حالانکہ مشاہدہ ہے کہ بادشاہوں کی بیٹیاں تک اس سے مستثنیٰ نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نکاح سے مقصود دوسرے ہی مصالح ہیں۔ (اصلاح انقلاب)

نکاح کی سب سے بڑی غرض

توالد (یعنی اولاد پیدا کرنا) غرض اعظم ہے نکاح سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تَزَوَّجُو الْوَدُوْدُ الْوَلُوْدَ فَاِنِّی مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْاُمَمَ۔
''یعنی ایسی عورت سے نکاح کرو جو زیادہ بچے جننے والی ہو اور زیادہ محبت کرنے والی ہو۔''
کیونکہ قیامت کے دن میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔
(اصلاح انقلاب)

نکاح کے عقلی و عرفی فوائد' نکاح عزت کا ذریعہ ہے

جس طرح لباس زینت ہے اسی طرح شوہر بیوی کی زینت ہے اور بیوی اپنے مرد کی زینت ہے۔ عورت سے مرد کی زینت یہ ہے کہ بیوی بچوں والا آدمی لوگوں کی نظر میں معزز ہوتا ہے۔ اگر کسی سے قرض مانگ لے تو اس کو قرض بھی مل جاتا ہے کیونکہ سب جانتے ہیں کہ اس کی اکیلی جان نہیں ہے۔ بلکہ آگے پیچھے اور بھی آدمی ہیں یہ کہاں جا سکتا ہے اور اکیلے آدمی کو ادھار قرض نہیں ملتا اس کی عزت دنیا والوں کی نظر میں کم ہوتی ہے۔
دوسرے لوگ بیوی والے کو سانڈ نہیں سمجھتے اپنی بیوی بچوں پر اس کی نفسانی خواہش کا خوف

نہیں کرتے اور بے نکاح آدمی کو مثل سانڈ کے سمجھتے ہیں اس کی طرف سے ہر شخص کو اپنی بیوی بچوں پر خطرہ ہوتا ہے۔

اور مرد سے عورت کی عزت یہ ہے کہ لوگ اس کے اوپر کسی قسم کا شبہ نہیں کرتے میاں چاہے پاس رہے یا پردیس میں رہے جتنے بال بچے ہوں گے سب اسی کے نامہ اعمال میں درج ہوتے رہیں گے اور نکاح سے پہلے عورت کی عزت وآبرو ہر وقت خطرہ میں رہتی ہے۔ (رفع الالتباس)

بے نکاح رہنے کے نقصانات

جب نکاح بمنزلہ لباس کے ہے تو بے نکاح رہنا عریانی ہے پس اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ عورت مرد کے لیے بے نکاح رہنا عیب کی بات ہے جب کہ استطاعت ہو۔

(حقوق الزوجین)

جب حالت نکاح کی ضرورت ہے تو ترک نکاح بہت سے فتنوں کا سبب ہو جائے گا۔ چنانچہ وساوس وخطرات کا ہجوم ہوگا جو عبادات میں حلاوت وطمانیت (لذت اور اطمینان) کو بالکل ہی برباد کر دے گا۔

اور بعض لوگوں سے ان وساوس وخطرات سے متاثر ہو کر ان کے مقتضاء پر عمل بھی سرزد ہو جاتا ہے چنانچہ بعض لوگ تو عورتوں سے مبتلا ہو جاتے ہیں اور بعض لوگ اپنی ظاہری تقدس کی حفاظت کے لیے عورتوں سے بچتے ہیں کیونکہ اس میں آدمی بدنام ہو جاتا ہے نوعمر لڑکوں سے مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور یہ اس سے بڑھ کر فتنہ (اور گناہ) ہے کیونکہ عورت کسی حالت میں تو حلت کا محل ہے بخلاف اس کے کہ قطعی حرام ہے۔

بعض لوگ اصل فعل سے بچتے رہتے ہیں مگر اس کے مقدمات مثل قبلہ ولمس (چوما چاٹی) میں مبتلا ہو جاتے ہیں جس میں دوسرا بدگمان نہ ہو۔ حتی کہ خود وہ اس کو بزرگانہ شفقت پر محمول کرے گا۔ نعوذ باللہ من الفتن ماظهر منها و ما بطن. (اصلاح انقلاب)

بعض لوگ باوجود ضرورت کے اور باوجود وسعت کے نکاح نہیں کرتے بعض تو شروع ہی سے نہیں کرتے اور بعض لوگ بیوی کے مر جانے یا طلاق دے دینے کے بعد پھر بھی نکاح نہیں کرتے جب ضرورت اور وسعت دونوں ہوں تو نکاح واجب یا فرض ہوگا۔ (اصلاح انقلاب)

بڑھاپے میں نوے برس کی عمر میں شادی

شاہ جہاں پور میں ایک صاحب نے بڑھاپے میں نوے برس کی عمر میں شادی کی تھی۔ لڑکوں نے اعتراض کیا۔ لڑکیاں بہوئیں سب لوگ خلاف تھے اور یہ کہتے تھے کہ ہم لوگ خدمت کے لیے موجود ہیں اس عمر میں آپ کو نکاح کی کیا ضرورت ہے خدمت کے لیے آپ کی اولاد بہت ہے۔

بڑے میاں نے کہا تم میری مصلحت کو کیا سمجھ سکتے ہو تم نہیں جانتے بیوی کے برابر مجھے کوئی راحت نہیں دے سکتا۔

اتفاق سے بڑے میاں بیمار ہو گئے اور بیماری بھی دستوں کی اور ان دستوں میں بے حد بدبو کہ مکان تک سڑا جاتا تھا لڑکے لڑکیوں وغیرہ میں سے کوئی پاس نہ آیا سب نفرت کرتے تھے۔ لڑکے، بہو بیٹیاں چھوڑ کر الگ ہو گئے اور بدبو کی وجہ سے کوئی بھی پاس نہ آیا تھا مگر بیوی اس وقت بھی خدمت گزار تھی۔ اس بے چاری بیوی نے خدمت کی اور ذرا بھی نفرت نہیں کی باوجود اس کے کہ نئی شادی ہو کر آئی تھی اور عمر بھی تھوڑی تھی بے چاری ہر وقت سہارا لگا کر بٹھلاتی ان کو پیروں پر بٹھلا کر پاخانہ کراتی اور استنجاء کرا کے کپڑوں کو پاک وصاف کرتی دن میں بیس پچیس دست بھی آجاتے تو وہ ہر دفعہ اس کو پاک وصاف کر کے لٹاتی تھی۔ کپڑوں کو دھوتی صاف کرتی تھی اس وقت بڑے میاں نے کہا کہ میں نے اس دن کے واسطے نکاح کیا تھا پھر وہ بیماری سے شفایاب ہوئے تو لڑکوں کو بلایا اور کہا کہ تم نے اپنی خدمت کا حال دیکھ لیا اسی کے بھروسے پر مجھ سے کہتے تھے کہ تمہیں شادی کی کیا ضرورت ہے؟ اب تم نے ضرورت دیکھ لی ہے؟ اگر اس وقت میری بیوی نہ ہوتی تو تم چھوڑ کر الگ ہو گئے تھے میں اکیلا پڑا سڑتا رہتا۔

حقیقت میں بیماری میں بہو بیٹیاں ہرگز وہ کام نہیں دے سکیں جو بیوی دے سکتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ راحت اسی تعلق میں رکھی ہے یہ تو بیوی سے دنیا کی راحت ہے۔ (التبلیغ)

ایک اور واقعہ

ایک صاحب بڑے آدمی تھے انہوں نے نکاح کیا مگر ان کو ضعف تھا کشتوں وغیرہ سے کام چل جاتا تھا ایک طبیب نے نہایت گرم کشتہ دے دیا جس سے ان کو جذام کا مرض ہو گیا تمام بدن پھوٹ نکلا۔ کوئی پاس جانا بھی گوارا نہ کرتا تھا مگر بیوی نے ایسی حالت میں بھی نفرت نہ کی۔ اور

کسی خدمت سے عذر نہ کیا' کیا ٹھکانہ ہے اس تعلق وایثار کا کوئی دوسرا نہیں کرسکتا ایسا تعلق ہوتا ہے بیوی کو خاوند سے جس کی خاوند صاحب کو بھی قدر نہیں ہوتی۔ (حقوق الزوجین)

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا حال سو برس کی عمر میں شادی

حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی بیوی کے انتقال پر آخر عمر میں پھر شادی کی تھی حالانکہ اس وقت مولانا کی عمر سو سے اوپر تھی محض اس وجہ سے کہ حضرت کو ناسور کا مرض ہوگیا تھا اس کی دیکھ بھال سوائے بیوی کے ہو نہیں سکتی تھی اور وہ بے چاری برابر اپنے ہاتھ سے شب وروز میں کئی مرتبہ دھوتی تھیں اور صاف کرتی تھیں۔ نہایت خوشی کے ساتھ کوئی گرانی یا نفرت ان کو نہ ہوتی تھی دنیا میں کوئی اس تعلق کی نظیر نہیں پیش کرسکتا۔ (الافاضات الیومیہ)

حضرت حاجی صاحب کا حال بڑھاپے میں دوسری شادی

حضرت حاجی صاحب نے آخر عمر میں نکاح کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت پیرانی صاحبہ نابینا ہوگئی تھیں۔ حضرت نے محض خدمت کی غرض سے نکاح کیا تھا یہ بی بی حضرت کی بھی خدمت کرتیں اور پیرانی صاحبہ کی بھی ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ عورت محض شہوت ہی کے لئے تھوڑا ہوتی ہے اور بھی مصالح اور حکمتیں ہیں۔ (نصرۃ النساء)

نکاح نہ کرنے پر وعید

حدیث میں ہے: مَنْ تَبَتَّلَ فَلَيْسَ مِنَّا۔

یعنی جو شخص باوجود تقاضائے نفس وقدرت کے نکاح نہ کرے وہ ہمارے طریقے سے خارج ہے کیونکہ یہ طریقہ نصاریٰ کا ہے کہ وہ نفس نکاح کو وصول الی اللہ سے مانع سمجھ کر اس کے ترک کو (یعنی نکاح نہ کرنے کو) عبادت سمجھتے ہیں۔ (ملفوظات اشرفیہ)

بعض لوگ تو نکاح نہ کرنے کو عبادت وقربت سمجھتے ہیں حالانکہ یہ اعتقاد رہبانیت اور دین میں بدعت ہے اصل عمل جس کا شریعت نے حکم دیا ہے نکاح ہی ہے تو اس کا ترک کرنا عبادت نہیں ہوسکتا۔ (اصلاح انقلاب)

وعید کی وجہ

جب (انسان کی حالت نکاح کی) ضرورت کی ہو تو ترک نکاح سبب ہو جائے گا بہت سے

فتنوں کا۔

(کیونکہ) تقاضے کی دو قسمیں ہیں ایک شدید تقاضا ایک مطلق تقاضا پس مطلق تقاضا کو کسی طرح بھی زائل نہیں ہونا چاہیے۔ کوئی کیسا ہی مجاہدہ کرے اور کیسی ہی سرد دوائی استعمال کرے (مگر پھر بھی مطلق تقاضا باقی رہتا ہے) ہم نے ایک ستر برس کے بوڑھے کو دیکھا ہے جسے ایک لڑکے سے محبت تھی حالانکہ وہ خود کسی مصرف کے نہ تھے مگر اس کی طرف دیکھنے کا تقاضا تھا اور تقاضا شہوت کے ساتھ تھا جو یقیناً حرام تھا۔

غرض مجاہدہ سے یہ نہیں ہوتا کہ تقاضا بالکل زائل ہو جائے بلکہ یہ تو نہ بڑھاپے سے (زائل ہو) نہ کسی دوا سے نہ تقلیل غذا سے بس مجاہدہ کا نفع یہ ہے کہ تقاضا خفیف ہو جاتا ہے کہ پہلے مقاومت دشوار تھی اب آسان ہوگئی۔ اگر تقاضا بالکل زائل ہو جائے تو ثواب کیوں کر ہوگا ثواب تو اسی واسطے ملتا ہے کہ آدمی تقاضا کا مقابلہ کر کے نیک کاموں پر جما رہتا ہے۔ (حقوق الزواجین)

ترک نکاح کے اعذار

اگر کسی کو عذر ہو (اور اس عذر کی وجہ سے وہ نکاح نہ کرسکتا ہو تو وہ حدیث مذکور کی وعید سے مستثنیٰ ہے) عذر بدنی ہو یا مالی یا دینی عذر بدنی و مالی تو ظاہر ہے۔

دینی عذر یہ کہ نکاح کے بعد ضعف ہمت کی وجہ سے دین کی حفاظت نہ کر سکے گا۔ (یا دینی اشغال کی وجہ سے بیوی کے حقوق ادا نہ کر سکے گا)۔ (ملفوظات اشرفیہ)

(خلاصہ یہ کہ) اگر اندیشہ ہے کہ بیوی کے حق ادا نہ کر سکے گا خواہ حق نفس ہو خواہ حق مال تو ایسے شخص کے لئے نکاح کرنا ممنوع ہے۔ (اصلاح انقلاب)

عذر نکاح سے متعلق چند احادیث

ابن مسعود رضی اللہ عنہ و ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی کی ہلاکت اس کی بیوی اور ماں باپ اور اولاد کے ہاتھوں ہوگی کہ یہ لوگ اس شخص کو (غربت اور) ناداری سے عار دلائیں گے اور ایسی باتوں کی فرمائش کریں گے جس کو یہ برداشت نہ کر سکے سو یہ ایسے کاموں کا ارتکاب کرے گا جس میں اس کا دین جاتا رہے گا۔ پھر یہ برباد ہو جائے گا۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی کو نبی کے پاس لایا اور عرض کیا کہ یہ میری بیٹی نکاح کرنے سے انکار کرتی ہے۔ آپ نے اس لڑکی سے (نکاح کے بارے میں) فرمایا کہ اپنے باپ کا کہنا مان لے اس نے عرض کیا قسم اس ذات کی جس نے آپ کو سچا دین دے کر بھیجا میں نکاح نہ کروں گی جب تک آپ مجھے یہ نہ بتلا دیں کہ خاوند کا بیوی کے ذمہ کیا حق ہے۔ آپ نے (حقوق کا ذکر فرمایا) اس نے عرض کیا قسم اس ذات کی جس نے آپ کو سچا دین دے کر بھیجا میں کبھی نہ کروں گی۔ آپ نے فرمایا عورتوں کا نکاح (جب شرعاً وہ با اختیار ہوں) ان کی اجازت کے بغیر مت کرو۔ پہلی حدیث میں مردوں کے عذر کا ذکر ہے اور وہ عذر ظاہر ہے (یعنی جب دین کے ضرر کا قوی اندیشہ ہو)۔

اور دوسری حدیث میں عورت کے لیے عذر ہے اس کا عذر یہ تھا کہ اس کو امید نہ تھی کہ خاوند کا حق ادا کرسکوں گی (اس لئے) آپ نے اس کو مجبور نہیں فرمایا (اسی طرح) جب (کسی بیوہ) عورت کو یہ اندیشہ ہو کہ دوسرا نکاح کرنے سے اس کے بچے برباد ہو جائیں گے تو (ایک حدیث میں یہ بھی عذر ہے۔ (حیوۃ المسلمین)

فصل: ا

نکاح کرنے کا فقہی حکم

واجب نکاح

جب ضرورت یعنی نفس میں تقاضا ہو اور وسعت بھی ہو گو اس قدر ہو کہ روز کے روز کماؤں گا اور کھلاؤں گا تو نکاح کرنا اس صورت میں واجب ہے اور اس ترک سے گنہگار ہوگا۔

فرض نکاح

اور اگر وسعت کے ساتھ بہت زیادہ تقاضا ہے کہ بغیر نکاح کئے ہوئے حرام فعل میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہے تو نکاح فرض ہوگا۔

وَمِنَ الْفِعْلِ الْحَرَامِ النَّظْرُ الْمُحَرَّمُ وَالْاِسْتِمْنَاءُ بِالْكَفِّ

''حرام فعل میں حرام نظر اور جلق بازی مشت زنی (یعنی اپنے ہاتھ کے ذریعہ مادہ کو خارج کر کے خواہش پوری کرنا) یہ بھی شامل ہے۔''

ممنوع صورت

البتہ اگر اندیشہ ہے کہ بیوی کے حق ادا نہ کر سکے گا خواہ حق نفس ہو خواہ حق مال تو ایسے شخص کے لیے نکاح کر لینا یقیناً ممنوع ہے۔

مختلف فیہ صورت

اگر ضرورت ہو اور وسعت نہ ہو تو اس میں اقوال مختلف ہیں احقر وجوب کے قول کو راجح سمجھتا ہے اور وسعت کا تدراک، محنت مزدوری یا قرض سے لے کر جس کی ادائیگی کی پکی نیت رکھے اور ادا کی کوشش بھی کرے اور اگر اس پر بھی ادا نہ ہو سکا تو امید ہے کہ حق تعالیٰ اس کے قرض خواہ کو راضی فرما دیں گے کیونکہ اس نے دین کی حفاظت کے لئے نکاح کیا تھا اس میں مقروض ہو گیا تھا مگر فضولیات کے لئے یہ قرض جائز نہیں بلکہ نان ونفقہ کے لیے یا مہر کے لیے جہاں مہر فوراً لیا جاتا ہو۔ (اصلاح انقلاب)

جس کو نکاح کرنے کی حیثیت نہ ہو وہ کیا کرے

ایک شخص میرے پاس آیا اس پر خواہش نفسانی کا غلبہ تھا مگر غریب نادار اتنا تھا کہ اتنی قدرت نہ تھی کہ وہ نکاح کر سکے اس نے مجھ سے اپنی حالت بیان کی اور علاج کا طالب ہوا ابھی میں اس کو جواب بھی نہ دینے پایا تھا کہ میرے بولنے سے قبل اس کی گفتگو سنتے ہی آپ (غیر مقلد صاحب) بولے کہ روزے رکھا کرو کیونکہ حدیث میں آیا ہے فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ یعنی جو شخص نکاح کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو اس کو روزے رکھنا چاہیے اس شخص نے جواب دیا کہ میں نے روزے بھی رکھے تھے مگر اس سے بھی میری خواہش کم نہیں ہوئی اس کا یہ جواب سن کر ان (غیر مقلد) صاحب کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

میں نے ان صاحب کو سنا کر اس شخص سے دریافت کیا کہ تم نے کتنے روزے رکھے تھے۔ اس نے کہا دو روزے رکھے تھے میں نے کہا یہی وجہ ہے کہ تم کو کامیابی نہیں ہوئی کیونکہ تم کو کثرت سے روزے رکھنے چاہئیں تھے اور یہ شرط خود اس حدیث پاک سے ثابت ہے اور وہ اس طرح کہ حضور کا ارشاد ہے۔ فعلیہ بالصوم لفظ علی لزوم کے لیے آتا ہے اور لزوم کی دو قسمیں ہیں ایک لزوم اعتقادی دوسری عملی مگر دلائل سے یہاں لزوم اعتقادی تو مراد ہو نہیں سکتا۔

کیونکہ یہ صوم (روزہ رکھنا) فرض نہیں محض علاج ہے (اصلاح انقلاب) بس لزوم عملی مراد

ہوگا اور لزوم عملی ہوتا ہے تکرار و کثرت سے چنانچہ جب کوئی شخص کسی کام کو بار بار اور کثرت سے کرتا ہو تو سمجھا جاتا ہے کہ یہ کام اس نے اپنے اوپر عملی طور پر لازم کر لیا ہے پس مراد حضور کی یہ ہے کہ کثرت سے روزے رکھو۔ اور مشاہدہ ہے کہ قوت بہمیہ (شہوانی قوت) کے انکسار (توڑنے) کے لیے جو کہ علاج کا حاصل ہے تھوڑے روزے کافی نہیں بلکہ کثرت صوم پر یہ اثر مرتب ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ شروع رمضان میں ضعف نہیں ہوتا اور آخر رمضان میں ضعف ہو جاتا ہے۔

اور یہ تجزیہ ہے کہ شروع میں تو قوت بہمیہ شکستہ نہیں ہوتی بلکہ رطوبات فضلیہ کے سوخت ہو جانے کی وجہ سے اس میں قوت اور ارتعاش (جوش) ہوتا ہے پھر رفتہ رفتہ ضعف بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ آخر میں پورا ضعف ہو جاتا ہے جس سے قوت بہمیہ شکستہ ہو جاتی ہے کیونکہ اس وقت روزہ کی کثرت متحقق ہو جاتی ہے۔

وہ سائل تو چلا گیا مگر مجتہد صاحب پھر کبھی نہیں بولے میرے پاس ان کا خط آیا تھا کہ میں تمہارا امتحان لینے آتا ہوں اور ان ہی غریب کا امتحان ہو گیا۔ (ایضاً)

لڑکے اور لڑکی کی شادی کرنا باپ کے ذمہ واجب ہے یا نہیں، تاخیر کرنے سے کتنا گناہ ہوگا

سوال: لڑکیوں کی شادی کرنے کا کوئی تاکیدی حکم خاص طور سے ہے یا نہیں؟ اور تاخیر کی صورت میں کوئی گناہ لازم آتا ہے یا نہیں اگر لازم آتا ہے تو کس قدر؟ نص قرآن و حدیث سے الگ الگ جواب دیں۔

جواب: شادی کا تاکیدی حکم قرآن میں بھی ہے اور حدیث میں بھی خاص طور پر ہے جو کہ لڑکا لڑکی دونوں کو شامل ہے اور لڑکیوں کے لیے خصوصیت سے بھی قال اللہ تعالیٰ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ الایۃ یہ امر کا صیغہ ہے جس کا مدلول وجوب ہے اور ایامی جمع اَیِّم کی ہے۔ شراح حدیث نے تشریح کی ہے۔

اَلْاَيِّمُ مَنْ لَّازَوْجَ لَهَا بِكْرًا كَانَتْ اَوْثَيِّبًا وَّ يُسَمّٰى الرَّجُلُ الَّذِىْ لَازَوْجَةَ لَهٗ اَيِّمًا اَيْضًا۔

”قرآن پاک کی آیت کا ترجمہ ہے کہ تم لوگ ایامی کا نکاح کر دیا کرو اور ایامیٰ ایم کی

جمع ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی لڑکی جس کا شوہر نہ ہو خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ یعنی کنواری ہو یا بیاہی اسی طرح ایم اس مرد کو بھی کہتے ہیں جس کی بیوی نہ ہو۔''

اب رہ گئی حدیث تو مشکوٰۃ شریف باب تعجیل الصلوٰۃ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: یَا عَلِیُّ ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا الصَّلٰوةُ اِذَا اَتَتْ وَالْجَنَازَةُ اِذَا حَضَرَتْ وَالْاَیِّمُ اِذَا وَجَدْتَ لَهَا كُفُوًا۔ (رواہ الترمذی)

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو، ایک تو نماز جب اس کا وقت آ جائے، دوسرے جنازہ جب وہ تیار ہو جائے، تیسرے بے نکاح لڑکے اور لڑکی کی شادی میں جب کہ جوڑ مل جائے۔''

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ وُّلِدَ لَهٗ وَلَدٌ فَلْيُحْسِنْ اِسْمَهٗ وَ اَدَبَهٗ فَاِذَا بَلَغَ فَلْيُزَوِّجْهُ فَاِنْ بَلَغَ وَلَمْ يُزَوِّجْهُ فَاَصَابَ اِثْمًا فَاِنَّمَا اِثْمُهٗ عَلٰى اَبِيْهِ۔

(مشکوٰۃ باب اولی)

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کی اولاد لڑکا یا لڑکی ہو اس کو چاہیے اچھا نام رکھے اس کی تعلیم وتربیت کرے جب بالغ ہو جائے تو نکاح کر دے بالغ ہونے کے بعد اگر نکاح نہیں کیا اور وہ کسی گناہ میں مبتلا ہو گئے تو اس کا گناہ باپ پر ہوگا۔''

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ .... عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ فِي التَّوْرَاةِ مَكْتُوْبٌ مَنْ بَلَغَتْ اِبْنَتُهٗ اِثْنَتَيْ عَشَرَةَ سَنَةً وَلَمْ يُزَوِّجْهَا فَاَصَابَتْ اِثْمًا فَاِثْمُ ذَالِكَ عَلَيْهِ۔ (رواہما البیہقی فی شعب الایمان)

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تورات میں لکھا تھا کہ جس کی لڑکی بارہ سال کی ہو گئی اور اس نے نکاح نہیں کیا پھر وہ کسی گناہ میں پھنس گئی تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہوگا۔''

ان روایات سے اس حکم کا مؤکد ہونا معلوم ہوا اور مؤکد (ضروری) کا ترک کرنا موجب مواخذہ (عذاب کا باعث) ہوتا ہے۔

اور آخر کی حدیثوں سے گناہ کی مقدار بھی معلوم ہو گئی کہ تاخیر کی صورت میں جس گناہ میں یہ اولاد مبتلا ہو گی خواہ نگاہ کا گناہ یا کان کا گناہ یا زبان کا گناہ یا دل کا اتنا ہی گناہ اس صاحب اولاد یعنی باپ کو ہوگا۔ واللہ اعلم۔ (امداد الفتاویٰ)

باب:۲

بیوی کے بیان میں بیوی کے فضائل، منافع وفوائد

خداتعالیٰ نے یہ تعلق ہی ایسا بنایا ہے کہ بیوی سے زیادہ کوئی بھی انسان کوراحت نہیں دے سکتا بیماری میں بعض دفعہ سارے عزیز الگ ہوکر ناک منہ چڑھانے لگتے ہیں خصوصاً اگر کسی کو دستوں کی بیماری ہوجائے (تو کوئی قریب نہیں آتا) مگر بیوی سے یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ وہ شوہر کو اس حال میں چھوڑ دے وہ بیماری میں سب سے زیادہ راحت پہنچاتی ہے۔

بیوی سب سے گہری دوست ہے

بیوی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی دوست نہیں ہوسکتا تجربہ ہے کہ زمانہ افلاس ومصیبت میں سب احباب الگ ہوجاتے ہیں اور ماں باپ تک انسان کو چھوڑ بیٹھتے ہیں مگر بیوی ہر حال میں مرد کا ساتھ دیتی ہے اسی طرح بیماری میں جیسی راحت بیوی سے پہنچتی ہے کسی دوست سے بلکہ ماں باپ سے بھی نہیں پہنچتی اس سے صاف ظاہر ہے کہ بیوی کے برابر دنیا میں مرد کا کوئی دوست نہیں۔ (حقوق البیت)

عورتوں کی اہمیت اوران کی خدمت کی قدر

فرمایا کہ عورتوں کی خدمت سے میرے اوپر خاص اثر ہوتا ہے لونڈیوں کی طرح خدمت کرتی ہیں۔ ہروقت کام کرتی پھرتی ہیں اگر یہ اپنی شان جاننے کے بعد خدمت کرتی تو بڑی دور پہنچتی۔ ان کی خدمت پر میں کہا کرتا ہوں کہ ان کو اپنا محتاج الیہ ہونا (یعنی یہ کہ مرد عورتوں کے محتاج ہیں) معلوم نہیں ورنہ مردوں کو حقیقت نظر آجاتی۔ حدیث میں جو آیا ہے حُبِّبَ اِلَیَّ ثَلٰثٌ اَلنِّسَاءُ وَالطِّیْبُ (الخ) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو تین چیزیں محبوب ہیں، عورت، خوشبو، مسواک۔

بیوی بڑی محسن ہے

عورتوں کا ایک حق تو اس واسطے ہے کہ وہ بے کس وبے بس ہیں دوسرے اس واسطے بھی حق ہے کہ وہ تمہاری دوست ہیں اور اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ دوستی کی وجہ سے حق بڑھ جاتا ہے پھر وہ

تمہارے دین کی بھی محافظ ہیں۔

غرض بیوی اس لحاظ سے بھی قابل قدر ہے کہ اس سے دین کی حفاظت اور خیالات فاسدہ کی روک ہوتی ہے اس درجہ میں وہ بڑی محسن ہے جو لوگ دیندار ہیں وہ اس احسان کی قدر کرتے ہیں۔ اس لیے بیوی کی قدر کرنا چاہیے کیونکہ وہ دین و دنیا دونوں کی معین ہے اور اس کے حقوق کی رعایت بہت ضروری ہے کیونکہ اس میں چند در چند خصوصیات ہیں جن میں سے ہر ایک صفت کے بہت سے حقوق ہیں۔ (التبلیغ)

بیوی کی قربانی اور سب سے بڑا کمال:

بیوی کیسی بھی ہو پھوہڑ ہو یا بدتمیز اس نے تمہارے لیے اپنی ماں کو چھوڑا' اپنے باپ کو چھوڑا' سارے کنبے کو چھوڑا۔ اب اس کی نظر صرف تمہارے ہی اوپر ہے جو کچھ ہے اس کے لیے ایک شوہر کا دم ہے بس انسانیت کی بات یہی ہے کہ ایسے وفادار کو کسی قسم کی تکلیف نہ دو۔ (التبلیغ)

بیوی کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ آپ کی خاطر اس نے اپنے سب تعلقات چھوڑ دیے۔ چنانچہ اگر اس کے ماں باپ یا اور کسی عزیز کے ساتھ شوہر کی ان بن ہو جائے تو عورت عموماً شوہر کا ساتھ دیتی ہے ماں باپ کا ساتھ نہیں دیتی مگر اس پر بھی بعض مردان پر بہت زیادتی کرتے ہیں باوجود یہ ہے کہ وہ ان پر ایسی فدا ہیں مگر بعض لوگ ان کے ساتھ جوتی سے بات کرتے ہیں باندی اور غلام سے بھی بدتر رکھتے ہیں۔ اور بعض لوگ کھانے کپڑے کی بھی خبر نہیں رکھتے۔ (مجالس حکیم الامت)

عورت کے احسانات

میں کہتا ہوں کہ اگر بیوی کچھ بھی گھر کا کام نہ کرے صرف انتظامات اور دیکھ بھال ہی کرے تو یہی اتنا بڑا کام ہے جس کی دنیا میں بڑی بڑی تنخواہیں' ہیں اور منتظم (انتظام کرنے والے) کی بڑی عزت وقدر کی جاتی ہے دیکھئے ویسرائے ظاہر میں کچھ کام نہیں کرتا کیونکہ اس کے تحت میں اپنا بڑا عملہ کام کرنے والا ہوتا ہے کہ اس کو خود کسی کام میں ہاتھ لگانے کی ضرورت نہیں ہوتی مگر اس کی جو اتنی بڑی تنخواہ اور عزت ہے محض ذمہ داری اور انتظام کی وجہ سے پس بیویوں کا یہی کام اتنا بڑا ہے جس کا عوض نان نفقہ نہیں ہوسکتا مگر ہم تو شریف زادیوں کو دیکھتے ہیں وہ خود بھی اپنے ہاتھ سے گھر کا بہت کام کرتی ہیں خصوصاً بچوں کی بڑی محنت سے پرورش کرتی ہیں یہ وہ کام ہے

کہ تنخواہ دار ماما کبھی بیوی کے برابر نہیں کر سکتیں۔ (حقوق الزوجین)

ایک مولوی صاحب کہتے تھے کہ عورتوں کے ذمہ کھانا پکانا واجب ہے۔ میری رائے ہے کہ ان کے ذمہ واجب نہیں میں نے عدم وجوب پر اس آیت سے استدلال کیا ہے:

وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا (الروم)

''حاصل یہ ہے کہ عورتیں اس واسطے بنائی گئی ہیں کہ ان سے تمہارے قلب کو سکون ہو جی بہلے تو عورتیں جی بہلانے کے واسطے ہیں نہ کہ روٹیاں پکانے کے لئے۔''

بغیر بیوی کے گھر کا نظام وانتظام درست نہیں رہ سکتا

تجربہ ہے کہ بغیر بیوی کے گھر کا انتظام درست نہیں ہوسکتا بس مرد کا کام تو اتنا ہے کہ یہ مال جمع کر دیتا ہے پھر بہت عورتوں ہی سے میں نے بعض رؤسا کو دیکھا ہے کہ مال و دولت ان کے پاس بہت کچھ تھا مگر بیوی نہ تھی تو ان کے گھر کا کچھ بھی ڈھنگ نہ تھا لاکھ باورچی رکھو نوکر رکھو وہ راحت کہاں ہے جو بیوی سے ہوتی ہے۔ باورچی تو تنخواہ کا ملازم ہے ذرا ایک دن تم نے کوئی سخت بات اس سے کہہ دی اور وہ ہاتھ جھاڑ کر الگ ہوا پھر مصیبت کا سامنا ہے روٹی اپنے ہاتھ سے پکاؤ چولہا جھونکو برتن دھوؤ اور بیوی سے یہ کب ہوسکتا ہے کہ مرد کو اپنے ہاتھ سے پکانے دے۔

پھر تجربہ ہے کہ اگر بیوی کے سامنے بھی نوکروں سے کام لیا جائے اور بغیر بیوی کے بھی ان سے کام لیا جائے تو دونوں صورتوں میں آسمان وزمین کا فرق ہوگا گھر کی مالکہ کے سامنے مامائیں اور نوکرانیاں زیادہ چوری نہیں کر سکتیں اور اس کے بغیر تو گھر کا پڑہ ہوجاتا ہے۔

البتہ اگر کوئی مرد گھر کا کام خود بھی جانتا ہو تو اس سے تو نوکر ذرا دبتے ہیں گو عورت جیسا انتظام پھر بھی نہیں ہوتا۔ (التبلیغ)

میں کہتا ہوں کہ تمہارے کھانے کپڑے (نان نفقہ) کے عوض میں بیبیاں تمہاری اس قدر خدمت کرتی ہیں کہ اتنی تنخواہ میں کوئی نوکر یا ماما ہرگز نہیں کر سکتیں جس کو شک وہ تجربہ کر کے دیکھ لے بغیر بیوی کے گھر کا انتظام ہو ہی نہیں سکتا چاہے تم لاکھ ملازم رکھو ہم نے بعض لوگوں کو دیکھا ہے جن کی معقول تنخواہ تھی مگر بیوی نہ تھی نوکروں کے ہاتھوں خرچ تھا تو ان کے گھر کا خرچ اس قدر بڑھا ہوا تھا جس کی کچھ حد نہیں نکاح ہی کے بعد گھر کا انتظام ہوا۔ (حقوق الزوجین)

فصل:۲

دنیا سے ناواقف دیہاتی عورتوں کی خوبی

فرمایا قصبات کی عورت کج اخلاق کج فہم (ناسمجھ) اور بے سلیقہ ہوتی ہیں لیکن ان میں یہ کمال ہے کہ چالاک اور دغا باز نہیں ہوتی اور عفیف پاک دامن نہایت درجہ کی ہوتی ہیں۔ (ملفوظات خبرت)

(قرآن پاک میں) عورتوں کے فضائل میں آیا ہے اَلْغَافِلَاتُ الْمُؤْمِنَاتُ اس سے معلوم ہوا کہ خارجیات سے بے خبری عورتوں کی اصل وضع (فطرت ہے) گویا یہاں آیت میں غفلت عن الفواحش مراد ہوسکتی ہے لیکن اس کے باوجود عورتوں کی مدح میں اس کو لائے ہیں مردوں کے لیے نہیں فرمایا اس سے صاف معلوم ہوا کہ مطلق بے خبری بھی عورتوں کے لیے زیادہ مناسب ہے اب نالائق کہتے ہیں کہ پردہ توڑ کر بے پردہ ہو جاؤ اور ترقی کرو عجیب گوبر دماغوں میں بھرا ہے (الافاضات الیومیہ) اور اگر سب ہنر ہوں لیکن حیا نہ ہو تو وہ سب کچھ ہے مگر عورت نہیں۔

اور نکاح کے مصالح کے لیے چاہے عورت کے نکاح میں مصالح نکاح کی رعایت سب سے مقدم ہے جو عورت کی بے حیائی ہوتے ہوئے سب گرد (بیکار) ہے (اصلاح انقلاب) واقعی ہندوستان کی عورتیں اکثر ایسی ہی کہ ان کو اپنے کونے کے سوا دنیا کی کچھ خبر نہیں ہوتی بس ان کی وہ شان ہے جو حق تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے:

﴿اَلْمُحْصِنَاتُ الْغَافِلَاتُ الْمُؤْمِنَاتُ﴾

''یعنی پاک دامن ہیں اور بھولی ہیں اور چالاک نہیں ہیں۔''

حق تعالیٰ عورتوں کے بھولے پن اور بے خبری کی تعریف فرماتے ہیں تو سمجھ لو اسی میں خیر ہے اور اس خبرداری میں خیر نہیں جس کو تم تجویز کرتے ہو تجربہ خود بتلا دے گا۔ قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ عورتوں کے لیے غافل و بے خبر ہونا ہی اچھا ہے یہ صفت ہندوستان کی عورتوں میں بے نظیر ہے۔ (حقوق البیت)

بداخلاق، بدسلیقہ، اور پھوہڑ عورتوں کی خوبی

ایک صاحب نے عرض کیا ہے کہ بعض عورتیں پھوہڑ (بدسلیقہ) ہوتی ہیں اس وجہ سے بعض اوقات خاوند کو اس کی حرکات سے بددلی ہو جاتی ہے۔

فرمایا عورت کا پھوہڑ ہونا تو اپنے ایک خاص اثر کے سبب ایسے کمال کی صفت ہے جو نہایت ہی محبوب اور قابل قدر چیز ہے اور وہ خاص اثر عفیف ہونا ہے پھوہڑ عورتیں اکثر عفیف ہوتی ہیں بخلاف غیر عفیف عورتوں کے کہ وہ ہر وقت بناؤ سنگھار اور تصنع اور ظاہری تہذیب و صفائی میں رہتی ہیں۔

اسی طرح بعض عورتیں بدمزاج بدخلق ہوتی ہیں مگر مجھ کو ایسی عورتوں کی عفت میں شبہ نہیں ہوتا اور غیر عفیف بس چکنی چپڑی رہتی ہیں اور پھر ظاہری اخلاق بھی شائستہ ہوتے ہیں یہ خطرناک ہوتی ہیں .... اپنی چالاکیوں سے اپنی شرارتوں کو بلی کے گوہ کی طرح چھپاتی ہیں اور مرد کو (بے وقوف) اور گرویدہ بنائے رکھتی ہیں ایسی عورتوں پر مجھے اطمینان نہیں ہوتا۔ اور پھوہڑ عورت کا پھوہڑ پن، گو طبعاً ناگوار ہوتا ہے وہ اس لیے کہ بھنگن سی بنی ہوئی ہے۔ نہ بات میں مزہ نہ اٹھنے بیٹھنے کی تمیز نہ کھانا پکانے کا سلیقہ نہ بچوں کی خبر گیری اور خدمت۔ مگر ایک صفت عفت کی وجہ سے اس کی تمام برائیاں اور بدتمیزیاں مبدل بکمال ہو جاتی ہیں کہ وہ عفیف ہوتی ہیں مجھ کو ایسی عورتوں پر بے حد اطمینان ہے عفیف ہونے کی وجہ سے وہ بناوٹی باتوں سے مستغنی ہیں اس بنا پر یہ عورت کا ایک بہت بڑا جوہر ہے اس کی قدر کرنا چاہیے (نصرۃ النساء) میرا تجربہ ہے کہ جو عورتیں انتظام میں پھوہڑ بدنظم و بدسلیقہ ہوتی ہیں ان میں جوہر عفت پورا ہوتا ہے اگر کوئی شخص اس میں مبتلا ہو تو اس کو چاہیے کہ اس کی عفت و پاک دامنی کے اعلیٰ وصف کا استحضار کیا کرے تاکہ دل کی کدورت دور ہو جائے قرآن کی یہی تعلیم ہے۔

﴿عَسٰی اَنْ یَّجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِنَّ خَیْرًا كَثِیْرًا﴾

''یعنی کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان میں ہی خیر کثیر اور بڑی بھلائی عطا فرما دیں۔''

بوڑھی بیوی کی قدر

آج کل تو بعض لوگ بوڑھی بیوی سے نفرت کرنے لگتے ہیں حالانکہ تم نے ہی تو اس کو بوڑھا کیا ہے۔

مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے فرمایا پرانی بیوی...... اماں ہو جاتی ہے۔ اس طرح کہ اول اول (شروع شروع) میں تو اس میں لذت ہوتی ہے مگر فوائد اخیر میں بڑھتے ہیں کہ مونس ہوتی ہے خدمت گزار ہوتی ہے عقل کے نزدیک زیادہ نظر کے قابل فوائد ہوتے ہیں نہ کہ لذت۔

میں کہا کرتا ہوں کہ محبت کا زمانہ تو جوانی کا ہوتا ہے اس وقت جانبین میں جوش ہوتا ہے اور ہمدردی کا زمانہ ضعیفی کا ہے۔ دونوں کا اور دیکھا بھی جاتا ہے کہ ضعیفی کی حالت میں سوائے بیوی کے کوئی دوسرا کام نہیں آ سکتا۔

مولانا محمد مظہر صاحب مدرس مظاہر العلوم کی یہ حالت تھی کہ ان کی بیوی بوڑھی ہوگئی تھیں مگر مولانا کو ان سے ایسا تعلق تھا کہ جب وہ ذرا بیمار ہوتیں تو مولانا فوراً مدرسہ سے رخصت لے کر خود اپنے ہاتھ سے ان کی خدمت کرتے تھے' نوکر اور ماماؤں پر اپنی بیوی کی خدمت کو نہ ٹالتے تھے بلکہ مدرسہ سے رخصت لے کر خود خدمت کرتے تھے۔ (التبلیغ)

ایک حکایت

ضعیفی اور ہمدردی پر ایک حکایت یاد آئی ایک ولایتی رئیس تھے گورنمنٹ میں ان کا بڑا اعزاز اور بڑی قدر تھی...... ان کی بیوی کا انتقال ہوگیا کلکٹر صاحب تعزیت کے لیے گئے کلکٹر صاحب نے فرمایا کہ آپ کی بیوی کا انتقال ہوگیا...... ہم کو بڑا رنج ہوا اس پر ولایتی صاحب اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان میں فرمانے لگے کلکٹر صاحب وہ ہمارا بیوی نہ تھا ہمارا اماں تھا ہم کو گرم گرم روٹی کھلاتا تھا' پنکھا جھلتا تھا' ٹھنڈا ٹھنڈا پانی پلاتا تھا یہ کہتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے۔

خیر یہ تو ولایتی تھے کچھ ایسے پڑھے لکھے نہ تھے اپنی سادگی سے ایسا کہہ دیا مگر ایک ہندو لیڈر نے اپنے لیکچر میں یہ ہی کہا کہ یہ میری بیوی نہیں اماں ہے یہ میں نے خود اخبار میں دیکھا ہے یہ تو تعلیم یافتہ ہے اس کو کیا سوجھی یہ بھی کوئی فخر کی بات تھی۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ ضعیفی میں سوائے بیوی کے کوئی کام نہیں آتا۔

فصل: ۳

ہندوستانی عورتوں کے فضائل شوہروں سے عشق

میں کہا کرتا ہوں کہ ہندوستان کی عورتیں حوریں ہیں حسن و جمال میں نہیں بلکہ اخلاق میں

ہندوستان کی عورتوں میں بہت سے فضائل ہیں۔

یہ ہندوستان کی عورتیں خصوصاً ہمارے اطراف کی عورتیں تو واقعی جنت کی حوریں ہیں۔ جن کی شان میں عرباً یعنی عاشقات لازواج (اپنے شوہروں کی عاشق) آیا ہے چنانچہ مردوں پر فدا ہیں کہ مردوں کی ایذاء کو ہر طرح سہتی ہیں اور صبر کرتی ہیں ورنہ بعض مقامات میں تو روزانہ خلع و طلاق ہوا کرتی ہے۔ اور عرب میں تو وہاں سے بھی زیادہ، وہاں ہم نے ایک اکیس سالہ لڑکی کو دیکھا اس کے ساتواں خاوند تھا وہاں تو حالت یہ ہے کہ جہاں عورت مرد میں نا اتفاقی ہوئی اور عورت نے قاضی کے یہاں دعویٰ دائر کر دیا اور انوثت کا خاصہ ہے کہ حاکم عورت ہی کو مظلوم سمجھتا ہے اس لیے عموماً انہی کو ڈگریاں ملتی ہیں اور فوراً مرد کو خلع یا طلاق پر مجبور کیا جاتا ہے۔

ہندوستان میں یہ حالت ہے اول تو کوئی عورت خلع و طلاق کو گوارا نہیں کرتی اور جو سخت مصیبت میں خلع کی درخواست کرتی بھی ہے تو یہ حال ہوتا ہے کہ کانپور میں ایک قصبہ میں قاضی صاحب کے کہنے سے مرد خلع پر راضی ہو گیا پھر جب اس نے عورت کو طلاق دی تو حالانکہ خود اس کی درخواست پر تھی۔ لیکن طلاق دیتے ہی وہ دھاڑیں مار کر روتی تھی کہ ہائے میں برباد ہوگئی ہائے میں تباہ ہوگئی۔ (حقوق الزوجین)

عفت و پاکدامنی

ایک بڑی صفت عفت (پاک دامنی) کی تو ان میں ایسی ہے کہ اس کے دیکھتے ہوئے یہ آیت ان پر صادق آتی ہے:

﴿فِيهِنَّ قَٰصِرَٰتُ ٱلطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ﴾

''حق تعالیٰ نے حوروں کی تعریف میں بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنی نگاہوں کو شوہر ہی پر منحصر کرنے والی ہوں گی کسی غیر پر نظر نہ ڈالیں گی۔''

واقعی ہندوستان کی عورتیں اس صفت میں تمام ممالک کی عورتوں سے ممتاز ہیں ہم نے دیکھا ہے کہ بعض مرد بدصورت بھی ہوتے ہیں مگر ان کی بیویاں بجز شوہر کے کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتیں۔ واقعی ہندوستان کی عورتیں تو اس صفت میں حوریں ہیں اپنے شوہروں کی عاشق ہوتی ہیں۔ گو شوہر کیسا ہی ہو۔

گھروں میں بیٹھنے والیاں تو ہیں ہی یہاں کی باہر پھرنے والیاں بھی اکثر پاک وصاف

ہیں۔ جب گھر سے نکلتی ہیں تو نگاہیں نیچے کیے ہوئے گھونگھٹ نکالے ہوئے راستہ میں کسی کو سلام تک نہیں کرتیں ان کو مردوں سے شرم ہوتی ہی ہے غیر عورتوں سے اور بڑی عمر والی عورتوں سے بھی شرم آتی ہے۔ اگر کوئی مرد ان سے بات پوچھے تو اکثر جواب نہیں دیتیں یا دیتی ہیں تو صرف اشارہ سے۔

باہر پھرنے والیوں کی عفت کا بھی یہی حال ہے کہ اپنے مرد کے سوا دوسری طرف کبھی تمام عمر بھی ان کا خیال نہ گیا ہوگا یوں سو پچاس میں کوئی ایک بدذات ہو جائے تو قابل شمار نہیں اور اگر عورتوں کو کسی میں یہ عیب معلوم ہو جائے تو اس کو برادری سے خارج کر دیتی ہیں میں تو کہتا ہوں کہ (مردوں میں) ایک فیصد نکلے گا جو نظر یا خیال سے محفوظ ہو اور عورتوں میں شاید ایک فیصد نکلے جو ناپاک ہو۔

ہندوستان کی عورتوں کو اپنے شوہروں کے سوا کسی کی طرف میلان نہیں ہوتا بعض عورتوں کو عمر بھر غیر مرد کا وسوسہ نہیں آتا اور اگر ان کو کسی غیر کا میلان اپنی طرف معلوم ہو جائے تو اس سے سخت نفرت ہو جاتی ہے۔ یہاں کی یہی تہذیب ہے مگر یورپ کی یہ تہذیب ہے کہ اگر وہاں کی عورتیں کسی کو اپنی طرف مائل دیکھتی ہیں، تو اس کی خوب خاطر مدارت کرتی ہیں۔ اور ہندوستان کی عورتوں کو جو اپنے مردوں کے ساتھ اس قدر تعلق ہے یہ زمین ہند کا خاصہ ہے اور ستی کی رسم کا منشاء بھی یہی تعلق ہے، گو یہ غلو ہے۔ تو ہندوستان کا مذاق میلان النساء الی الرجال ہے اور عرب کا مذاق میلان الرجال الی النساء ہے اور سب سے گندہ مذاق فارس کا ہے۔ یعنی میلان الرجال الی الرجال۔ (حقوق الزوجین)

صبر و تحمل

یہ بے چاری عموماً ایسی بے کس و بے بس ہوتی ہیں کہ کسی سے کچھ شکایت کر ہی نہیں سکتیں ا اگر کسی کے ماں باپ زندہ بھی ہوں جب بھی شریف عورتیں اپنے خاوند کی شکایت کسی سے نہ کرتیں۔ (التبلیغ) عرب و بھوپال میں سنا ہے کہ آئے دن عورتیں قاضی کے یہاں کھڑی ہیں ذرا ان کے آرام میں کمی ہوئی عدالت میں پہنچیں یہاں کی طرح نہیں کہ عورتیں عدا کے نام سے بھی کانپتی ہیں چاہے مرجائیں مگر عدالت میں نہیں جاسکتیں یوں آپس میں عز میں ہزار باتیں ہزار شکایتیں کرلیں گی یہ تو ان کا مشغلہ ہی ہے مگر جب کچہری کا نام آ۔

کانوں پر ہاتھ رکھ لیں گی کہ خدا نہ کرے جو حاکم کے یہاں ہم جائیں میں یہ نہیں کہتا کہ ہمارے اطراف میں کوئی عورت بھی ایسی نہیں جو عدالت میں جاتی ہو ہزاروں میں ایک دو ایسی بستی بھی نکلیں گی مگر غالب حالت عورتوں کی اس علاقہ میں یہی ہے کہ عدالت جانے سے گھبراتی ہیں۔ (التبلیغ)

کسر نفسی و حق وضعی

عرب یا بعض ہندوستانی ریاستیں کہ وہاں عورت قاضی کے یہاں جا کر نالش کر دیتی ہے اب یا تو قاضی کی تجویز کے موافق نان ونفقہ دینا پڑتا ہے ورنہ جبراً طلاق دلوائی جاتی ہے جس کے بعد فوراً عورت کی طرف سے مہر کی نالش ہو جاتی ہے اور بعض ممالک میں نکاح کے وقت ہی مہر پیشگی دھروا لیتے ہیں یہ بے چاری ہندوستان ہی کی عورتیں کہ جو مہر بھی معاف کر دیتی ہیں اور عمر بھر نان نفقہ کی تکلیف بھی سہتی ہیں۔ (التبلیغ)

عرب میں مہر کے متعلق یہ رسم ہے کہ عورتیں مردوں کی چھاتی پر چڑھ کر مہر وصول کرتی ہیں اور ہندوستان میں اس کو بڑا عیب سمجھا جاتا ہے ہندوستان کی عورتیں مہر کو زبان پر بھی نہیں لاتیں اور خاوند کے مرتے وقت اکثر بخش ہی دیتی ہیں۔ (ایضاً)

ایثار اور جاں نثاری کا جذبہ اور شوہر کی عزت خیال

غرض عورتوں میں خصوصاً ہندوستان کی عورتوں میں عیب ہی عیب نہیں بہت سے فضائل بھی ہیں مردوں کی جاں نثار اس قدر ہیں کہ خاوند سے لڑیں گی روئیں گی جھکیں گی مگر کب تک جب تک بے فکری اور فرصت ہو اور جہاں خاوند کا ذرا کان گرم ہو اسی وقت لڑائی جھگڑا سب بھول گئیں اور اب یہ حالت ہے نہ کھانے کا ہوش ہے نہ پینے کا ہوش ہے رات بھر کھڑے گزر گئی کسی تنت پنکھا ہاتھ سے نہیں گرتا کوئی دیکھنے والا نہیں کہہ سکتا کہ یہ وہی ہیں جو ایک وقت میں لڑ رہی ہیں بس اس وقت اپنے آپ کو فنا کر دیتی ہیں۔

اسی طرح عورتوں میں ایثار اس قدر ہے کہ روزمرہ کھانا اس وقت کھاتی ہیں مردوں کو پہلے لا لیتی ہیں اور اچھے سے اچھا اوپر کا تار مردوں کے لیے نکالتی ہیں نیچے کا تلچھٹ اور بچا کچا اپنے لیے اگر کسی وقت مہمان بے وقت آ گیا تو خاوند کی بات کو اور عزت کو ہرگز نیچا نہ کریں گی بلکہ جو گھر میں ہے فوراً مہمان کو کھلا دیں گی خود فاقہ کر دیں گی یہ اخلاق ایسے پاکیزہ ہیں کہ ان سے

بڑے درجے حاصل ہو سکتے ہیں اکثر مردوں کو یہ اخلاق حاصل ہی نہیں۔ (التبلیغ)

ہندوستانی عورتوں کی وفاداری

واقعی ہندوستان کی عورتیں دیگر ممالک کی عورتوں سے ممتاز ہیں یہ (عورتیں) تو نکاح کر کے شوہر کے ساتھ ایسی وابستہ ہو جاتی ہیں کہ اپنے ماں باپ کو اکثر دفعہ چھوڑ دیتی ہیں چنانچہ اگر اس کے باپ یا ماں یا اور کسی عزیز (رشتہ دار) کے ساتھ کبھی شوہر کی ان بن ہو جائے تو عورت عموماً شوہر کا ساتھ دیتی ہے ماں باپ کا ساتھ نہیں دیتی۔

یہ بے چاری ہندوستان کی عورتیں ہیں جو مہر بھی معاف کر دیتی ہیں اور عمر بھر نان نفقہ کی تکلیف بھی سہتی ہیں خیر کسی کے پاس ہو ہی نہیں تو اس کی شکایت نہیں اس صورت میں تو عورتیں خود محنت مزدوری کر کے شوہر کو بھی کھلاتی ہیں۔ (ایضاً)

اگر خاوند بے توجہی سے یا اور کسی وجہ سے لڑ بھڑ کر یا ناداری کی وجہ سے یا قید ہو کر گھر سے چلا جائے اور پچاس برس تک باہر رہے اپنی خبر تک بھی نہ دے کہ مر گیا ہوں یا زندہ ہوں اور بیوی کی کوئی معاش بھی نہ ہو اس پر بھی وہ جس وقت آئے گا بیوی کو اس کونے میں بیٹھا دیکھ لے گا جس میں چھوڑ کر گیا تھا آنکھوں سے دیکھ لے گا کہ نامراد مر رہی ہے' سڑ رہی ہے' مردوں سے بدتر حالت ہے مگر یہ نہیں ہوا ہوگا کہ امانت میں خیانت کی ہو یا کسی اور پر نگاہ ڈالی ہو یہ صفت ایسی ہے کہ اس کے واسطے سب ناز گوارا کئے جا سکتے ہیں اس صفت کے سامنے کسی عیب پر بھی نظر نہیں پڑنا چاہئے۔ (التبلیغ)

کانپور میں دیکھا گیا ہے کہ بعض عورتوں نے خاوند کے ظلم اور مار کٹائی سے تنگ آ کر قاضی جی کے یہاں جا کر طلاق لینے کی درخواست کی قاضی جی نے کوشش کر کے طلاق دلوادی ساری عمر کی مصیبتوں اور پٹائی کی وجہ سے طلاق لے تو لی مگر طلاق کے وقت زار و قطار روتی تھیں اور یہ حالت تھی کہ مر جائیں گی یا زمین پھٹ جائے تو اس میں سما جائیں گی۔

عورتوں کی یہ بات بہت قابل قدر ہے کہ ان کو خاوند سے عشق ہوتا ہے۔ ہماری عورتوں میں محبت کا مادہ اس قدر ہے کہ سچ مچ عشق کا مرتبہ ہے پھر کیا اس کی یہی قدر ہے کہ ان کو تکلیف دی جائے یا ذرا سی ناگواری پر ان کو الگ کر دیا جائے۔ (ایضاً)

☆☆☆

باب:۳

بیوہ عورت کے بیان میں بیوہ عورت کا نکاح

جہالت کی کثرت کے سبب سے اکثر لوگ بیوہ کے نکاح ثانی کو معیوب سمجھتے ہیں بعض جگہ تو یہاں تک غضب سنا ہے کہ منگنی ہونے کے بعد اگر لڑکا مر گیا تو پھر لڑکی کو تمام عمر بٹھلائے رکھا اور یہ بکثرت ہے کہ شادی کے بعد بچپن یا جوانی میں بیوہ ہوگئی بس اب اس کی شادی کرنا گویا بڑا گناہ سمجھا جاتا ہے۔

بعض لوگ اگر چہ علم دین اور وعظ کے چرچوں کے سبب سے اب اس درجہ کا عیب نہیں سمجھتے مگر تاہم جس طرح اس لڑکی کی پہلی شادی کی فکر تھی دوسری شادی کی فکر اس سے آدھی بھی نہیں یعنی اہتمام نہیں۔ (اصلاح انقلاب)

بیوہ کا نکاح نہ کرنا زمانہ جاہلیت کی رسم ہے

عرب میں بھی یہ رسم تھی کہ جب کوئی شخص مال چھوڑ کر مر جاتا ہے تو اس کی بیوی کو نکاح نہیں کرنے دیتے تاکہ اس کا مال اس کے پاس رہے اور یہ رسم ہندوستان میں بھی ہے کہ بیوہ کا نکاح نہیں کرنے دیتے اکثر اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ اس کی جائیداد علیحدہ کرنی پڑے گی۔ صاحبو! اس کی اصلاح کرنی ضروری ہے خدا کے لیے اپنی حالت پر توجہ کرو اور اس رسم جاہلیت کو مٹانے کی کوشش کرو۔ (حقوق الزوجین)

بعض صورتوں میں بیوہ کا نکاح فرض ہے

بعض صورتوں میں نکاح ثانی بھی نکاح اول کی طرح فرض ہے مثلاً عورت جوان ہے، قرائن سے طبیعت میں تقاضا معلوم ہوتا ہے تجرد (شادی نہ کرنے میں) فساد کا اندیشہ ہے یا نان نفقہ کی تنگی ہے اور افلاس میں آبرو اور دین کے ضائع ہونے کا احتمال ہے تو بے شک ایسی عورت کا نکاح ثانی کرنا فرض ہوگا۔ (اصلاح الرسوم)

کنواری کے مقابلہ میں بیوہ کا نکاح زیادہ ضروری ہے

اگر غور سے کام لیا جائے تو بہ نسبت پہلے نکاح کے (جب کہ وہ کنواری تھی) دوسرا نکاح اس

بیوہ کا اہم ہے کیونکہ پہلے تو وہ خالی الذہن تھی صالح زوجیت کا یا تو علم ہی نہ تھا یا تھا علم الیقین تھا (یعنی صرف علم تھا) اور اب اس کو عین الیقین (یعنی مشاہدہ) ہوگیا ہے اس حالت میں وساوس و حسرات کا ہجوم زیادہ ہوتا ہے جس سے کبھی صحت کبھی آبرو کبھی دین کبھی سب برباد ہو جاتے ہیں۔(اصلاح انقلاب)

کنواری کے مقابلے میں بیاہی عورت کی نگرانی وحفاظت کی زیادہ ضرورت ہے

عام لوگوں کا یہ خیال ہے کہ کنواری کی حفاظت زیادہ ضروری ہے۔ بیاہی ہوئی کی نگہبانی کی ضرورت نہیں اور یہ خیال ہندوؤں سے ماخوذ ہے اس کا منشاء یہ ہے کہ اگر کنواری سے کوئی بات ہو جاتی ہے تو اس میں بدنامی اور رسوائی ہوتی ہے اور بیاہی سے کوئی بات ہو جاتی ہے تو بدنامی اور رسوائی نہیں ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کا تو شوہر ہے اس کی طرف نسبت کی جائے گی مگر یہ خیال محض جہالت پر مبنی ہے۔

جب انسان دین چھوڑتا ہے تو عقل بھی رخصت ہو جاتی ہے اگر عقل سے کام لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ کنواری کی حفاظت کی اتنی ضرورت نہیں جتنی بیاہی ہوئی کے لیے ضروری ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ کنواری میں قدرتی طور پر شرم وحجاب بہت ہوتا ہے تو اسکے ساتھ ایک طبعی مانع موجود ہے اور بیاہی ہوئی کی طبیعت کھل جاتی ہے۔ مانع طبعی اس کے ساتھ موجود نہیں رہتا اس لیے اس کی عصمت وعفت محفوظ رکھنے کے لیے بہت بڑی نگہبانی کی ضرورت ہے نیز کنواری کو رسوائی کا خوف بھی زیادہ ہوتا ہے اور بیاہی کو اتنا خوف نہیں ہوتا اس لیے بیاہی ہوئی کی طبیعت برے کاموں پر کنواری سے زیادہ مائل ہوسکتی ہے اس کی حفاظت کنواری سے زیادہ ہونی چاہیے مگر لوگوں نے اس کے الٹا کر رکھا ہے کیونکہ آج کل اس کی پرواہ نہیں کی جاتی کہ عصمت وعفت محفوظ رہے صرف اپنی بدنامی اور رسوائی کی پرواہ کی جاتی ہے۔(عضل الجاہلیہ)

بیوہ عورت کا نکاح نہ کرنے کی خرابی

بہت سی قوموں میں اب تک یہ جہالت موجود ہے کہ بیوہ بیٹھی رہتی ہے بعض اوقات یہ غریب کھانے پینے سے محتاج ہو جاتی ہے اکثر شرافت عرفیہ (رسمی شرافت) لیے ہوئے ہے تو

کسی کی مزدوری نہیں کر سکتی اور اگر دوسرے گھر کی مزدوری گوارا کی تو بعض اوقات (اسی گھر میں) رہنا پڑتا ہے چونکہ اسکا کوئی سر پرست نہیں ہوتا بدنفس برے خیالات کے لوگ اس بیچاری کے درپے ہوتے ہیں اور کبھی ترغیب (لالچ) اور کبھی ترہیب (ڈرادھمکا کر) کسی حیلہ بہانہ سے خاص کر جب کہ اس میں بھی نفسانی خواہش ہو اس کی آبرو اور دین خراب کر دیتے ہیں۔ (اصلاح انقلاب)

بیوہ انکار کرے تب بھی شفقت اور خیر خواہی کا تقاضا یہ ہے کہ اسکا نکاح کر دیا جائے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے پوچھا تھا وہ راضی نہیں ہوتی مجھ کو اس میں بھی کلام ہے کہ جو طریقہ پوچھنے کا ہوتا ہے کیا اسی طرح پوچھا تھا؟ یا چلتی ہوئی بات کہہ کر الزام اتار دیا؟ پوچھنے پر جو بیوہ انکار کرتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جانتی ہے کہ اگر میں ایک دم سے راضی ہو جاؤں گی تو خاندان کے لوگ یہی کہیں گے کہ یہ تو منتظر ہی بیٹھی تھی خاوند کو ترس رہی تھی اس میں بدنامی ہوگی اس خوف سے وہ ظاہراً (دکھلانے کے لئے) انکار کر دیتی ہے۔

ہونا یہ چاہیے کہ اس کو اچھی طرح مصلحتیں بتلاؤ اس کے وسوسے رفع کرو۔ شفقت اور اہتمام سے گفتگو کرو (اس کو سمجھاؤ) نکاح کے فوائد اور نہ ہونے کے نقصانات بتلاؤ اور اگر اسپر بھی وہ راضی نہ ہو تو تم معذور ہو۔ (اصلاح انقلاب)۔

عمر رسیدہ بچوں والی بیوہ نکاح نہ کرے تو حرج نہیں

غرض حتی الامکان بیوہ کا نکاح ہی کر دینا مناسب ہے البتہ اگر کوئی بیوہ بچہ والی ہو اور عمر بھی ڈھل گئی ہو اور کھانے پینے کی بھی گنجائش ہو اور وہ انکار کرتی ہو اور قرائن سے شوہر سے اس کا استغناء (بے نیاز ہونا) معلوم ہو تو اس کے لیے اہتمام ضروری نہیں۔ (اصلاح انقلاب)

بیوہ عورت پر اس کے سسرال والوں کی طرف سے ظلم

بعض مسلمان قوموں میں یہ بات ہے کہ شوہر کے مرنے کے بعد عدت میں شوہر کے گھر والے اپنا حق سمجھتے ہیں یعنی ماں باپ اس کے مالک نہیں رہتے بلکہ دیور سسر مالک ہو جاتے ہیں۔ بلکہ وہ عورت خود بھی اپنی مالک نہیں رہتی نہ وہ خود اپنا نکاح کر سکے۔ نہ ماں باپ کر سکیں بلکہ جہاں جیٹھ وغیرہ کرنا چاہیں وہاں ہوگا۔ مثلاً سسر چاہے کہ اپنے چھوٹے بیٹے سے نکاح

کردوں اور باپ چاہے کہ دوسری جگہ کرے تو باپ کا کچھ زور نہ چلے گا اور تمنا یہ ہوتی ہے کہ بہو گھر سے باہر نہ جائے۔

کانپور میں ایک دیور سے زبردستی لڑکی کا نکاح کر دیا گیا۔ عورت اس لیے مجبور ہوتی ہے کہ اگر سسر کا کہنا نہ مانوں تو روٹی نہیں ملے گی۔ میرے پاس ایک شخص آیا کہ میری بھاوج پر میرا حق ہے اور دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے ایسا کوئی تعویذ دو کہ وہ مجھ سے نکاح کر لے۔ ایک اور عورت نے اپنی بہو کا نکاح ایک بچہ سے کر دیا افسوس یہ ہے کہ عورت کے عقل پر تو پردہ پڑا ہی تھا مردوں کی عقل بھی ماری گئی تھی ان کو بھی اس کا کچھ خیال نہیں ہوتا اور اس کو اپنے نزدیک ہلکی بات سمجھتے ہیں۔ نانوتہ میں ایک بیوہ کا نکاح ہوا اور رخصتی ہوئی وہ راضی نہ ہوتی تھی اس کو جبراً بارات کے ساتھ کر دیا گیا اور یہ کہہ دیا گیا کہ وہاں لے جا کر اس کو راضی کر لینا۔

اور یہاں ایک نکاح عدت میں ہوا جب میں نے پوچھا تو کہنے لگے کہ نکاح کی نیت سے نہیں کیا ذرا باڑھ لگا دی ہے تا کہ کسی اور سے نکاح نہ کر سکے مگر اس کمبخت نے عدت کے بعد پھر بھی نکاح نہ کیا اس پر لوگ شکایت کرتے ہیں کہ وبا آ گئی طاعون آ گیا۔ جب لوگ اس طرح حلال کے پردہ میں حرام کریں تو طاعون کیوں نہ آئے۔ (عضل الجاہلیہ)

ظلم در ظلم

غرض عورتوں پر اس طرح ظلم ہو رہا ہے کہ ہر طرح ان پر اپنا حق سمجھتے ہیں اور اس کا اتنا عام اثر ہے کہ عورت بھی اپنے آپ کو ان کی مملوک سمجھتی ہے اور اس کو یہ بھی خبر نہیں کہ مجھ پر ظلم ہو رہا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ ہوتا ہے کہ کبھی یہ مظلومیت ظالمیت ہوتی ہے جیسے کسی نے کہا ہے اس قدر سمٹی پریشانی کی جمعیت ہوئی مثلاً شوہر مر گیا اور کچھ ترکہ چھوڑا نہیں صرف بیوی چھوڑی اور ساس سسر بہو سے تنگ ہیں مگر بہو ہے کہ جاتی نہیں کہ میرا تو یہی گھر ہے جہاں ڈولا آیا وہیں سے کھٹولا نکلے گا چونکہ اس ظلم سے یہ اپنے کو مملوک سمجھنے لگی تو اس کے نزدیک بھی اپنے ماں باپ سے کوئی تعلق نہیں رہا اب وہ ساس سسر پر اپنا حق سمجھنے لگی اور اس سے اس پر ظلم ہونے لگا بہت اچھا ہوا تمہاری سزا یہی ہے۔ غرض یہ نوبت پہنچ گئی ہے کہ مالک تو مالک مملوک بھی ظلم کرنے لگا۔

شریعت کی مخالفت اور جاہلانہ رسم

غرض جاہلوں کو الگ خبط ہے کہ بہو کو اپنی ملک سمجھتے ہیں سسرال والے لڑکی کے ماں باپ کی

بات چلنے نہیں دیتے اپنا سمجھتے ہیں یہ پہلا گناہ ہے ماں باپ کے حق کو روکتے ہیں یہ دوسرا گناہ ہے۔

تیسرے جوان عورت کو اختیار ہے کہ جہاں چاہے اپنا نکاح کرے یہ لوگ اس کو باطل کرتے ہیں تو شریعت کی کتنی مخالفت کی عورت کی آزادی کھوئی ماں باپ کا حق غارت کیا اور اپنا حق قائم کیا افسوس تو یہ ہے کہ ایسے لوگ اپنے کو اچھا بھی سمجھتے ہیں کہ ہم نے بیوہ کا نکاح کر دیا حالانکہ انہوں نے نکاح کی کوئی مصلحت ملحوظ نہیں رکھی۔

عرب میں بھی اس قسم کے ظلم ہوتے تھے حضور ﷺ نے تشریف لا کر اس کو مٹایا آپ نے فرمایا کہ چھ شخصوں پر میں اور حق تعالیٰ اور فرشتے لعنت کرتے ہیں ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو رسم جاہلیت کو تازہ کرتا ہے تو اس کے بارے میں تم لوگ شریعت کا مقابلہ کر رہے ہو۔ خدا کے لیے ان رسوم کفار کو چھوڑ دو اس رسم جاہلیت کو مٹانے کی کوشش کرو۔

زبردستی کا نکاح

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے اسکی (بیوہ) کی زبان سے اذن کہلوایا تھا یعنی (اجازت لے لی تھی) تو یہ زبان سے کہلوانا بھی محض نام کرنے کو ہے تا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ بے پوچھے نکاح کر دیا کیونکہ مسئلہ یہ ہے کہ بیوہ کا نکاح بغیر زبان سے کہے جائز نہیں ہوتا طیب خاطر (دلی رضامندی) کا اس میں بالکل خیال نہیں کیا جاتا اور بعض مرتبہ تو بے پوچھے ہی نکاح کر دیتے ہیں اور بعض لوگ زبان سے گو کہلواتے ہیں مگر پھر بھی تو اس پر ظلم ہوا کیونکہ یہ لوگ اپنے آپ کو مالک سمجھ کر کہلواتے ہیں دوسری خرابی اس میں یہ ہے کہ ماں باپ کو مالک نہیں سمجھتے۔

عورت کے بیوہ ہو جانے کے بعد سسرال والوں کو کیا کرنا چاہیے

اسلامی تعلیم

(شوہر کے مر جانے اور عورت کے بیوہ ہو جانے کے بعد) ان کو (میراث) کا حصہ دے کر (عدت کے بعد) اس کے ماں باپ کے سپرد کر دو۔ اپنے گھر میں نہ رکھو کیونکہ جب تک اپنے گھر میں رکھو گے یہ خیال دل سے نہ نکلے گا تو واجب ہے کہ حصہ دے کر ماں باپ کے سپرد کر دو خواہ وہ اس کو بٹھلا دیں یا کہیں نکاح کر دیں۔ (عضل الجاہلیہ)

باب:۴

(برابری) کا بیان

کفایت کی اہمیت اور کفو میں شادی نہ کرنے کی خرابی

شریعت نے کفایت (برابری) میں چند اوصاف کا اعتبار کیا ہے اور بہتر یہی ہے کہ منکوحہ (لڑکی) اپنے ہی کفو کی لائے کیونکہ غیر کفو کے اخلاق و عادات اکثر اپنے موافق نہیں ہوتے جس کی وجہ سے ہمیشہ آپس میں ناچاقی رہتی ہے نیز وہ منکوحہ مرد کے خاندان میں بے قدر رہتی ہے۔ تو ایک مسلمان عورت کو بلاوجہ عمر بھر کے لیے بے قدر کرنا کیا ضروری ہے۔

نیز عرفاً اس کی اولاد کی شادی میں دشواریاں پیش آتی ہیں اس لیے بلاضرورت ان کلفتوں میں کیوں پڑے۔

اگر اولاد غیر کفو سے ہوئی تو اہل برادری عرفاً اس کو اپنے برابر کا نہیں سمجھیں گے اور اس کی شادی وغیرہ کرنے میں تنگی ہوگی۔ (اصلاح انقلاب)

(الغرض غیر کفو میں نکاح) غیرت و مصلحت کے بھی خلاف ہے شریفہ کو دنی (کم مرتبہ والے کا) فراش بنایا جاتا ہے۔ نیز اکثر ایسے موقع پر عورت کی نظر میں خاوند کی وقعت بھی نہیں ہوتی جس سے نکاح کی تمام مصلحتیں فوت ہو جاتی ہیں۔ (اصلاح انقلاب)

کفایت کا اعتبار کرنے کی وجہ اور اس کا دار و مدار

وجہ اس کی یہ ہے کہ کفایت کا اعتبار عار دفع کرنے کے لیے ہے (یعنی) اٹل مدار عار و عدم عار ہے اور عار کا مدار عرف پر ہے۔ (امداد الفتاویٰ)

کفایت میں اعتبار مرد کی جانب سے ہے نہ کہ عورت کی جانب ہے

یعنی مرد عورت سے کم درجہ کا نہ ہونا چاہیے البتہ اگر عورت کم درجہ کی ہو تو گوارہ کیا جاسکتا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ کم ذات کو خواہ لڑکی دے دے مگر کم ذات کی لڑکی لے نہیں کیونکہ اگر کم ذات کی لڑکی آتی ہے اور اس سے اولاد ہوتی ہے تو اپنے خاندان کی نسل بگڑتی ہے اور اگر کم ذات کے گھر لڑکی چلی گئی تو اس کی نسل سنورتی ہے (حالانکہ یہ بالکل غلط ہے اس نظریہ میں)

شریعت کے ساتھ مزاحمت ہے فقہ کا مسئلہ ہے۔

الکفائۃ معتبرۃ من جانبہ ای الرجل لان الشریفۃ تابی ان تکون فراشا لادنی ولا تعتبر من جانبھا لان الزوج مستفرش فلا تغیضہ (الخ)

''کفایت مرد کی جانب سے معتبر ہے کیونکہ شریف (اونچے خاندان) کی عورت کم درجہ کے مرد کی فراش بننے سے انکار کرتی ہے۔ اور کفایت عورت کی طرف سے معتبر نہیں کیونکہ خاوند صاحب فراش ہے تو وہ فراش کے استعمال میں کراہت نہیں کرتا اور یہ مسئلہ سب کے نزدیک صحیح ہے۔ (اصلاح انقلاب)

غیر کفو میں نکاح منعقد ہونے نہ ہونے کی تحقیق و دلیل

غیر کفو میں نکاح ہونے کی کئی صورتیں ہیں بعض میں نکاح بالکل باطل ہو جاتا ہے اور بعض میں صحیح اور لازم ہو جاتا ہے یعنی فسخ کا اختیار بھی نہیں رہتا۔ اور بعض میں صحیح تو ہوتا ہے مگر لازم نہیں ہوتا بلکہ فسخ کا اختیار رہتا ہے۔

پہلی صورت: بالغ عورت عصبہ ولی کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرے اس صورت میں فتوی اس پر ہے کہ نکاح صحیح نہیں ہوتا بلکہ بالکل باطل ہے حتی کہ اگر نکاح کے بعد ولی عصبہ جائز بھی رکھے تب بھی صحیح نہیں ہوتا کیونکہ نکاح سے قبل اجازت کا ہونا شرط ہے لہٰذا عورت کو لازم ہے کہ ایسا ہرگز نہ کرے اگر کرے گی تو نکاح کالعدم ہونے کی وجہ سے ہمیشہ معصیت میں مبتلا رہے گی۔ (کذافی الدر المختار)

دوسری صورت: یہ ہے کہ باپ دادا نے بدرستی ہوش وحواس نابالغ کا نکاح غیر کفو میں کیا ہو اور وہ باپ دادا معروف بسوء الاختیار (بدخواہ) نہ ہوں اس صورت میں نکاح لازم ہو جاتا ہے اور اس نکاح کو فسخ کرانے کا بھی اختیار نہیں ہے۔

تیسری صورت: یہ کہ باپ دادا کے سوا کسی دوسرے ولی نے نابالغ کا نکاح غیر کفو میں کر دیا ہو یا باپ دادا نے کیا ہو مگر وہ معروف بسوء الاختیار (بدخواہ) ہوں یا نشہ کی حالت میں نکاح کیا ہو اس صورت میں بھی نکاح باطل ہے۔

چوتھی صورت: یہ کہ بالغہ عورت کا نکاح ولی کی اجازت سے غیر کفو میں ہوا ہو اس کا حکم یہ ہے کہ نکاح صحیح اور لازم ہو جاتا ہے اور کسی کو فسخ کا اختیار نہیں رہتا۔ (الحیلۃ الناجزہ)

فصل: ۴

حسب ونسب کا بیان

حسب نسب کی تعریف

شریعت نے کفایت برابری میں جن اوصاف کا اعتبار کیا ہے۔ان میں ایک نسب بھی ہے۔
(امداد الفتاویٰ)

نسب نسبت الی الاباء ہے (یعنی آباؤ اجداد کی طرف نسبت کرنے کو کہتے ہیں) اور حسب لغت عام ہے۔ (کمافی القاموس)

لیکن عرف میں خاص ہے۔شرف نفس (ذاتی شرافت) کے ساتھ خواہ دینی ہو یا دنیاوی کفایت اورنسب کی طرح یہ بھی معتبر ہے چنانچہ فقہاء کا دیانة و ما لا و حرفة کہنا اس کی صریح دلیل ہے اور اس کا مدار بھی عرف پر ہے۔ (الحیلة)

نسب اور خاندانی اختلاف کی حکمت

یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا۔
(الحجرات)

"یعنی اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو مختلف قومیں اور خاندان بنائے تا کہ ایک دوسرے کی شناخت کرسکو۔"

جس میں یہ بھی داخل ہے کہ کون ہمارا عصبہ (قریبی اور دور کا رشتہ دار ہے) تا کہ ان کے حقوق ادا کرسکو۔

یہاں حق تعالیٰ نے مختلف خاندانوں اور مختلف قوموں کے بنانے میں یہ حکمت بتلائی ہے کہ اس سے تعارف اور شناخت ہو جاتا ہے کہ یہ قریشی ہے' یہ انصاری ہے' یہ صدیقی ہے' یہ فاروقی ہے' اگر یہ تفاوت نہ ہوتا تو امتیاز سخت دشوار ہو جاتا کیونکہ ناموں میں اکثر توارد ہوتا ہے (یعنی ایک جیسے ہوتے ہیں) ایک ہی نام کے بہت سے آدمی ہوتے ہیں۔اور کسی قدر امتیاز سکونت کی جگہ سے ہو جاتا ہے کہ ایک دہلوی ہے' ایک لکھنوی' پھر ایک شہر میں بھی ایک نام کے بہت سے ہوتے ہیں تو محلوں کے نام سے امتیاز ہو جاتا ہے اور محلہ میں بھی ایک نام کے دو تین ہوتے ہیں تو

قبائل کی طرف سے نسبت سے امتیاز حاصل ہو جاتا ہے یہ حکمت ہے قبائل کے مختلف ہونے کی۔

مگر آج کل بھائیوں نے اسی کو مدار فخر بنا لیا ہے اب یہاں دو قسم کے لوگ ہو گئے ہیں بعض نے تو نسب و شرف کی جڑ ہی اکھاڑ دی ان کو اس سے شبہ ہے کہ اس آیت میں اختلاف قبائل کی حکمت صرف تعارف بتلائی گئی ہے۔ اس پر نظر کر کے بعض لوگوں نے شرافت نسب کا انکار کر دیا کہ اس سے کچھ شرف نہیں ہوتا بلکہ جس طرح دہلوی، لکھنوی، ہندوستانی، بنگالی یہ سب نسبتیں تعارف کے لیے ہیں اور ان سے کچھ شرف حاصل نہیں ہوتا اسی طرح قریشی، انصاری، سیدی اور فاروقی، عثمانی وغیرہ یہ نسبتیں بھی شناخت کے لئے ہیں ان سے بھی کچھ شرف حاصل نہیں ہوتا۔

اور استدلال کیا ہے لِتَعَارَفُوْا سے کہ نسب کا فائدہ محض تعارف ہے اس سے کوئی شرف حاصل نہیں ہوتا۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ قرآن کی دوسری آیتوں اور احادیث کو بھی دیکھنا چاہیے۔ (التبلیغ الاکرمیہ)

نسب کی بنا پر شرافت ایک واقعی حقیقت ہے

ا۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَ جَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ۔

''اور تحقیق ہم نے نوح اور ابراہیم علیہما السلام کو بھیجا اور نبوت و کتاب کو ان کی ذریت میں دے دیا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ نوح اور ابراہیم علیہما السلام کے بعد سے ان کی ذریت میں نبوت اور کتاب منحصر کی گئی تو اولاد ابراہیم علیہ السلام کو باقی خاندان والوں پر یہ شرف حاصل ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے قیامت تک نبوت اور کتاب اسی خاندان میں منحصر ہو گئی۔

۲۔ احادیث کو بھی ملانا چاہیے ایک حدیث میں آیا ہے۔ اَلنَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا کہ جیسے چاندی سونے کی کانیں ہیں اسی طرح آدمیوں کی بھی مختلف کانیں ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو خاندان جاہلیت میں اچھے شمار ہوتے تھے وہی اسلام کے بعد بھی اچھے ہیں جب کہ علم بھی حاصل کر لیں۔

بعض حضرات نے یہ سمجھا ہے کہ اس میں قید اِذَا فَقِهُوْا اہل النساب کے واسطے مضر ہے مگر کچھ بھی مضر نہیں کیونکہ حضور ﷺ فقہ کے بعد خِیَارُ فِی الْجَاهِلِيَّةِ کو خیار الاسلام فرما رہے ہیں تو فقہ کے بعد مساوات نہ رہی۔ بلکہ حاصل یہ ہوا کہ فقیہ غیر صاحب نسب فقیہ صاحب نسب کے برابر نہیں بلکہ فقیہ صاحب نسب افضل ہوگا تو کوئی بات تو ہے جس کی وجہ سے وہ خیار الافضل ہوئے ہیں۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ صاحب نسب جاہل سے غیر صاحب نسب عالم افضل ہے اس کا ہم کو انکار نہیں۔ مگر حدیث سے اتنی بات معلوم ہوگئی کہ شرف نسب بھی کوئی چیز ضرور ہے۔ جس کے ساتھ علم وفقہ مل جائے تو صاحب نسب غیر صاحب نسب سے بہتر ہوگا۔

۳۔ نیز حدیث میں ہے کہ اَلْأَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ کوئی تو وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے امامت کو قریش کے ساتھ مخصوص فرمایا (یعنی) امامت کبریٰ میں قریشیت کو شرط ٹھہرایا اور امامت صغریٰ میں خاندانی شرافت کو مرجحات میں سے کہا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ اہل انساب میں شان قبوعیت (سرداری کی شان) دوسروں سے زیادہ ہے۔ التبلیغ)

الائمہ من قریش ایک انتظامی مصلحت ہے قدرتی طور سے اللہ تعالیٰ نے قریش کو فضیلت دی ہے تو جب ائمہ و امراء ان میں سے ہوں گے تو اوروں کو ان کی اتباع سے عار نہ ہوگا اور ان کو دوسرے کی اتباع سے عار ہوتا اور جنگ و جدال کی صورت قائم ہوتی۔

نیز یہ قاعدہ ہے کہ آدمی اپنی خاندانی شے کی بہت حفاظت کرتا ہے تو اگر قریش امام ہوگا تو دین کی حفاظت دو وجہ سے کرے گا۔ ایک اس وجہ سے کہ دین ان کے گھر کا ہے دوسرے مذہبی تعلق سے پس معلوم ہوا کہ نسب میں مصالح تمدنیہ ودیعت ہیں اس لیے وہ بیکار نہیں۔ جو فرق اللہ تعالیٰ نے رکھ دیا ہے اس کو کون مٹا سکتا ہے۔ (حقوق الزوجین وعظ اصلاح النساء)

نیز ایک حدیث میں بطور رجز کے حضور ﷺ کا یہ قول ثابت ہے۔ اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب جب جنگ حنین میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے پیر اکھڑ گئے تو آپ ﷺ نے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا اور ارشاد فرمایا کہ میں نبی ہوں یہ جھوٹ بات نہیں ہے اور میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔ یعنی میں خاندانی اور صاحب نسب ہوں میں ہرگز پسپا نہ ہوں گا۔

تو اس میں حضور ﷺ نے اپنے صاحب نسب ہونے پر فخر کیا ہے اور دشمن کو ڈرایا ہے کہ تو

اپنے مقابل کو کم نہ سمجھنا وہ بڑا خاندانی ہے جس کی بہادری سب کو معلوم ہے اگر شرف نسب کوئی چیز نہیں تو آپ نے اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب کیوں فرمایا۔

۵۔ نیز ایک حدیث میں ہے کہ خدا تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسمٰعیل علیہ السلام کا انتخاب فرمایا اور اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا ہے اور کنانہ میں سے قریش کو منتخب کیا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں سے مجھ کو منتخب کیا۔ (وعظ اصلاح النساء ص ۱۹۳)

۶۔ ایک اور حدیث کے یہ الفاظ ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِی فِیْ خَیْرِهِمْ ثُمَّ جَعَلَهُمْ فِرْقَتَیْنِ فَجَعَلَنِی فِیْ خَیْرِ فِرْقَةٍ (اَیِ الْعَرَب) ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِی فِیْ خَیْرِهِمْ قَبِیْلَةً (اَیْ قُرَیْش) ثُمَّ جَعَلَهُمْ بُیُوْتًا فَجَعَلَنِی فِیْ خَیْرِهِمْ بَیْتًا (اَیْ بَنِیْ هَاشِم) فَاَنَا خَیْرُهُمْ نَفْسًا وَّ خَیْرُهُمْ بَیْتًا (رواہ الترمذی)

''اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے بہتر لوگوں میں کر دیا پھر ان کی دو جماعتیں بنائیں اور مجھ کو بہتر جماعت میں کر دیا پھر ان کے قبیلے بنائے اور مجھ کو بہتر خاندان یعنی قریش میں کر دیا پھر ان کے خاندان کر دیے اور مجھ کو بہتر خاندان یعنی بنو ہاشم میں کر دیا سو میں سب سے بہتر ہوں ذات کے اعتبار سے بھی اور خاندان کے اعتبار سے بھی۔''

ان نصوص سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نسب مطلق کرم سے خالی نہیں۔ گو کرام ہونے کو مستلزم نہ ہو کیونکہ اکرمیۃ کا مدار تو تقویٰ ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ۔ (التبلیغ وعظ الاکرمیہ)

حسب نسب کی شرافت بڑی نعمت ہے لیکن اس کی بناء پر فخر اور تکبر کرنا جائز نہیں

فرمایا شرف نسب غیر اختیاری امر ہونے کی وجہ سے فخر کا سبب نہیں مگر اسکی نعمت ہونے میں شبہ نہیں فخر عقلاً ان چیزوں پر ہوسکتا ہے جو اختیاری ہوں اور وہ علم و عمل ہے گو شرعاً اس پر بھی فخر نہ کرنا چاہیے۔ (ملفوظات اشرفیہ ص ۷۰)

نسب کی بناء پر فخر کرنا تکبر کرنا ہر حالت میں حرام ہے اور آج کل کے شرفاء میں تو نسب کی بناء پر تکبر ہے ہی مگر غیر شرفاء میں دوسرے طور پر تکبر پایا جاتا ہے کہ اپنے کو شرفاء کے برابر سمجھتے

ہیں اور اپنے اور ان میں کچھ فرق نہیں سمجھتے یہ بھی زیادتی ہے۔ (حقوق الزوجین)

نسب پر فخر نہ کرنا چاہیے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ شرف نسب کوئی چیز ہی نہیں۔ دیکھو آدمی کا حسین وجمیل ہونا بدصورت یا اندھا ہونا اگرچہ غیر اختیاری ہے اور اس پر فخر نہ کرنا چاہیے مگر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ حسن صورت ہونا نعمت بھی نہیں یقیناً اعلیٰ درجہ کی نعمت ہے اسی طرح یہاں سمجھو کہ شرف نسب غیر اختیاری امر ہونے کیوجہ سے فخر کا سبب نہیں مگر اس کے نعمت ہونے میں شبہ نہیں۔

کفایت نسب میں ماں کا اعتبار نہیں باپ کا اعتبار ہے

ایک بڑی کوتاہی یہ ہے کہ نسب میں ماں کا بھی اعتبار کرتے ہیں یعنی اگر کسی کی ماں شریف نہ ہوتو اس کو شریف نہیں سمجھتے اور اس لیے اس کو اپنا ہمسر نہیں جانتے حالانکہ شریعت نے کفایت نسب کے باب میں ماں کا کچھ اعتبار نہیں کیا۔ اس طرح دوسرے احکام میں بھی ماں کا اعتبار نہیں مثلاً ایک شخص کی ماں صرف بنی ہاشم سے ہے اس کو زکوٰۃ لینا حلال ہے پس صرف نجیب الاب (شریف باپ والا) ہمسر (برابر) ہے نجیب الطرفین کا یعنی جس کے ماں باپ دونوں شریف ہوں۔ (۱۴۳ اصلاح انقلاب)

شرعی دلیل

اہل عرب (بھی) نسب میں عورتوں کی وجہ سے نقص نہیں نکالتے (کیونکہ) خدا تعالیٰ نے ماں کا نسب میں اعتبار کی ایسی جڑ اکھاڑی ہے کہ ان کو سر اٹھانے کا موقع نہیں ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو بیبیاں تھیں ایک حضرت سارہ علیہا السلام وہ تو ان کی خاندان کی تھیں۔ دوسرے حضرت ہاجرہ علیہا السلام جن کی اولاد میں حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں جو ابوالعرب ہیں۔ وہ کنیز تھیں تو جو عورت سارے عرب کی اصل ہے وہ کنیز ہیں۔

اب جو قبائل عرب ہندوستان میں عورت کے کھوٹ کی وجہ سے دوسرے خاندانوں میں عیب نکالتے وہ اس دھبہ کو دھوئیں کس طرح دھوتے ہیں مگر درحقیقت یہ کوئی عیب ہی نہیں اس لیے کہ شریعت نے نسب میں ماں کا اعتبار نہیں کیا۔ (التبلیغ الاکرمیہ)

سادات کا دارومدار، اصلی سیّد کسے کہتے ہیں

البتہ اس کلیہ سے صرف ایک جزئیہ مستثنیٰ ہے وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادت نسبیہ حضرت

فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے بھی ثابت ہو کر آپ کی اولاد میں جو لوگ ہیں وہ بھی سید اور دوسرے بنی ہاشم سے افضل ہیں۔

(حاصل یہ کہ) نسب میں ماں کا اعتبار نہیں لیکن اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا میں ماں کا اعتبار کیا گیا ہے کیونکہ سادات کا مدار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ہے۔ اور سیدوں کا شرف دوسرے قبائل پر ان ہی کی وجہ سے ہے۔

اس یہاں سے بعض علویوں کی غلطی واضح ہوگئی جو اپنے کو سیدّ کہتے ہیں۔ حالانکہ سیادت کی بناء حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر نہیں بلکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ہے پس حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جو اولاد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہے وہ تو سیدّ ہے اور جو دوسری بی بی سے ہے وہ سیدّ نہیں بلکہ علوی ہے۔

اور علویوں کا سیادت کا دعویٰ غلط ہے۔ البتہ بنی ہاسم میں سے ہیں۔ اور بنی ہاشم کے جو فضائل ہیں وہ ضرور ان کے لیے حاصل ہیں۔

بعض علوی جو اپنے کو سید لکھتے ہیں جائز نہیں کیونکہ سیادت اصطلاحیہ کا شرف تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے واسطہ سے ہی ان کو پہنچا ہے۔ لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جو اولاد دوسرے بطون سے ہے وہ سب شیوخ میں شمار ہوگی۔ اور حضرات خلفاء راشدین کی اولاد شیخ کہلاتی ہے۔

اب ایک سوال یہاں ہوتا ہے کہ اگر ایک شخص کا باپ سیدّ نہ ہو اور ماں سیدّ ہو تو وہ سیدّ ہے یا نہیں تو قواعد کے موافق یہ شخص سید نہیں ہے۔ ہاں ماں کی سیادت کی وجہ سے ایک گونہ شرف اس کو ضرور حاصل ہے۔ مگر یہ اپنے کو سید نہیں کہہ سکتا۔ اور اس کے لیے زکوٰۃ لینا بھی حلال ہے۔ اگر صاحب نصاب نہ ہو بہر حال ماں کا نسب میں اعتبار نہیں (سوائے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے) البتہ حُریت ورقِ (آزاد ہونے اور غلام ہونے) میں اولاد شرعاً ماں کے قائم مقام ہوتی ہے۔

فصل: ۳

ہندوستان کے نسب ناموں پر تبصرہ

مجھ کو تو اس میں قوی شبہ ہے کہ جو شریف (النسب) کہلاتے ہیں واقع میں وہ ایسے ہی ہیں یا نہیں کیونکہ یہ عجیب بات ہے کہ جس قدر شیوخ ہیں کوئی اپنے کو صدیقی کہتا ہے کوئی فاروقی، کوئی

علوی، کوئی عثمانی، کوئی انصاری، کیا ان چار پانچ صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ نعوذ باللہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم منقطع النسل تھے۔ (افاضات الیومیہ حقوق الزوجین اصلاح النساء)

کوئی اپنے کو یہ نہیں کہتا کہ حضرت بن رباح رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ یا حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ سب ان چار پانچ حضرات ہی کی نسبت کرتے ہیں۔ (اس لئے) شبہ ہوتا ہے کہ یہ سب تراشیدہ یاراں ہیں مشہور اور جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر ان کی طرف نسبت کرنے لگے۔

یہ شبہ احقر نے بڑے بڑے مجامع میں بیان کیا کہ اکثر جگہ لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں۔ مثلاً حضرات خلفاء اربعہ حضرت عباس، حضرت ابوایوانصاری، ابن خلجان رضی اللہ عنہم۔ اس میں یہ ہے کہ ہندوستان میں فتوحات وغزوات کے لیے خاص ان ہی حضرات کی اولاد منتخب ہو کر آئی یا اوروں کی نسل منقطع ہو گئی اور یہ دونوں امر عادۃً مستبعد (بہت بعید) ہیں ان سے صاف شبہ ہوتا ہے کہ شاید دوسروں نے ان ہی حضرات کی طرف افتخار (فخر کرنے کے لئے) منسوب کر دیا ہے۔

ہندوستان نسب نامے اور شجرے

جن کے پاس نسب نامہ محفوظ نہیں ظاہر ہے کہ ان کا بیان تو زبانی قصہ ہی ہے۔ اور جن کے پاس نسب نامہ ہے اس میں بھی اوپر سے اشتباہ ہے کوئی تحقیقی بات نہیں۔ چنانچہ ہم لوگ تھانہ بھون کے فاروقی مشہور ہیں مگر تاریخ میں اس میں شبہ ہوتا ہے اس لیے کہ ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ میں موجود ہیں اور ان کے بارے میں اختلاف ہے کوئی ان کو فاروقی لکھتا ہے کوئی عجمی تو کوئی تمیمی کوئی سید زیدی لکھتا ہے۔ خود اس پر کوئی دلیل کافی نہیں کہ یہ مفتخرین جس جد (دادا) کی طرف منسوب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ دعویٰ صحیح بھی ہے بلکہ بعض قرائن سے اس کے خلاف کا شبہ ہے۔ (اصلاح انقلاب، حقوق الزوجین، اصلاح النساء)

زبردستی کے نسبت نامے

بعض لوگ عرفاً شریف نہیں مگر زبردستی اپنے کو اصطلاحی شریفوں میں داخل کرتے ہیں اور اپنے لیے غیر معروف نسب اور دلیل سے غیر ثابت (نسب کا) محض اٹکل سے دعویٰ کرتے ہیں۔ حدیث میں ایسے مدعی پر لعنت آئی ہے۔

بعض نے تو (محض اٹکل سے) اپنے کو شریف ثابت کرنا چاہا ہے۔ چنانچہ ایک قوم نے اپنا عرب ہونا ثابت کیا اور کہا کہ ہماری اصل راعی ہے چونکہ یہ لوگ جانور پالتے ہیں اس لیے ان کو راعی کہا گیا ہے پھر عوام کی غلطی سے لفظی تغیر ہو گیا۔

اسی طرح بعض لوگوں نے اپنے کو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی اولاد میں داخل کرنے کی کوشش کی ہے اور اس طرح وہ عرب بننا چاہتے ہیں مگر اس ترکیب میں تکلف ہے کیونکہ تاریخ سے تو اس کا کچھ ثبوت نہیں ملتا محض قیاسات بعیدہ سے کام لینا پڑتا ہے جس سے ہر شخص کو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ بات بنائی ہوئی ہے۔ (التبلیغ)

ہندوستان میں نسب کی بنیاد پر کفو میں کس طرح لحاظ ہوگا

فرمایا ہندوستان میں نسب ناموں کا بھی عجیب قصہ ہے معلوم نہیں لوگوں نے کہاں سے اخذ کر لیے ہیں۔ کوئی اپنے کو عباسی کہتا ہے کوئی فاروقی کوئی صدیقی بتاتا ہے اور جس قدر تحقیق کیجئے اسی قدر اختلاف بڑھتا چلا جاتا ہے اصل بات معلوم ہی نہیں ہوتی۔

ایک صاحب نے کہا اگر یہ نسبت نہ کی جائے تو کفو کا لحاظ کیسے ہو؟ فرمایا کہ عرفی وجاہت اور موجودہ حالت پر نظر کر کے لحاظ ہوگا گزشتہ انساب کی تحقیق پر مدار نہ ہوگا۔

پھر فرمایا کہ ہم کو قرآن شریف نے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہونا بتلایا ہے اسلئے یہ جزء تو یقینی ہے ورنہ نسب ناموں کے اختلاف پر نظر کر کے اس میں بھی شبہ ہی رہتا ہے۔ (حسن العزیز)

ہندوستان میں قوم برادری کے اعتبار سے کفایت معتبر ہے یا نہیں

سوال: ہندوستان میں جو قومیں پٹھان راجپوت وغیرہ ہیں ان کے یہاں سخت عار ہے کہ ایک قوم دوسرے قوم کے یہاں نکاح کرے۔ اگر ایسا واقعہ کہیں ہو جاتا ہے تو اسے خاندان سے گرا ہوا سمجھتے ہیں۔

اور فقہ کی کتاب میں لکھا ہے کہ سوائے عرب کے اور قوم میں نسب کا اعتبار نہیں کیونکہ عجمی ضائع النسب ہیں (یعنی ان کا نسب محفوظ نہیں)۔

اب سوال یہ ہے کہ جو قوم عجمی ہیں اور دوسرے قوم کے مقابلہ میں فخر کرتے ہیں اور دوسروں کو اپنے برابر نہیں سمجھتے ہیں تو رواج وعرف کے مطابق ان میں کفایت کا مسئلہ جاری ہوگا یا نہیں۔

الجواب: (مذکورہ روایات کے مطابق) جب مدار عار وعدم عار ہے اور اقوام مذکورہ میں ایک

دوسرے سے نکاح کرتے ہوئے عار ہوتی ہے پس کفایت کا مسئلہ جاری ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ)

آج کل کفایت میں نسب اور برادری کا بھی اعتبار ہے

روایت حدیثیہ وفقہیہ سے ثابت ہوا کہ باہم عجم میں (یعنی عرب کے علاوہ ممالک میں) نسباً (باعتبار نسب کے) کفایت میں معتبر نہ ہونا فقہاء نے لکھا ہے یہ بھی مقید ہے اس کے ساتھ جب کہ عرب میں اس تفاوت (فرق) کا اعتبار نہ ہو۔ ورنہ ان میں بھی باعتبار نسب (اور باعتبار) قومیت کے معتبر اور مدار اس کا عرف پر ہے جس کا حدیث میں بھی اعتبار کیا گیا ہے۔

(امداد الفتاویٰ)

انصاری اور قریشی باہم کفو ہیں یا نہیں

انصاری قریشی میں سے تو نہیں ہیں۔ لیکن باوجود قریشی نہ ہونے کے چونکہ عالمگیری میں قوم صحیح اس کو کہا ہے کہ عرب سب باہم کفو ہیں اس لیے قریشی وانصاری کفو سمجھے جائیں گے۔

اور وجہ اس کی یہ ہے کہ کفایت کا اعتبار دفع عار کے لیے ہے اور عار کا مدار عرف پر ہے۔ عرفاً (آج کل) انصاری قریشی کے برابر سمجھا جاتا ہے اور متقدمین کے زمانہ میں گو مساوات نہ ہوگی (مگر آج کل ہے) اس لیے اختلاف زمانہ سے یہ حکم بدل گیا۔ (ایضاً)

خلاصہ کلام

کفایت کے متعلق ایک مولوی صاحب کے جواب میں فرمایا کہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کفایت کی قید معلق ہے علت کے ساتھ اور وہ علت عرفی عزت وذلت مثلاً شیخ زادہ چاہے فاروقی ہو یا صدیقی ہو یا انصاری ہو یا عثمانی اور ان کے آپس میں تناکح (نکاح کرنا) عرف میں موجب استنکاف (عرفی ذلت کا باعث) نہیں پس یہ سب باہم کفو ہوں گے ان میں اس کی بھی قید نہیں ہوگی کہ ماں عربی النسل ہو کیونکہ عزت میں یہ سب برابر سمجھے جاتے ہیں۔

(الافاضات الیومیہ حصہ ۳)

عجمی عالم عرب عورت کا کفو نہیں

گو بعض فقہاء نے عجمی عالم کو عربیہ کا کفو کہا ہے مگر درمختار میں تصریح ہے عجمی مرد عربی عورت کا کفو نہیں ہوسکتا اگرچہ وہ عجمی عالم یا بادشاہ ہی کیوں نہ ہو اور یہی قول زیادہ صحیح ہے۔

(اصلاح انقلاب)

ایک عام غلطی

ایک (عام) کوتاہی یہ ہے کہ بعض دیہاتی لوگ تمام پردیسیوں کو روغیل اور ذلیل سمجھتے ہیں گویا ان کے نزدیک شرافت چند بستیوں میں منحصر ہے جس پر کوئی دلیل نہیں اسی وجہ سے اگر کوئی شخص باہر سے کوئی نکاح کر کے لے آئے تو برادری کی عورتیں ہرگز اس کو اپنے برابر نہیں سمجھتیں۔ پھر اس کی اولاد کی شادی برادری میں مصیبت ہو جاتی ہے۔ (فتح القدیر در مختار)

فصل: ۴

دین کے اعتبار سے کفایت (مساوات)

منجملہ ان اوصاف کے جن کا شریعت کے کفایت میں اعتبار فرمایا ہے۔ ایک دین بھی ہے اور اس میں بھی نسب کی طرح عورت کا مرد سے کم (درجہ کا) ہونا مضر نہیں۔ البتہ مرد کا عورت سے کم ہونا مضر ہے۔ اور مرد کی بد دینی تین طرح کی ہے ایک اعتقادی اصولی' دوسری اعتقادی فروعی' تیسری اعتقادی عملی۔

پہلی صورت

جیسے عورت مسلمان ہو اور مرد غیر مسلم ہو خواہ یہودی نصرانی ہو یا مجوسی بت پرست و دہری اس کا حکم ظاہر ہے کہ نکاح صحیح نہ ہوگا۔

دوسری صورت

جیسے عورت سنیہ ہو اور مرد مبتدع (بدعتی ہو) اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کی بدعت حد کفر و شرک تک پہنچ جائے مثلاً اس زمانہ میں مرزا کی نبوت کا قائل ہونا (قادیانی ہونا) تو اس شخص کا حکم بھی پہلی قسم کی طرح ہے یعنی ایسے شخص سے سنی عورت کا نکاح جائز نہیں۔

اور اگر اس کی بدعت حد کفر و شرک تک نہیں پہنچتی تو وہ شخص مسلمان تو ہے لیکن سنیہ کا کفو نہیں۔

مختلف فیہ صورت

ایک صورت اس میں اور بھی ہے وہ یہ کہ بعض بدعتی فرقوں کے کفر میں علماء کا اختلاف ہے

(جیسے آج کل قبر پرست عوام بدعتی) سو مکفرین (کافر قرار دینے والوں) کے نزدیک تو سنیہ کا نکاح ایسے شخص سے باطل ہے اور غیر مکفرین کے نزدیک یہ نکاح غیر کفو میں ہے احقر کا معمول اس مختلف فیہا میں یہ فتویٰ دینے کا ہے کہ جب تک نکاح نہ ہوا ہو بطلان نکاح (نکاح کے باطل ہونے) کے قول پر عمل لازم ہے کیونکہ اس میں احتیاط ہے کہ ایک خوش اعتقاد (اچھے عقیدہ والی) عورت بداعتقاد مرد سے متعلق ہو اور بداعتقاد بھی ایسا جس کی بداعتقادی بعض کے نزدیک حد کفر تک پہنچی ہے۔

اور جب نکاح ہو چکا تو صحت نکاح کے قول کو اخذ کرنا (یعنی یہ کہ نکاح صحیح ہے یہ) لازم ہے کیونکہ اب اسی میں احتیاط ہے کیونکہ اگر اس صورت میں بطلان کا قول لیا گیا اور اس بناء پر دوسرے سے نکاح کر دیا جائے تو احتمال ہے کہ وہ پہلا نکاح صحیح ہو گیا ہو تو یہ دوسرا عقد ہمیشہ کے لیے زنا ہوا کرے گا تو ایک دین دار عورت کا عمر بھر کے لیے زنا میں مبتلا ہونا لازم آئے گا اور صحت نکاح کے قول پر اس احتمال کا اعتبار نہیں کیا گیا۔

تیسری صورت

فاسق مرد صالحہ (نیک) عورت کا کفو نہیں اور بعض فقہاء کے قول کے مطابق نیک آدمی کی بیٹی بھی صالحہ (نیک) کے حکم میں ہے۔ جیسے عورت صالحہ ہو اور مرد فاسق ہو تو یہ مرد اس عورت کا کفو نہیں بعض فقہاء کے نزدیک فاسق معلن (جس کا فسق اعلانیہ ظاہر ہو) ہونا بھی شرط ہے اور غیر کفو کے ساتھ نکاح (ہونے) نہ ہونے کی تفصیل اوپر مذکور ہوئی۔ (انقلاب)

ضروری تنبیہ لڑکے کے مسلمان ہونے کی تحقیق ضروری ہے

یہ امر بھی قابل تنبیہ ہے کہ آج کل نو تعلیم یافتہ طبقہ میں بعض لوگ ایسے آزاد اور بے باک ہوتے ہیں جو بلا تکلف ملاحدہ کی تقلید کی بدولت یا نفس پرستی و خود رائی کی وجہ سے قطعی احکام میں مخالفانہ کلام کرتے ہیں کسی کو رسالت میں کلام ہے کسی کو نماز روزہ کے احکام پر نکتہ چینی ہے کسی کو واقعات قیامت میں شبہات ہیں سو خوب سمجھ لو ایسا آدمی کافر ہے، خواہ وہ اپنے کو مسلمان ہی سمجھتا ہو۔

اور مسلمان عورت کا نکاح کافر مرد سے نہیں ہوتا۔ یا اگر مسلمان مرد نکاح ہونے کے بعد کوئی ان امور میں مرتکب ہوا (یعنی ایسی حرکت کرے) تو وہ کافر ہو جاتا ہے اور نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور عمر بھر حرام کاری ہوتی ہے۔ پس بے حد ضروری ہے کہ نکاح سے قبل داماد صاحب کی داڑھی اور

فیشن کو اگر نہ دیکھو تو اس کے مسلمان ہونے کی تحقیق کر لیا کرو۔ اور نکاح کے بعد ایسا امر پیش آئے تو توبہ کرا کر تجدید نکاح کرا دیا کرو۔ (ایضاً ملاحظہ ہو)

اس زمانہ میں یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ لڑکا گمراہ فرقوں سے متعلق تو نہیں

اس بارے میں سخت احتیاط لازم ہے خصوصاً اس کی تحقیق نکاح سے پہلے نہایت ضروری ہے کہ ناکح (لڑکا) کسی گمراہ فرقہ کے عقائد کا معتقد تو نہیں ہے؟ اور قدیم گمراہ فرقوں میں سے نہ ہونے پر بھی قناعت نہ کی جائے۔ آج کل روزانہ نئے نئے فرقے نکل رہے ہیں اور زمانہ آزادی کا ہے اسلیے اس شخص کی ان نئے فرقوں میں سے نہ ہونے کی مستقل تحقیق ضروری ہے۔

اسی طرح اگر وہ انگریزی خواں ہے تو دیکھ لیا جائے کہ جدید تعلیم کے اثر سے اس کی آزادی استخفاف (دین کو ہلکا اور گھٹیا سمجھنے) یا ضروریات دین کا انکار کرنے تک تو نہیں پہنچ گئی۔ ورنہ اگر ایک کلمہ بھی کفر کا منہ سے نکل گیا تو بغیر تجدید اسلام و تجدید نکاح کے حرام کا ارتکاب ظاہر ہے جس کو نہ غیرت قبول کرتی ہے۔ نہ حمیت اسلامی۔

عیسائی یا یہودی عورت سے نکاح کرنا

بعض لوگ بلادِ یورپ سے ایسی عورت نکاح کر کے لاتے ہیں جو صرف قوم کے اعتبار سے عیسائی ہوتی ہے اور مذہب کے اعتبار سے محض لا مذہب (جس کا کوئی مذہب نہیں) ایسی عورت سے ہرگز نکاح صحیح نہیں ہوتا۔

اور بعض لوگ عیسائی عورت لاتے ہیں مگر اس سے اس قدر مغلوب ہو جاتے ہیں کہ رفتہ رفتہ اپنے مذہب سے اجنبی ہو جاتے ہیں اور اس کا واجب التحرز (یعنی بچنے کا واجب ہونا بھی ظاہر ہے)۔ (اصلاح انقلاب)

اس زمانہ میں یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ لڑکا مسلمان ہے یا کافر

اب وہ زمانہ ہے کہ اس کی بھی ضرورت ہے کہ یہ دیکھ لیا جائے کہ داماد صاحب مسلمان ہیں یا کافر بجائے اس کے کہ پہلے یہ دیکھا جاتا تھا کہ نیکوکار ہے یا بدکار کیونکہ مسلمان عورت سے نکاح کے واسطے شرط ہے مسلمان ہونا۔ مسلمان عورت اور کافر مرد کا نکاح نہیں ہو سکتا۔

افسوس کہ آج کل جن لڑکوں کو بیٹیاں دی جاتی ہیں بعض لوگ ان میں سے جدید تعلیم کے اثر

سے ایسے آزاد منش ہیں کہ ان کو دین ایمان سے کچھ بھی تعلق نہیں رہا۔ (صرف نام کے مسلمان ہیں) زبان سے کلمات کفر بک جاتے ہیں اور کچھ پرواہ نہیں کرتے اور پھر ان ہی سے ایک مسلمان لڑکی کا نکاح پڑھوایا جاتا ہے۔ اور سب گھر والے خوش ہوتے ہیں کہ ایک مسنون طریقہ ادا کیا جارہا ہے۔ اس سنت کے لیے موقوف علیہ (شرط) ہے ایمان افسوس کہ نوشہ صاحب جانے کتنی دفعہ اس سے خارج ہو چکے ہیں۔

ایک نیک بخت لڑکی انگریزی خواں سے بیاہی گئی جو ایک مجمع میں زبان سے یہ لفظ کہہ رہے تھے کہ محمد ﷺ واقعی بہت بڑے ریفارمر تھے اور مجھ کو آپ سے بہت تعلق ہے۔ لیکن رسالت یہ ایک مذہبی خیال ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک

یہ کلمہ کفر ہے اس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے یہ مسئلہ اگر لڑکی والوں کو بتلایا جاتا ہے تو الٹے لڑنے کو سیدھے ہوتے ہیں کہ ہمارے خاندان کی ناک کٹوادی۔ (دعوات عبدیت منازعۃ الھوی حقوق الزوجین)

مال یا خاندان کی مصلحت سے بددین سے نکاح کر دینا

بعض لوگ مال یا جاہ کی لالچ میں یا دیگر خاندانی مصلحتوں کے سبب سے اپنی لڑکیوں کا کسی بدعقیدہ یا بدعمل مرد سے نکاح کر دیتے ہیں اور وہ بداعتقادی حد کفر تک پہنچی ہوئی ہوتی ہے تو ظاہری کیفیت کے علاوہ عمر بھر کے لیے یہ خرابی لازم آتی ہے کہ زنا کا ارتکاب لازم آتا ہے۔ پھر اگر اولاد ہوئی وہ بھی غیر حلالی (حرامی) اور اگر حد کفر تک نہ بھی پہنچے تب بھی ہر وقت روحانی عذاب رہتا ہے۔ (اصلاح انقلاب)

دینداری کی بنیاد پر رشتہ کرنے کی وجہ

وجہ اس کی ظاہر ہے کہ نکاح جن مصلحتوں کے واسطے موضوع اور مشروع ہوا ہے وہ زیادہ تر سب باہمی موافقت آپس کی محبت اور دوستی پر موقوف ہیں اور یہ یقینی بات ہے کہ آپس کی محبت اور دوستی میں جس قدر دین کو دخل ہے اتنا کسی چیز کو نہیں کیونکہ سوائے دین کے سب تعلقات ختم ہو جاتے ہیں حتی کہ قیامت میں جو کہ تمام تعلقات کے ختم ہو جانے کا وقت ہے۔

فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ اور ان میں جو رشتے ناتے تھے اس روز نہ رہیں گے۔

وَ تَقَطَّعَتْ بِھِمُ الْاَسْبَابُ ۔۔۔ مَوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ

الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا

''قیامت میں تمہارا یہ حال ہوگا کہ ایک دوسرے کا مخالف ہوگا اور ایک دوسرے پر لعنت کرے گا۔''

لیکن یہ دینی تعلق اس وقت بھی ختم نہ ہوگا۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿اَلْاَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ﴾

''تمام دنیوی دوست اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے سوائے دین دار متقی لوگوں کے۔''

وجہ اس کی یہ ہے کہ (دین) سے خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے اور جس کے قلب میں خدا کا خوف ہوگا وہ اس قدر چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھے گا کہ اس سے احتمال ہی نہیں ہوگا۔ کہ وہ ذرا بھی کسی کا حق ضائع کر دے یا کسی کو اس سے تکلیف پہنچے یا وہ اپنی غرض کو دوسرے کے حق پر مقدم کرے۔ یا کسی کی بدخواہی کرے یا کسی کو دھوکا دے اور اس سے بڑھ کر کون سی تہذیب ہوگی؟ (اصلاح انقلاب)

دیندار آدمی کا بد دین عورت سے نکاح مناسب نہیں

بعض آدمی بازاری عورتوں سے نکاح کر لیتے ہیں گو نکاح صحیح بھی ہو جاتا ہے اور بلا وجہ اس پر بدگمانی بھی نہ کرنا چاہیے کہ یہ اب بھی آوارہ ہی ہے۔ لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ متدین (دیندار) آدمی کے لیے خلاف احتیاط ضروری ہے اسی واسطے شریعت مطہرہ نے ایک درجہ اس کو نامناسب قرار دے کر قانون مقرر فرمایا ہے: ﴿اَلزَّانِي لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً وَّ الزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ﴾

''یعنی زانی شخص نکاح نہ کرے کسی کے ساتھ بجز زانیہ اور اور مشرکہ کے اور زانیہ کے ساتھ نکاح نہ کرے کوئی شخص سوائے زانی یا مشرک کے۔'' (النور: ۳)

اگرچہ نصوص کے عموم اور دلائل کے اطلاق سے یہ تحریم نفی کے درجہ میں نہیں کہ نکاح ہی منعقد نہ ہو بلکہ نہی کے درجہ میں۔ (یعنی نکاح منعقد ہو جاتا ہے) لیکن جب اس کی ناپسندیدگی کا مدار اس کا زانیہ ہوتا ہے سو جہاں یہ یقینی ہوگا وہاں ناپسندیدگی بڑے درجہ میں یعنی حرمت کی ہوگی اور جہاں محتمل ہوگا وہاں ناپسندیدگی کم درجہ کی ہوگی۔

اور حدیث تَخَیَّرُوْا لِنُطَفِکُمْ میں اس کی صریح تائید ہے (یعنی یہ کہ اپنے نطفہ کے لیے پسندیدہ عورتوں کا انتخاب کرو)۔ کسی نبی علیہ السلام کے واسطے اللہ تعالیٰ نے ایسی عورت پسند نہیں فرمائی جو اس میں کبھی بھی ملوث ہوئی ہو گو توبہ ہی کر لی ہو اور یہی معنی ہیں اس آیت شریفہ کے الطَّیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے ہیں۔

البتہ اگر خاص توبہ کرے جس میں وہ احتمال نہ رہے اور اس کو کوئی قبول نہ کرے تو اس کی عفت کی حفاظت کے لیے یا جب اس شخص کو اس سے عشق ہو تو یہ موقع اس سے مستثنیٰ ہے لعموم قول علیہ السلام لم یر اللمتحابین مثل النکاح۔ (اصلاح انقلاب)

فصل:۵

عمر کے لحاظ سے کفایت (برابری)

آج کل عورتوں کے حقوق میں لوگوں نے بہت کوتاہی کر رکھی ہے۔ مثلاً نکاح بوڑھے سے کر دیتے ہیں جس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ اگر شوہر مر جاتا ہے تو لڑکی کی مٹی خراب ہوتی ہے۔

اور کہیں دوسری طرح ظلم ہوتا ہے کہ بچہ سے جوان عورت کا نکاح کر دیتے ہیں۔ یہاں ایک نکاح ہوا لالہ چھوٹا بہو بڑی کہ دونوں کی عمر میں اتنا تفاوت (فرق) کہ اگر اس عورت کے پہلوٹا لڑکا ہوتا تو شاید وہ اس کے برابر ہوتا مجھے یہ ناگوار ہوا۔

مگر یہ ناگواری اس وجہ سے نہ تھی کہ وجوب یا حرمت تک پہنچی ہو بلکہ صرف کراہت اور طبعی اور عقلی تھی کیونکہ اگر عمر میں مناسبت ہو تو اس سے انسیت ہوتی ہے۔ (دعوات عبدیت غسل الجاہلیہ

شوہر بیوی میں عمر کا تناسب ایک شرعی چیز ہے

میرا مقصود یہ ہے کہ ہم عمری کی رعایت بہت ضروری ہے خاص کر زوجین (میاں بیوی) میں یہ امر طبعی تو ہے ہی مگر کسی قدر شرعی بھی ہے۔ اور شریعت میں بھی قابل التفات ہے۔ پاک میں ہے قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ اَتْرَابًا آیا ہے یعنی حوروں کی ہیئت ایسی ہوگی جیسے ہوتے ہیں دوسری آیت میں ہے۔ اِنَّا اَنْشَأْنٰهُنَّ اِنْشَاءً ...... عُرُبًا اَتْرَابًا (یعنی ہم ان عورتوں کو اچھے اٹھان پر کیا ان کو کنواریاں پیار دلانے والیاں ہم عمر)

غرض تفاوت عمر کے اثر سے اجنبیت ہوتی ہے۔ آپ دیکھئے بچہ سے بچہ کو جیسی

ہے بڑے سے نہیں ہوتی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کا پیغام سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیغام دیا کیونکہ یہ شرف ان کو حاصل تھا کہ ان کی صاحبزادیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں داخل تھیں یہ شرف بھی انہیں کو حاصل ہو جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد بنیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّھَا الصُّغْرٰی کہ وہ کمسن بہت ہے ان حضرات کی عمر زیادہ تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تناسب بین العمرین کی رعایت فرما کر دونوں صاحبوں کی درخواست رد فرمادی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے قصہ سے مقصود یہ تھا کہ حضرات شیخین سے شادی کرنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عذر فرمایا تھا کہ وہ بچی ہے۔ ایک جزء تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ اگر لڑکی چھوٹی ہو تو شوہر کی عمر زیادہ نہ ہونا چاہیے اور بے جوڑ شادی مناسب نہیں۔ (دعوات عبدیت عضل الجاہلیہ)

لڑکا لڑکی کی عمر میں کتنا فرق ہونا چاہیے

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر شادی کے وقت ساڑھے پندرہ سال کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اکیس برس کی تھی اس سے معلوم ہوا کہ دولہا دلہن کی عمر میں تناسب بھی ملحوظ رکھنا مناسب ہے اور بہتر یہ ہے کہ دولہا کسی قدر دلہن سے عمر میں بڑا ہو۔ (۲ اصلاح الرسوم)

حکماء نے کہا ہے کہ اگر عورت کچھ چھوٹی ہو تو مضائقہ نہیں اور اس میں راز یہ ہے کہ عورت محکوم ہوتی ہے اور مرد حاکم نیز عورت کے قویٰ ضعیف ہوتے ہیں اور اس لیے جلدی بوڑھی ہو جاتی ہیں اگر دو چار سال کا تفاوت ہو تو کھپ سکتا ہے۔ (۳ حقوق الزوجین)

بے جوڑ شادی میں لڑکی کو انکار کر دینا چاہیے

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روح پر ہزاروں رحمتیں ہوں وہ یہ فرماتے ہیں کہ جب لڑکی بالغ ہو ئے تو اس پر کسی کا اختیار نہیں رہا یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے مگر اتفاق سے امام صاحب کا فتویٰ بالکل ںت کے موافق ہے۔

آج کل اس کو بے شرمی سمجھتے ہیں کہ ماں باپ نکاح کرنا چاہیں اور لڑکی انکار کر دے حالانکہ ا (شادی کی فرمائش کرنا) بے شرمی ہے انکار کرنا بے شرمی نہیں بلکہ یہ تو عین حیا ہے کہ بیاہ کو پسند نہیں کرتی۔ دیکھ لو یہ عقل کی بات ہے یا نہیں تو ایسے مواقع میں لڑکیوں کو ضروری

انکار کر دینا چاہیے۔

کم عمر لڑکی کا زیادہ عمر والے سے رشتہ کرنے کے مفاسد

اگر لڑکی کم سن اور مرد مسن (زیادہ عمر والا) ہو تو غالب یہ ہے کہ وہ بے چاری بہت جلد بیوہ ہو جائے گی۔لوگ ہم عمری کا قطعی خیال نہیں کرتے۔ بے زبان لڑکی یعنی کنواری یا مثل تیرہ تیرہ برس کی لڑکیوں کو ساٹھ ساٹھ برس کے بوڑھوں کے ساتھ بیاہ دیتے ہیں یہاں بھی وہاں مفاسد ہوتے ہیں۔

☆ اگر عورت عفیفہ پاکدامن اور خود کو پارسا رکھنے والی ہوئی تب تو وہ تمام عمر کے لیے قید میں مبتلا ہوگی۔

اور اگر اس صفت سے خالی ہوئی تو بدکاری میں مبتلا ہوئی اور دونوں حالتوں میں میاں بیوی میں ناگوار رنجش اور نا اتفاقی (ضروری ہوگی) دوسری صورت میں دونوں کی بے آبروئی بلکہ دونوں کے خاندان کی بھی ساتھ ساتھ رسوائی ہے۔

اور سب سے بڑا مفسدہ یہ ہے کہ اکثر بوڑھا پہلے مر جاتا ہے اور وہ مظلومہ اکثر رسم و رواج میں عار ہونے کی وجہ سے بیوہ بیٹھی رہتی ہے۔بعض اوقات یہ غریب کھانے پینے سے محتاج ہو جاتی ہے۔اگر عرفی شرافت ہے تو کسی کی مزدوری نہیں کر سکتی اور اگر مزدوری گوارا کی تو دوسرے کے گھر بعض اوقات رہنا پڑتا ہے اور چونکہ اسکا کوئی سرپرست نہیں ہوتا۔ برے خیالات کے لوگ اس بیچاری کے درپے ہوتے ہیں اور کبھی ترغیب (لالچ) اور کبھی ترہیب (ڈرا دھمکا کر) کبھی کسی حیلہ بہانہ سے خاص کر جب کہ اس میں بھی نفسانی خواہش ہو اس کی آبرو اور دین خراب کر دیتے ہیں۔(اصلاح انقلاب)

کم سن لڑکے کی عمر رسیدہ لڑکی سے شادی کرنے کی خرابی

بعض قوموں میں اس کے عکس کا بہت رواج ہے یعنی لڑکا چھوٹا ہوتا ہے اور لڑکی بڑی۔بعض بے وقوف ایسا کر دیتے ہیں کہ لڑکا چھوٹا ہوتا ہے اور لڑکی بہت بڑی اب لڑکی تو پہلے جوان ہوگئی اور لڑکا ابھی چوں چوں کا بچہ ہے بلکہ کہیں اتنا تفاوت ہوتا ہے کہ لڑکا اس کی گود میں کھلانے کے لائق ہوتا ہے۔ان بے عقلوں نے یہ نہ دیکھا کہ سب تعلقات کی بنیاد زوجین کا توافق (باہمی موافقت) ہے اور اس صورت میں خود اسی کی امید نہیں۔

چنانچہ ایسے مواقع پر دیکھا گیا ہے کہ لڑکی میں جوانی کا تقاضا پیدا ہو گیا اور لڑکا کسی قابل ہی

نہیں پس یا تو وہ کسی اور سے خستہ وخراب ہوگئی یا گھٹ گھٹ کر تپ دق میں مبتلا ہوگئی۔ اور پھر اگر وہ جوان بھی ہو تو اس کا جوڑ کا نہیں ابتدائی نفرت کا اثر موجود اور اس سے بڑھ کر یہ کہ شوہر کی عزت ختم۔ (اصلاح انقلاب)

اگر لڑکی چھوٹی ہوئی تو وہ جب ضعیف ہونا شروع ہوگی تو چونکہ مرد کی عمر اس سے زیادہ ہے وہ بھی ضعیف ہوگا تو دونوں ساتھ ساتھ بوڑھے ہوں گے (کیونکہ عورت جلدی بوڑھی ہو جاتی ہے) تو باوجود کہ عقل اس کو جائز رکھتی ہے مگر پھر بھی حضور ﷺ کو کس طرح پسند ہوگا۔ جو بالکل عقل کے بھی خلاف ہے۔

اور وجہ اس کی یہ ہے کہ شوہر حاکم ہوتا ہے اور عورت مرد سے پہلے بوڑھی ہو جاتی ہے تو جب عورت کی عمر زیادہ ہے تو شوہر سے بہت پہلے بوڑھی ہو جائے گی تو اماں جان پر حکومت کرتے ہوئے کیا اچھا لگے گا۔ لامحالہ وہ دوسری لائے گا اور عیش تلخ ہوگا بعض قوموں میں تو یہ آفت ہے کہ لڑکا نابالغ اور لڑکی پوری جوان اور دونوں کا نکاح ہو جاتا ہے پھر آخر میں رسوائی ہوتی ہے۔ (حقوق الزوجین)

فصل: ٦

مال کے اعتبار سے بھی مساوات ہونا بہتر ہے

اگر مفلس غریب عورت سے شادی ایک مصلحت کے حاصل کرنے اور ایک مضرت سے بچنے کی وجہ سے نہ کی جائے تو وہ نازیبا نہیں بلکہ مناسب ہے اکثر دیکھا گیا ہے کہ مفلس (غریب عورت) میں دو امر کی کمی ہوتی ہے ایک سلیقہ کی دوسرے سیر چشمی کی پس سلیقہ کی کمی سے اس میں خدمت کی لیاقت نہیں ہوتی۔

اور اس سے تکلیف ہوتی ہے اور سیر چشمی کی کمی سے بعض اوقات ضروری خرچوں میں تنگی کرتی ہے۔ (یعنی اپنے فطری مزاج کے اعتبار سے بخل سے کام لیتی ہے) جس سے اہل حقوق کے حقوق بھی ضائع ہوتے ہیں اور بعض مقامات پر شرمندگی بھی ہوتی ہے کسی مہمان کو روٹی کم دے دی۔ کسی سائل حاجت مند کو محروم کر دیا اور اگر وہ بچپن سے کھانے پینے دینے کھلانے پکانے میں رہی ہوگی تو راحت وانتظام کی زیادہ امید ہے۔

اور وہ مضرت (نقصان) یہ ہے کہ بعض کو دیکھا گیا ہے کہ اچانک مال و دولت (کی کثرت) کو دیکھ کر آنکھیں پھٹ جاتی ہیں اور اچھلنے لگتی ہے اور سلیقہ ہوتا نہیں پس بے تمیزی سے اس کو اڑانا شروع کر دیتی ہے۔ چنانچہ اکثر نو دولتوں (نئے مالداروں) کو یا بخل کی بلا میں مبتلا پایا یا اسراف میں ان میں اعتدال کم ہوتا ہے۔ کیونکہ اموال سے منتفع ہونے کی عادت نہیں تھی جو اعتدال سیکھتی اور اکثر دیکھا گیا ہے کہ خاوند کے گھر سے اس کو محبت نہیں ہوتی 'نقد الگ جنس الگ کبھی ظاہر میں کبھی خفیہ جس طرح بن پڑتا ہے اپنے میکہ والوں کو بھرنا شروع کر دیتی ہے اور عمر بھر یہی نزلہ بہتا رہتا ہے اور اس سے گھر میں بے برکتی ہوتی ہے مرد کماتا کماتا تھک جائے مگر وہ اڑانے سے نہیں تھکتی اس لیے مناسب یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے اپنے برابر والوں میں نکاح کا اہتمام کرنا چاہیے تاکہ سب مصلحتیں محفوظ رہیں اور کسی کی طبیعت ہی خاص رنگ کی ہو اس کا ذکر نہیں۔ (اصلاح انقلاب)

غریب گھر کی لڑکی سے شادی کرے یا مالدار گھر کی لڑکی سے

پہلے تو عقلاء کی یہ رائے تھی کہ غریب کی لڑکی سے شادی کرنا چاہیے مگر ان واقعات کی وجہ سے (جس کا اشارہ کیا گیا اور آگے آ رہا ہے) اب بہت لوگوں کی رائے یہ ہے کہ غریب کی لڑکی ہرگز نہ لینی چاہیے کیونکہ وہ اپنے ماں باپ کو غریب دیکھ کر شوہر کا سارا مال لگا دیتی ہے۔

خیر میں تو یہ رائے نہیں دیتا میری رائے تو یہ ہے کہ آدمی اپنے برابر کی لڑکی سے شادی کرے کیونکہ اگر اپنے سے زیادہ امیر کی لڑکی سے شادی کی تو وہ حریص نہ ہوگی نہ اپنے گھر والوں کو بھرے گی مگر بد دماغ ہوگی اور شوہر کی اس کی نگاہ میں کچھ قدر نہ ہوگی اور غریب لڑکی سے کیا تو وہ حریص بھی ہوگی ہر ایک چیز کو دیکھ کر اس کی رال ٹپکے گی اور اپنے عزیزوں کو بھی بھرے گی۔

خیر یہ بات تو تجربہ کے متعلق ہے میرا مطلب یہ ہے کہ عورتیں مال کے صرف کرنے میں ایسی بے احتیاطیاں کرتی ہیں جن کی وجہ سے عقلاء کو یہ سوچ پیدا ہوگئی کہ امیر کی لڑکی لینا چاہیے یا غریب کی اور اس بے احتیاطی کی وجہ سے نوبت یہ پہنچ گئی کہ اب بہت سے عقلاء غریب کی لڑکی لینے کو برا سمجھتے ہیں۔ (دین و دنیا اسباب الفضلہ)

☆☆☆

باب:۵
لڑکے اور لڑکی کا انتخاب
فصل:۱
شادی کے لیے لڑکا کیسا ہونا چاہیے

فرمایا لڑکی کے نکاح کے باب میں اس کا لحاظ ضروری ہے کہ لڑکے کو دیندار دیکھ لیا جائے بغیر دینداری کے حقوق کی ادائیگی نہیں ہوتی۔ جیسا کہ مشاہدہ ہے کہ جو لوگ دین دار نہیں ہیں ان کو حقوق کی ادائیگی کی پرواہ بھی نہیں اگر چہ لڑکا کیسا ہی صاحب کمال ہو لیکن متدین (دیندار) نہ ہو تو اس کے ساتھ لڑکی کی شادی ہرگز نہ کرے۔ (۲ ملفوظات عبرت)

جب تک آدمی دین کا پابند نہ ہو اس کی کسی بات کا بھی اعتبار نہیں کیونکہ اس کا کوئی کام حدود کے اندر تو ہوگا نہیں۔ اگر دوستی و محبت ہوگی تو حدود سے باہر۔ اگر دشمنی اور نفرت ہوگی تو وہ بھی حدود سے باہر)۔ جب حدود ہی نہیں تو ظاہر ہے کہ ایسا شخص خطرناک ہوگا ہر چیز کو اپنے درجہ پر رکھنا یہی بڑا کمال ہے۔ (۱۳ الافاضات)

دینداری کی تعریف

لوگوں کو یہی خبر نہیں کہ دین کے کیا کیا اجزاء ہیں اس لیے دین کو صرف نماز روزہ میں منحصر کر رکھا ہے۔ یہی پہلی غلطی ہے خوب سمجھ لینا چاہیے کہ دین کے اصولی اجزاء پانچ ہیں۔ عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت' تہذیب اخلاق یا ترتیب نفس۔ (۳ حقوق مسلم)

حسین (خوبصورت) وہ ہے جس کی ناک کان آنکھ سب ہی حسین ہوں سب چیزیں موزوں یا متناسب ہوں۔ اگر سب چیزیں اچھی ہوں مگر آنکھوں سے اندھا ہو یا ناک کٹی ہو تو وہ حسین نہیں اسی طرح دیندار وہ ہے جو دین کے تمام شعبوں کا جامع ہو۔ (تجدید تعلیم)

آخر معاشرت کی درستگی بھی تو دین کا شعبہ ہے مگر اکثر لوگ اس کو معمولی بات سمجھتے ہیں اور وظیفوں کو (دینداری) اور ضروری سمجھتے ہیں آداب معاشرت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کی ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے اگر معاشرت ٹھیک ہو۔ اور پانچ وقت کی نماز پڑھے تو (ایسا شخص دیندار

ہے) ولایت اس کے لیے رکھی ہوئی ہے۔ (۱۲ احسن العزیز)

ایک بزرگ کا یہودی سے مشورہ

ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ ان کے ایک لڑکی تھی جس کے شادی کے پیغام بکثرت آ رہے تھے انہوں نے اپنے ایک پڑوسی سے جو ایک یہودی تھا مشورہ کیا کہ میری لڑکی کے فلاں فلاں جگہ سے پیام آ رہے ہیں تمہارے نزدیک کون سی جگہ اچھی ہے اس نے پہلے تو عذر کیا کہ آپ کو مجھ سے مشورہ نہ کرنا چاہیے کیوں کہ میں دین میں آپ کا مخالف ہوں مخالف کے مشورہ کا کیا اعتبار تو بزرگ نے فرمایا کہ تم شریف آدمی ہو گو مسلم نہیں ہو اس لیے غلط مشورہ نہیں دو گے اس لیے تم بلا تکلف مشورہ دو۔

تو وہ یہودی کہنے لگے کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِدِيْنِهَا فَاظْفُرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ۔

''عورت سے نکاح کرنے میں چار باتوں کو دیکھا جاتا ہے مال کو اور جمال کو اور حسب کو اور دین کو پھر آپ نے فرمایا کہ تم دین دار سے نکاح کرنے کی کوشش کرو۔''

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے مذہب اسلام میں سب سے زیادہ دیکھنے کی چیز دین ہے۔ تو میرے خیال میں جتنے لوگوں نے بھی پیام بھیجا ہے دین پورا پورا تو کسی میں بھی نہیں ہے۔ میرے نزدیک تو ایک طالب علم جو آپ کی مسجد میں رہتا ہے وہ بڑا دیندار ہے۔ ہر وقت خدا کے کام میں لگا رہتا ہے پس آپ اپنی بیٹی کو اس سے بیاہ دیں انشاء اللہ تعالیٰ برکت ہوگی۔ چنانچہ ان بزرگ نے ایسا ہی کیا اور عمر بھر ان کی لڑکی راحت سے رہی۔ (۱۔ التبلیغ)

داماد بہنوئی بنانے کے لیے لڑکے میں کیا کیا دیکھنا چاہیے؟

ایک صاحب نے لکھا ہے کہ لڑکیوں کی شادی کی بہت فکر ہے کوئی نسبت حسب منشا نہیں آئی جس سے عقد کیا جائے اگر کہیں سے داڑھی والے لڑکے کی بات آتی ہے تو نہایت غریب مفلوک الحال ظاہر ہوتے ہیں۔ اور جس کو دال روٹی سے خوش دیکھا جاتا ہے تو وہاں داڑھی صفا چٹ، کئی جگہ محض اس وجہ سے انکار کر دیا گیا دعا کیجئے حق تعالیٰ آبرو رکھے۔ اور اس معاملہ میں شرمندگی کی نوبت نہ آئے۔ ہر شخص کہتا ہے کہ میاں اس خیال کو چھوڑ دو آج کل داڑھی بڑی مشکل سے ملے گی۔

جواب میں تحریر فرمایا واقعی بڑی مشکل ہے میں پختہ رائے تو نہیں دیتا لیکن میرا خیال یہ ہے کہ اس زمانہ میں پوری دینداری داڑھی والوں میں بھی نہیں پس ایک داڑھی منڈانے کا گناہ کررہا ہے دوسرا شہوت پرستی کا گناہ کررہا ہے تو محض داڑھی لے کر کیا کریں گے اگر ہو تو حقیقی دینداری ہو جو بہت عنقاء ہے پس اس صورت میں اگر اس میں وسعت کی جائے (تو بہتر ہے)۔

(۱) یعنی صرف (چند) چیزوں کو دیکھ لیا جائے ایک یہ کہ اسلامی عقائد میں شک وشبہ نہ ہو یا تمسخر واستہزاء سے پیش نہ آئے۔

(۲) دوسرے طبیعت میں صلاحیت ہو کہ اہل علم اور بزرگوں کا ادب کرتا ہے۔

(۳) نرم خو ہو (یعنی نرم مزاج ہو)۔

(۴) اپنے متعلقین کے حقوق ادا کرنے کی اس سے توقع ہو۔

(۵) اور بقدر ضرورت مالی گنجائش ہونا تو ضروری ہی ہے۔ (جس لڑکے میں ایسے اوصاف پائے جائیں) تو ایسے شخص کو گوارہ کرلیا جائے پھر جب آمد ورفت اور میل جول اور مناسبت ہوگی تو ایسے شخص سے بعید نہیں کہ اس داڑھی کے معاملہ میں بھی اس کی اصلاح ہو جائے۔ (۱۔ملفوظات اشرفیہ)

تین امر (اور) ہیں جن کا لحاظ کرنا اور دیکھنا بہت ضروری ہے۔

(۶) ایک قوت اکتساب (یعنی کمانے کی قوت)۔

(۷) دوسرے کفایت (برابر) میں زیادہ تفاوت نہ ہو۔

(۸) تیسرے دینداری ان دونوں صورتوں میں زیادہ کاوش (کھوج) چھوڑ دے ورنہ وہی بات پیش آئے گی جس کا ذکر حدیث میں ہے کہ جب خلق (اخلاق) اور دین میں کفایت (مناسبت) ہو تو نکاح کردیا کرو ورنہ زمین میں فساد کبیر ہوگا۔ (۲اصلاح انقلاب)

پردیسی لڑکے سے شادی نہیں کرنا چاہیے

فرمایا کہ پردیسی مردوں سے لڑکیوں کی شادی کرنا اکثر مضرت رساں ہوتا ہے۔

(ملفوظات)

زیادہ قریبی رشتہ داروں میں شادی کرنے کی خرابی

فرمایا تجربہ کاروں نے منع کیا ہے کہ زیادہ قرب کے رشتہ کے علاقوں میں شادی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اولاد ضعیف ہوتی ہے۔ (احسن العزیز)

(وجہ اس کی یہ ہے) توالد (اولاد) کے لیے جہاں بدن کی صحت اور مزاج کی سلامتی وغیرہ احوال طیبہ شرط ہیں وہاں تواد (یعنی محبت قلبی میلان اور اشتیاق) جزو آخر اور علت تامہ کے ہے کیونکہ وہ موقوف ہے۔ احبال (حمل ہونے) پر اور احبال (قرار حمل) از روئے طب موقوف ہے توافق انزالین (دونوں کے ایک ساتھ انزال ہونے پر) اور ظاہر ہے کہ وہ محبت و مودت (اور قلبی میلان) پر موقوف ہے۔ (۱۲ اصلاح انقلاب)

لڑکی کے رشتہ میں جلد بازی نہ کرے بلکہ خوب دیکھ بھال کر اطمینان حاصل کرلے

فرمایا عورتوں کو بیاہ شادی کا چوچلہ سوجھا کرتا ہے کچھ نہیں دیکھتیں موقع بے موقع شادی کر دیتی ہیں چنانچہ ایک بیوی نے اپنی لڑکی کا نکاح باوجود منع کرنے کے محض اس لیے کر دیا کہ شاید میں مر جاؤں۔

بعد میں تحقیق ہوئی کہ وہ بڑا ظالم تھا ایک انگریز سے لڑا پھر سزا کے خوف سے جنگ میں نام لکھا دیا۔ وہ سب سے لڑتا ہے اب جو لوگوں کی ممانعت اس کو یاد دلائی جاتی ہے تو کہتی ہے کہ کیا کروں اس کی قسمت۔ اس پر فرمایا کہ ایسا دل میں آتا ہے کہ ایسے کہنے والے کا گلا گھونٹ دوں۔ اس کا تو یہ مطلب ہے کہ ہماری تو کوئی خطا نہیں اللہ میاں کی خطا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ (۳ حسن العزیز)

فصل:۲

نکاح کے قابل سب سے اچھی عورتیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ کون سی عورت سب سے اچھی ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو ایسی ہو کہ جب اس کو شوہر دیکھے تو اس کا دل خوش ہو جائے۔ اور جب اس کو کوئی حکم دے اس کو بجا لائے۔ اور اپنی ذات اور مال کے بارے میں کوئی ناگوار بات کر کے اس کے خلاف نہ کرے۔ (۲ نسائی)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسی عورت سے

نکاح کرو جو محبت کرنے والی اور بچے جننے والی ہو۔ کیونکہ میں تمہاری کثرت (زیادتی) سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا (کہ میری امت اتنی زیادہ ہے)۔ (۱۳ابوداؤد)

اگر وہ بیوہ عورت ہے تو پہلے نکاح سے اس کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے شوہر سے محبت کرنے والی اور بچے جننے والی ہے اور اگر کنواری ہے تو اس کی تندرستی سے اس کے خاندان کی نکاح کی ہوئی عورتوں سے اس کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ (حیوۃ المسلمین)

بیوی اور بہو بننے کے لیے لڑکی میں کیا دیکھنا چاہیے

اس زمانہ میں منکوحہ (وہ لڑکی جس سے نکاح کیا جائے اس) میں زیادہ تر جمال کو اور ناکح (نکاح کرنے والے مرد) میں زیادہ تر مال کو دیکھتے ہیں اور سب سے کم دین کو دیکھتے ہیں۔ اور باقی اوصاف میں آراء مختلف ہیں حالانکہ سب سے کم قابل التفات یہی مال و جمال ہے اور سب سے زیادہ توجہ کے قابل دین ہی ہے اسی واسطے حدیث میں عورت کے بارے میں آیا ہے:

تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ لِاَرْبَعٍ لِحَسَبِهَا وَ لِمَالِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا فَاظْفُرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ (مشکوٰۃ)

"یعنی عورت سے چار وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے۔ شرافت کی وجہ سے مال کی وجہ سے خوبصورتی کی وجہ سے اور دین داری کی وجہ سے اے مخاطب تجھ کو دیندار عورت سے نکاح کرنا چاہیے۔"

(اس حدیث پاک) میں مال و جمال پر نظر نہ کرنے اور دین پر نظر کرنے کا امر فرمایا ہے۔ (۱۲اصلاح انقلاب)

لڑکی میں جدید تعلیم دیکھنا اور نو تعلیم یافتہ سے شادی کرنا

جس طرح بعض لوگ لڑکے کے ایف اے، ایم اے ہونے کو دیکھتے ہیں۔ افسوس ہے کہ بعض نئے مذاق کے لوگ ایسی منکوحہ (لڑکی) تلاش کرتے ہیں جس نے نئی تعلیم حاصل کی ہو یا تعلیم کے ساتھ ڈاکٹری یا پروفیسری کا پاس بھی حاصل کر چکی ہو کوئی ان عقلاء سے پوچھے کہ اس سے مقصود کیا ہے؟ اگر یہ مقصود ہے کہ ان کا بار ہم پر کم ہو یہ خود بھی کمانے میں امداد دیں تب تو بے حد بے حمیتی ہے کہ مرد ہو کہ عورت کے ہاتھ کو تکا جائے عورت کا ممنون ہونا بغیر خلوص کامل کے خلاف غیرت ہے۔

اور اگر یہ مقصود ہے کہ ایسی عورت سلیقہ دار ہوگی ہم کو راحت زیادہ پہنچائے گی سو خوب سمجھ لو' راحت رسانی کے لیے صرف سلیقہ کافی نہیں بلکہ خلوص واطاعت وخدمت گزاری کے جذبہ کی اس سے زیادہ ضرورت ہے اور سلیقہ میں کچھ کمی بھی ہو تو اس کو برداشت کرلیا جاتا ہے اور اگر چہ کسی قدر وقتی تکلیف ہوتی ہے۔ لیکن جلدی ختم ہو جاتی ہے اور اس کا اثر باقی نہیں رہتا۔ اور اگر بڑا سلیقہ ہو اور وہ اوصاف نہ ہوں تو اول تو وہ خدمت ہی کیوں کرے گی کیونکہ تجربہ سے اس جدید تعلیم کا اثر یہ ثابت ہوا ہے کہ اس سے تکبر خودغرضی' خودرائی' بے باکی' آزادی' بے حیائی' چالاکی نفاق وغیرہ برے اخلاق پیدا ہو جاتے ہیں پس جب ان کا دماغ تکبر نخوت سے پر ہے تو وہ تمہاری خدمت ہی کیوں کرے گی جس سے تم کو راحت پہنچے بلکہ خودغرضی کی وجہ سے الٹا وہ خود تم ہی سے اپنے حقوق کا اعلیٰ پیمانے پر مطالبہ کرے گی جس سے تمہاری عافیت سلامتی تنگ ہو جائے گی غرض وہ خود تم ہی سے اپنی خدمت چاہے گی اور اگر تم ان سے وہ خدمت چاہو گے جو ایک شریف سادہ عورت اس کو اپنا فخر سمجھتی ہے تو وہ تم کو ضابطہ کا جواب دیں گی کہ یہ کام ہمارے ذمہ نہیں بلکہ جوان کے ذمہ ہوگا اس میں بھی خلاف تہذیب یا صحت خراب ہونے کا عذر کر کے ٹکا سا جواب دیں گی اور اپنے حقوق تم سے پورے وصول کریں گی۔ تنخواہ تم سے کل رکھوا لیں گی۔ اور ٹال مٹول کرو گے تو عدالت پہنچیں گی۔

اور اگر یہ کہو کہ یہ بہت کم ہوتا ہے تو جواب میں عرض کروں گا کہ پھر وہ تعلیم یافتہ نہیں۔ اصل بات یہ کہ نئے علوم (جدید تعلیم) کے عالم ہونے سے جاہل ہونا زیادہ بہتر اور بے خطر ہے۔ کیونکہ جاہل ہونے میں اگر اخلاق حمیدہ نہ ہوں گے تو اخلاق رذیلہ (برے اخلاق) بھی تو نہ ہوں گے۔

آج کل تہذیب جس کا نام رکھا گیا ہے جس کا حاصل تصنع' اپنا عیب چھپانا' دھوکہ دینا اور منافقت ہے وہ سراسر عذاب ہے۔ جس کا پایا جانا عورت میں دوزخ کے مثل ہے۔ (اصلاح انقلاب)

حسن و جمال کی بنیاد پر نکاح کرنے کا انجام

مال و جمال (خوبصورتی) کی عمر تو بہت ہی کم ہے' مال تو ایک شب میں بے وفائی کر جاتا ہے' اور جمال ایک بیماری میں ختم ہو جاتا ہے اور بعض امراض میں پھر دوبارہ آتا ہی نہیں جیسے آنکھ پھوٹ جائے۔ یا چیچک نکل آئے اور داغ نہ جائیں یا سر کے بال گر جائیں اور اس جیسی

بیماریاں۔

پھر جب (نکاح سے مقصود) مال و جمال تھا اور وہ رخصت ہو گیا تو تمام تر محبت والفت بھی جو اس پر مبنی (قائم) تھی وہ بھی ختم ہو گئی۔ اور پھر زوجین (میاں بیوی) میں سے ہر ایک دوسرے کی نظر میں مبغوض (ناپسندیدہ قابل نفرت) ہو گیا اور ہمیشہ کے لیے نباہ مشکل ہو گیا اور اگر مال و جمال باقی بھی رہا تب بھی جہاں دین نہیں تو بد دین آدمی کے نہ اخلاق درست ہوتے ہیں نہ اعمال و معاملات اس کی کسی بات کا بھی اعتبار نہیں کیونکہ اس کا کوئی کام حدود کے اندر تو ہو گا نہیں دوستی (ومحبت) ہو گی تو حد سے باہر دشمنی (ونفرت) ہو گی تو حد سے باہر۔

بداخلاقی و بدمعاملگی، و بداعمالی، خود پرستی وخودغرضی، حقوق ضائع کرنا (یہ سب اسباب ہیں بغض نفرت پیدا کرنے کے) جب رات دن ایسے اسباب برابر واقع ہوتے رہیں گے تو کہاں تک ان میں محبت رہ سکتی ہے۔ آپس میں کدورت، نااتفاقی، غیض وطیش پیدا ہونا شروع ہو گا حتی کہ تمام مصالح زوجیت ضائع ہو جائیں گے۔ (اصلاح انقلاب)

ناقابل انکار حقیقت

ہم نے خود دیکھا ہے کہ بیوی حسین وجمیل اور شوہر مال ومنال میں قارون، مگر میاں کی بد دینی سے تو اکثر اور کہیں بیوی کی بدخلقی و بدمزاجی و بدچلنی کے سبب میاں بیوی میں بول چال تک نہیں وہ اس کو دیکھ کر منہ پھیر لے یہ اس کو دیکھ کر ناک بھویں چڑھائے یہ دوسری جگہ روٹی پکواتے پھریں۔ وہ باوجود مال ہونے کے ایک ایک پیسے کو ترسے بعض جگہ تو ہم نے دیکھا ہے کہ بیوی غایت نفرت کے سبب میاں سے پردہ کرتی ہے یہ ثمرات ہیں مال و جمال (کی بنیاد پر نکاح کرنے کے)۔ (اصلاح انقلاب)

اتفاقاً اگر لڑکا لڑکی میں عشق ہو جائے تو آپس میں نکاح کر دینا چاہیے

اگر اتفاقاً کسی غیر منکوحہ (اجنبی) لڑکی سے کسی غیر مرد کا عشق ہو جائے تو بہتر ہے کہ ان کا نکاح کر دیا جائے۔ (تعلیم الدین)

بہت زیادہ حسین بیوی ہونے میں بھی کبھی فتنہ ہوتا ہے

آج کل لوگ منکوحہ عورتوں میں حسن و جمال دیکھتے ہیں حالانکہ راحت اور فتنوں سے

حفاظت آج کل اسی میں ہے کہ بیوی زیادہ حسین وجمیل نہ ہو حسن و جمال کی کمی قدرتی وقایہ ہے عرض کرنے پر فرمایا گو حسن و جمال خدا تعالیٰ کی نعمت ہے لیکن آج کل اس میں فتنہ کا احتمال غالب ہے۔ کبھی فتنہ اس طرح ہوتا ہے کہ حسین بیوی پر فریفتہ ہو کر ماں باپ کو ناراض کر کے اور دین سے دوری اختیار کر کے فتنہ میں مبتلا ہو جاتا ہے جس کا سبب یہی بیوی کا عشق ہوتا ہے۔ (احسن العزیز)

ایک مظلوم عورت کی داستان اور خوبصورتی کی وجہ سے نکاح ہونیکا انجام

فرمایا آج کل ایک بی بی کا خط آیا ہے تقریباً چالیس برس کا عرصہ ہوا یہ مجھ سے بیعت ہوئی تھیں۔ یہ بی بی نہایت دیندار ہیں خاوند کے ستانے اور بے مروتی اور بے وفائی کی شکایتیں لکھی ہیں جس کو پڑھ کر بے حد دل کو قلق اور صدمہ ہوا لوگوں نے بے حد ظلم پر کمر باندھ رکھی ہے اس غریب نے یہاں تک لکھا ہے کہ روتے روتے میری بینائی کمزور ہو گئی ہے کبھی کبھی جی میں آتا ہے کہ کپڑے پھاڑ کر باہر نکل جاؤں یا کنویں میں ڈوب کر مر جاؤں۔ مگر دین کے خلاف ہونے کی وجہ سے کچھ نہیں کر سکتی دل کو سمجھا کر رک جاتی ہوں۔ دن رات رونے کے سوا کوئی کام نہیں۔

فرمایا بڑے ظلم کی بات ہے آخر رونے کے سوا بے چاری کرے بھی کیا ان بی بی کے عقد ثانی کو تقریباً سترہ برس کا عرصہ ہوا ان صاحب نے بڑی آرزوؤں اور تمناؤں سے ان بی بی سے نکاح کیا تھا اس وقت رنگ و روغن اچھا ہوگا۔ اس وقت تو سفارشیں کراتے پھرتے تھے۔ لٹو ہو رہے تھے (محض حسن و جمال کی بنا پر) اب ضعیفی کا وقت ہے بے چاری کو منہ بھی نہیں لگاتے حتیٰ کہ نان نفقہ سے بھی محتاج ہے میاں عمر میں چھوٹے اور بیوی بڑی ہیں کیا ٹھکانا ہے اس سنگدلی بے رحمی کا کسی بات کا بھی اثر نہیں اگر وہ بے چاری کہتی بھی ہے کہ میری دیرینہ خدمات کا کیا یہی ثمر ہے تو کہتے ہیں کہ تو نے خدمات ہی کون سی کی ہیں نہ معلوم خدمات کی فہرست ان کے ذہن میں کیا ہے جس کو یہ پورا نہ کر سکیں۔ یہ انجام ہوتا ہے خوبصورتی کی بنیاد پر رشتہ کرنے کا یا بد دین سے رشتہ کرنے کا۔

مال کی بنیاد پر نکاح کرنے کی مذمت

بعض نکاح کرنے والے منکوحہ (لڑکی کے گھر میں) مال کو دیکھتے ہیں اور درحقیقت یہ اس سے بھی بدتر ہے کہ منکوحہ یا اس کے اولیاء (یعنی لڑکی والے) مرد کے مال کو دیکھیں۔ کیونکہ یہ تو

کسی درجہ میں اگر اس میں غلو نہ ہو امر معقول (سمجھ میں آنے والی بات ہے) کیونکہ مرد پر عورت کا مہر اور نفقہ واجب ہوتا ہے تو استطاعت رکھنے (اور اس بنا پر مال) کو دیکھنے میں مضائقہ نہیں بلکہ ایک قسم کی ضروری مصلحت ہے۔

البتہ اس میں ایک قسم کا غلو ہو جانا کہ اس کو اور ضروری اوصاف پر ترجیح دی جائے یہ مذموم ہے۔

لیکن عورت کے مالدار ہونے پر نظر کرنا محض اس غرض سے کہ ہم اس سے فائدہ اٹھانے والے ہوں گے یا ہم پر نفقہ وغیرہ کا بار کم پڑے گا بڑی بے غیرتی اور بے حمیتی ہے۔ (اصلاح انقلاب)

جہیز کی لالچ میں مالدار لڑکی سے رشتہ کرنے کا انجام

اس کے علاوہ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ مالدار عورت نادار مرد کو کبھی خاطر میں نہیں لاتی اس کو حقیر اور خادم سمجھتی ہے۔

اور ناکح (لڑکے) کے والدین کا اس پر نظر کرنا کہ ایسی بہو کو بیاہ کر لائیں کہ جہیز بہت سالائے۔ اور بھی احمق ہیں۔ اول تو وہ جہیز بہو کی ملکیت ہے۔ اور کسی کو اس سے کیا تعلق لیکن اگر یہ بھی سمجھا جائے کہ گھر میں رہے گا تو ہمارے بھی کام آئے گا۔ اس سے اولاً تو وہی بے غیرتی (اور لالچ)۔

دوسرے اگر اس کو گوارہ بھی کر لیا جائے تو اس خیال کی ناکح (یعنی شوہر) کو تو کسی درجہ میں گنجائش ہے۔ مگر ساس سسر کو کیا واسطہ آج صاحب زادہ صاحب اپنی رائے سے یا بیوی کے کہنے سے جدا ہو جائیں بس ساری امیدوں پر پانی پھر جائے۔ (اصلاح انقلاب)

طلب وخواہش کے بغیر خلوص کے ساتھ اگر جہیز دیا جائے

البتہ خلوص کامل سے شوہر کی خدمت کی جائے بغیر اس کے شوہر کو اس کی خواہش (یا طلب) یا اس پر نظر یا اس کی نگرانی یا انتظار ہو تو مضائقہ نہیں (جس کی دلیل یہ ہے)

وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰی وَاشْتُرِطَ عَدَمُ الطَّمْعِ وَالتَّشَرُّفِ بِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامِ مَا اَتَاكَ مِنْ غَيْرِ اِشْرَافٍ فَخُذْهُ وَ مَالَا فَلَا تَتْبَعْ نَفْسَكَ اَوْ كَمَا قَالَ۔

"اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نادار پایا سو مالدار بنایا۔ اور مال ملنے کا انتظار اور اس پر نظر نہ ہونا شرط ہے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا جو تمہارے پاس نہیں آتا اس کے پیچھے نہ پڑو۔" (اصلاح انقلاب)

باب:۶

نکاح سے پہلے دعا واستخارہ کی ضرورت

دعا ایک ایسی چیز ہے کہ دین و دنیا دونوں کے لیے برابر طور سے مشروع وموضوع ہے اس لیے قرآن مجید و حدیث شریف میں نہایت درجہ اس کی ترغیب وفضیلت اور جا بجا تاکید وارد ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے ''دعا کرو مجھ سے میں قبول کروں گا۔'' اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے بڑی عبادت تو دعا ہے اور فرمایا جس شخص کو دعا کی توفیق ہوگئی اس کے لیے قبولیت کے دروازے کھل گئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھل گئے اور ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھل گئے اور ارشاد فرمایا کہ قضاء کو صرف دعا ہٹا سکتی ہے۔ دعا تمام تر تدبیروں اور احتیاطوں سے بڑھ کر مفید ہے۔ دنیوی حوائج (ضروریات) میں بھی دعا مانگنے کا حکم ہے۔

دعا قبول تو ضرور ہوتی ہے مگر (قبولیت کی) صورتیں مختلف ہوتی ہیں۔ کبھی تو وہی چیز مل جاتی ہے اور کبھی اس کے لیے (آخرت میں ذخیرہ ثواب) جمع ہو جاتا ہے اور کبھی اس کی برکت سے کوئی بلا ٹل جاتی ہے۔ غرض اس دربار میں ہاتھ پھیلانے سے کچھ نہ کچھ مل کر رہتا ہے۔

(مقدمہ مناجات مقبول)

دعا کے ساتھ تدبیر وتوکل کی ضرورت

دعا کے متعلق بھی لوگوں کو غلطی ہو رہی ہے کہ محض دعا کو کافی سمجھ کر کوشش وتدبیر نہیں کرتے حالانکہ دعا میں وہ تدابیر بھی داخل ہیں۔ کیونکہ (دعا کی دو قسمیں ہیں) ایک دعا قولی ہے اور ایک دعا فعلی ہے (دعا فعلی کا مطلب کوشش وتدبیر اختیار کرنا)۔

اور اگر دعا کے صرف وہی معنی ہیں جو تم سمجھتے ہو تو پھر نکاح بھی نہ کرو اور کہہ دو کہ ہم کو پیر صاحب کی دعا پر اعتماد ہے۔ اولاد کی تو ہمیں بڑی تمنا ہے مگر نکاح نہیں کریں گے۔ بس یوں ہی کسی طرح دعا سے اولاد ہو جائے گی (کیا ایسا بھی عادۃً ممکن ہے؟) دعا کے معنی یہ ہیں کہ جتنی تدبیریں (اور ظاہری اسباب وکوشش) ہو سکیں ہیں سب کرو۔ اور پھر دعا بھی کرو اور محض تدبیر (وکوشش) پھر بھروسہ نہ کرو بھروسہ دعا (یعنی اللہ تعالیٰ) ہی پر کرو۔ یہ مضمون ایک حدیث شریف کا

ہے کہ اِعْقِلْ ثُمَّ تَوَکَّلْ یعنی اونٹ کو باندھ کر پھر خدا پر بھروسہ کر۔ یہ ہے توکل (ضرورت تبلیغ ملحقہ دعوت و تبلیغ) ساری تدبیریں ایک طرف اور خدا سے تعلق اور دعا کرنا ایک طرف اس کو لوگوں نے بالکل چھوڑ دیا ہے۔ مگر دعا خشوع کے ساتھ ہونا چاہیے۔ فقہا نے لکھا ہے کہ دعا میں کسی خاص دعا کی تعین نہ کرے اس سے خشوع جاتا رہتا ہے۔ (الافاضات الیومیہ)

چند ضروری ہدایات و آداب

(۱) دعا کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہم آپ کی اجازت سے وہ چیز مانگتے ہیں جو ہمارے علم میں مصلحت اور خیر ہے۔ اگر آپ کے علم میں وہ خیر ہے تو عطا کر دیجئے۔ ورنہ نہ دیجئے ہم دونوں حال میں راضی ہیں مگر اس رضاء کی علامت یہ ہے کہ قبول نہ ہونے سے شاکی (شکایت کرنے والا) اور تنگ دل نہ ہو۔ (انفاس عیسیٰ)

(۲) ہم کو تقدیر علم نہیں اس لیے اپنے خیال میں جو مصلحت ہو اس کے مانگنے کی اجازت ہے اگر اس کے خلاف مصلحت ہو اس پر راضی رہنے کا حکم ہے۔ (انفاس عیسیٰ)

(۳) دعا میں اپنی طرف سے طریقے تجویز کرنا کہ یہ صورت ہو جائے اور پھر وہ صورت ہو جائے یہ اعتداء فی الدعا (دعا میں زیادتی اور آداب دعا کے خلاف ہے) گویا اللہ تعالیٰ کو رائے دینا ہے۔ یہ تو ایسا ہوا کہ لڑکا کہے کہ اماں مجھے چوتھی روٹے جو پکے وہ دینا۔ بھلا اس سے اس کو کیا غرض جونسی روٹی ہو اسے روٹی سے مطلب۔ (۲ ایضاً)

(۴) جس امر میں تردد ہو اور قرائن سے کسی ایک شق کا راجح ہونا معلوم نہ ہو اس میں تردید کے ساتھ دعا مانگنا چاہیے اور جس امر کی ایک جانب اپنے نزدیک متعین ہو اور قرائن سے کسی ایک شق کا خیر ہونا راجح ہو یا شر ہونا راجح ہو تو بلا تردید کے دعا کرنا چاہیے۔ تردید کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح دعا کرے کہ یا اللہ اگر میرے لیے یہ صورت بہتر ہو تو کر دیجئے ورنہ نہ کیجئے۔ (انفاس عیسیٰ)

اچھا رشتہ ملنے کے لیے اہم دعائیں

﴿رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا﴾

”اے ہمارے رب عطا کر ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہم کو متقیوں (پرہیزگاروں) کا مقتدا کر دیجئے۔“

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ صَالِحِ مَاتُؤْتِیَ النَّاسَ مِنَ الْمَالِ وَالْاَھْلِ وَالْوَلَدِ غَیْرِ ضَالٍّ وَلَا مُضِلٍّ﴾

''اے اللہ میں سوال کرتا ہوں تجھ سے اچھی نیک چیز کا جو تو لوگوں کو دے مال ہو یا بیوی یا اولاد۔ کہ نہ گمراہ ہوں اور نہ گمراہ کرنے والے۔'' (انفاس عیسیٰ ایضاً)

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالعَافِیَۃَ فِیْ دِیْنِیْ وَ دُنْیَایَ وَاَھْلِیْ وَ مَالِیْ﴾

''اے اللہ میں تجھ سے معافی اور امن وسلامتی مانگتا ہوں اپنے دین اور دنیا کے معاملہ میں اپنے اہل اور مال میں۔''

﴿اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ اَسْمَاعِنَا وَ اَبْصَارِنَا وَقُلُوْبِنَا وَ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیَّاتِنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ﴾

''اے اللہ ہمارے لیے برکت دے ہماری قوت وسماعت و بصارت میں اور ہمارے دلوں میں اور ہماری بیویوں اور ہماری اولاد میں اور ہماری توبہ قبول فرمالے۔ بے شک تو ہی توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان ہے۔'' (مناجات مقبول)

برے رشتہ سے بچنے کے لیے دعائیں

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ اِمْرَاۃٍ تُشَیِّبُنِیْ قَبْلَ الْمَشِیْبِ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ وَّلَدٍ یَّکُوْنَ عَلَیَّ وَبَالًا وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ مَالٍ یَّکُوْنَ عَلَیَّ عَذَابًا﴾

''اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں ایسی عورت سے کہ مجھے بوڑھا کردے بڑھاپے سے پہلے اور پناہ چاہتا ہوں تیری ایسی اولاد سے کہ میرے لیے وبال ہو اور پناہ چاہتا ہوں ایسے مال سے کہ مجھ پر عذاب جان ہو۔''

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ النِّسَاءِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ کُلِّ عَمَلٍ یُّخْزِیْنِیْ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ کُلِّ صَاحِبٍ یُّؤْذِیْنِیْ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ کُلِّ اَمَلٍ یُّلْھِیْنِیْ۔

''اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں عورتوں کے فتنہ سے یا اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں ہر اس عمل سے کہ مجھ کو رسوا کردے۔ اور تیری پناہ چاہتا ہوں ہر اس ساتھی سے جو مجھے تکلیف دے اور پناہ چاہتا ہوں ایسے منصوبے سے کہ مجھے غافل کردے۔''

یہ سب دعائیں احادیث سے ثابت ہیں جو مناجات مقبول مرتبہ حکیم الامت حضرت تھانوی سے ماخوذ و مقتبس ہیں۔ دعاؤں سے اول آخر ۳'۳ مرتبہ درود شریف پڑھ لینا چاہیے۔

استخارہ کی دعا

جب کسی اہم کام کا ارادہ کرے تو چاہیے کہ دو رکعت نفل پڑھے۔ اور یہ دعا پڑھے (اگر یاد نہ ہو تو دیکھ کر پڑھ لے دیکھ کر نہ پڑھ سکتا ہو تو دوسری کسی زبان میں اور اپنے الفاظ میں بھی یہ دعا پڑھی جا سکتی ہے۔ لیکن عربی کے منقول الفاظ سے دعا پڑھنا زیادہ بہتر اور مسنون ہے اور وہ یہ ہے

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدِرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْهِ وَ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اِنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَ اقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ۔

''یا اللہ میں خیر چاہتا ہوں آپ سے آپ کے علم کی وجہ سے اور قدرت طلب کرتا ہوں آپ سے آپ کی قدرت کی وجہ سے اور میں آپ سے آپ کے بڑے فضل سے سوال کرتا ہوں کیونکہ آپ قادر ہیں اور میں نہیں اور آپ عالم ہیں اور میں عالم نہیں اور آپ تو علام الغیوب ہیں۔ یا اللہ اگر آپ کے علم میں یہ کام میرے لئے بہتر ہو میرے دین میں اور میرے معاش اور انجام کار میں تو اس کو تجویز کر دیجئے اور اس کو میرے لئے آسان کر دیجئے پھر میرے لیے اس میں خیر دیجئے اور اگر آپ کے علم میں یہ کام میرے لیے برا ہو میرے دین اور معاش اور میرے انجام کار میں تو اس کو مجھ سے ہٹا دیجئے اور مجھ کو اس سے ہٹا دیجئے اور مجھے بھلائی نصیب کر دیجئے جہاں بھی کہیں ہوں پھر مجھ کو اس پر راضی رکھئے۔'' (مناجات مقبول تتمہ قربات)

(خط کشیدہ الفاظ میں اصل مقصود جس کام کے لیے استخارہ کر رہا ہو اس کا تصور کرے)

نکاح کے لیے استخارہ کی ضرورت

حق تعالیٰ کے ساتھ یہ خفی (پوشیدہ) بے ادبی ہے کہ استخارہ کرنے سے گھبراتے ہیں۔ اور اس کی حقیقت (وجہ) یہ ہے کہ حق تعالیٰ پر اطمینان نہیں کہ حق تعالیٰ جو کریں گے وہ خیر ہی ہو۔ بس اپنے ذہن میں جس جانب کو خیر قرار دے لیا اسی کو خیر سمجھتے ہیں تب ہی تو تردید کے لفظ کو (یعنی یہ کہ اللہ اگر یہ بہتر ہو تو کر دیجیے) نہیں اختیار کرتے۔

خواجہ صاحب نے عرض کیا ''درکارخیر حاجت استخارہ نیست'' (اچھے کام میں استخاہ کی کوئی ضرورت نہیں)۔ فرمایا ہر کام خیر و شر کو مستلزم ہو سکتا ہے۔ دیکھئے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے باجود اس کام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا مندی ہونے کے جس کے کار خیر میں شبہ ہی نہیں ہو سکتا عرض کیا لَا حَتّٰی اَسْتَشِیْرُ رَبِّیْ یعنی میں ابھی (نکاح کے بارے میں) کچھ نہیں کہتی جب تک کہ اپنے رب سے مشورہ نہ کرلوں اور پھر استخارہ کیا۔

فرمایئے استخارہ کا یہ کیا موقع تھا؟ بات یہ کہ ہر کام میں خیر و شر کا احتمال ہو سکتا ہے حتی کہ ایسا صریح نیک کام بھی شر کو مستلزم ہو سکتا ہے اس طرح کہ مثلاً نکاح کے حقوق ادا نہ ہو سکیں۔ خدمت و اطاعت میں کمی ہو تو یہ نکاح وبال کا باعث ہو اس واسطے حضرت زینب نے استخارہ کی ضرورت سمجھی۔ (احسن العزیز)

ارادہ سے پہلے استخارہ

استخارہ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ ارادہ بھی کرلو پھر برائے نام استخارہ بھی کرلو۔ استخاہ تو ارادہ سے پہلے کرنا چاہے تاکہ ایک طرف قلب کو سکون پیدا ہو جائے اس میں لوگ بڑی غلطی کرتے ہیں۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ ارادہ سے پہلے استخارہ کرنا چاہیے پھر استخارہ سے جس طرف قلب میں ترجیح پیدا ہو جائے وہ کام کرنا چاہیے۔ (احسن العزیز)

استخارہ کا محل و موقع

استخارہ ان امور میں مشروع ہے جس کی دونوں جانب اباحت میں مساوی (برابر) ہوں اور جس فعل کا حسن و قبح (اچھائی یا برائی) دلائل شرعیہ سے متعین ہو ان میں استخارہ مشروع نہیں۔ (انفاس عیسیٰ)

استخارہ ہوتا ہے تردد (شک) کے موقع پر اور تردد کا مطلب یہ ہے کہ طرفین (دونوں

جانب) کے مصالح برابر ہوں۔ جب ایک جانب کی ضرورت متعین ہو تو استخارہ کے کیا معنی؟ (احسن العزیز)

استخارہ کا محل ایسا امر ہے جس میں ظاہراً نفع وضرر دونوں کا احتمال ہو۔ (انفاس عیسیٰ)

استخارہ ایسے معاملہ میں ہوتا ہے جس میں نفع وضرر دونوں کا احتمال ہو اور جس میں عادتاً یا شرعاً یا یقیناً ضرر ہو اس میں استخارہ نہیں جیسے کوئی نماز پڑھنے کے لیے استخارہ کرنے لگے یا دونوں وقت کھانے پینے یا چوری کرنے کے لیے استخارہ کرنے لگے یا اپاہج عورت سے نکاح کرنے کے لیے استخارہ کرنے لگے۔ (ملفوظات اشرفیہ)

استخارہ کی حقیقت

استخارہ کی حقیقت یہ ہے کہ استخارہ ایک دعا ہے جس سے مقصود صرف طلب اعانت علی الخیر ہے۔ یعنی استخارہ کے ذریعے سے بندہ خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ میں جو کچھ کروں اسی کے اندر خیر ہو۔ اور جو کام میرے لیے خیر نہ ہو کرنے نہ دیجئے پس جب استخارہ کر چکے تو اس کی ضرورت نہیں کہ یہ سوچے کہ میرے قلب کا زیادہ رجحان کس بات کی طرف ہے اور اس پر عمل کرے بلکہ اس کو اختیار ہے کہ دوسرے مصالح کی بناء پر جس بات میں ترجیح دیکھے اسی پر عمل کرے۔ اور اسی کے اندر خیر سمجھے حاصل یہ کہ استخارہ سے مقصود محض طلب خیر ہے نہ کہ استخبار (خیر معلوم کرنا)۔

استخارہ ایک دعا ہے کہ اے اللہ! اگر یہ معاملہ میرے لیے خیر ہو تو میرے قلب کو متوجہ کر دے ورنہ میرے دل کو ہٹا دے اور جو میرے لیے خیر ہو اس کو تجویز کر دے اس کے بعد اگر اس طرف قلب متوجہ ہو تو اس کو اختیار کرنے کو ظناً خیر سمجھنا چاہیے خواہ کامیابی کی صورت میں خواہ ناکامی کی صورت میں اور ناکامی کی صورت میں اس کے آثار کے اعتبار سے خیر ہے خواہ دنیا میں اس کا نعم البدل ملے خواہ آخرت میں کہ صبر کا اجر ملے۔ اور استخارہ نہ کرنے میں مجموعی طور پر اس خیر کا وعدہ نہیں۔ (ملفوظات اشرفیہ)

استخارہ کی دعا کا حاصل یہی ہے کہ جو بہتر ہو اس کی توفیق دیجئے اور اس میں یہ لفظ ہے ثم ارضنی بہ یعنی قلب کو اس امر خیر کے ساتھ سکون بھی دے دیجئے۔ (احسن العزیز)

استخارہ کب مفید ہوسکتا ہے؟

استخارہ اس شخص کے لیے مفید ہوتا ہے جو خالی الذہن ہو ورنہ جو خیالات ذہن میں بھرے ہوتے ہیں ادھر ہی قلب مائل ہوتا ہے اور وہ شخص یہ سمجھتا ہے کہ یہ بات مجھ کو استخارہ سے معلوم ہوئی ہے خواب میں اور قوت متخیلہ میں اس کے خیالات ہی نظر آتے ہیں۔ (افاضات الیومیہ)

استخارہ کا مقصد

استخارہ کا مقصد یہ نہیں کہ جس کام میں تردد ہو رہا ہے کہ یہ کام ہمارے لیے خیر ہے یا نہیں۔ استخارہ کرنے سے یہ تردد رفع ہو جائے گا اور ہم کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ کام ہمارے لیے خیر ہے یا شر۔ پھر جو خیر ہوگا اس کو اختیار کریں گے چنانچہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ بعض اوقات استخارہ کے بعد وہ تردد ختم نہیں ہوتا۔ اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ دونوں باتوں میں سے کون سی بات مفید ہے تو اس صورت میں لازم آتا ہے کہ استخارہ موضوع ہوا تھا رفع تردد کے واسطے اور تردد رفع نہیں ہوا۔ تو نعوذ باللہ شارع کا یہ حکم گویا عبث ہی ہوا اور شارع کی طرف سے کبھی ایسی بات کا حکم نہیں ہوسکتا جو عبث ہو تو معلوم ہوا کہ استخارہ کا یہ مقصود نہیں کہ کوئی بات اس کے ذریعہ سے معلوم کر لی جائے جس سے تردد (شک) ختم ہو جائے اور اس کام کی دونوں شقوں میں سے ایک شق کی ترجیح ضرور قلب میں آ جائے۔ (افاضات الیومیہ)

استخارہ کا فائدہ

بس استخارہ کا فائدہ تسلی ہے کہ ہم کو ضرور خیر عطا ہوگی اور استخارہ کرنے اور نہ کرنے کے آثار میں فرق یہ ہے کہ استخارہ کے بعد اگر وہ موثر ہوا تو قلب میں ایسی چیز آئے گی جس میں بے احتیاطی (اور نقصان) ہو۔ اور بغیر استخارہ کے ایسی چیز نہ آنے کا بھی احتمال ہے کہ ذرا غور کرنے سے اس کا مضر ہونا معلوم ہوسکتا تھا مگر اس نے غور نہیں کیا اور بے احتیاطی سے اس کو اختیار کر لیا تو اپنے ہاتھوں جب مضرت کو اختیار کیا جائے تو اس میں خیر کا وعدہ نہیں پس سمجھنا چاہیے کہ استخارہ میں کامیابی کا وعدہ نہیں بلکہ حصول خیر (بھلائی حاصل ہو جانے) کا وعدہ ہے خواہ خیر ظاہری ہو یا باطنی۔ (ملفوظات اشرفیہ)

استخارہ کا وقت

احقر نے سوال کیا کہ استخارہ کے لیے کیا رات کا وقت ضروری ہے؟ فرمایا نہیں یہ صرف ایک رسم ڈال لی ہے۔ استخارہ کی نماز کے بعد نہ سونا ضروری ہے نہ رات کی قید ہے کسی وقت بھی مثلاً ظہر کے وقت دو رکعت نفل پڑھ کر دعا مسنونہ پڑھے اور تھوڑی دیر قلب کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے ایک دن میں جتنی بار چاہے استخارہ کر لے۔ (احسن العزیز)

استخارہ کرنے کا طریقہ

ایک شخص نے استخارہ کرنے کا طریقہ دریافت کیا تو فرمایا صلوٰۃ الاستخارہ یعنی دو رکعت استخارہ نفل پڑھ کر سلام پھیر کر استخارہ کی دعا پڑھے پھر قلب کی طرف رجوع کرے قلب کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے سونے کی ضرورت نہیں اور استخارہ کی دعا ایک مرتبہ پڑھنا بھی کافی ہے حدیث شریف میں تو ایک ہی دفعہ آیا ہے پہلے سے اگر کسی جانب اپنی رائے کا رجحان ہو تو اس کو فنا کر دے جب طبیعت یکسو ہو جائے تب استخارہ کرے اور اس طرح دعا کرے ''اے اللہ جو میرے لیے بہتر ہو وہ ہو جائے'' اور یہ دعا مانگنا اردو میں بھی جائز ہے لیکن حضور ﷺ کے الفاظ بہتر ہیں۔ (احسن العزیز)

استخارہ کے مفید ہونے کی ضروری شرط

استخارہ اس شخص کا مفید ہوتا ہے جو خالی الذہن ورنہ جو خیالات ذہن میں بھرے ہوتے ہیں ادھر ہی قلب مائل ہو جاتا ہے اور وہ شخص یہ سمجھتا ہے کہ یہ بات مجھ کو استخارہ سے معلوم ہوئی ہے۔ حالانکہ خواب یا قوت متخیلہ میں اس کے خیالات ہی نظر آتے ہیں۔ (افاضات الیومیہ)

متعین لڑکی یا لڑکے سے شادی کرنے کا عمل یا تعویذ کرنا

فقہاء نے ایسے تعویذ لکھنے کو ناجائز لکھا ہے جس سے عورت خاوند کو تابع کر لے تو جب نکاح ہوتے ہوئے ایسا تعویذ دینا حرام ہے۔ تو اس صورت میں تو نکاح بھی نہیں ہوا۔ ایسا تعویذ دینا کب جائز ہو سکتا ہے جس سے ایک نامحرم کو اپنا تابع کیا جائے۔ مگر بہت سے بزرگ ایسے تعویذ دیتے ہیں حسب تصریح فقہاء ایسا تعویذ دینا بھی اگرچہ کسی بزرگ کے ہاتھ سے گناہ ہے۔ (عضل الجاہلیہ)

نکاح کے سلسلہ میں تعویذ وعمل کرنے کا شرعی ضابطہ

سوال: بیوہ عورت کو کوئی عمل پڑھ کر نکاح کی خواہش کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: عمل باعتبار اثر کے دو قسم کے ہیں۔ ایک قسم یہ کہ جس پر عمل کیا جائے وہ مسخر (تابع) اور مغلوب العقل (بے قابو و مجبور) ہو جائے۔ ایسا عمل اس مقصود کے لیے جائز نہیں جو شرعاً واجب نہ ہو جیسے نکاح کرنا کسی معین مرد (یا عورت) سے شرعاً واجب نہیں اس کے لیے ایسا عمل جائز نہیں۔

دوسری قسم یہ کہ صرف معمول کو (جس پر عمل کیا جارہا ہے) اس کو اس مقصود کی طرف توجہ بلا مغلوبیت کے ہو جائے پھر بصیرت کے ساتھ اپنے لیے مصلحت تجویز کرے ایسا عمل ایسے مقصود کے لیے جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ)

آسانی سے نکاح ہو جانے کے عملیات

عشاء کی نماز کے بعد یا لطیف یا ودود گیارہ سو گیارہ بار اول و آخر تین مرتبہ درود شریف کے ساتھ چالیس روز تک پڑھے اور اس کا تصور کرے (اور اللہ سے دعا بھی کرے) انشاء اللہ مقصود حاصل ہوگا۔ اگر (مقصد) پہلے پورا ہو تو (عمل) چھوڑے نہیں۔ (بیاض اشرفی)

لڑکیوں کے پیغام آنے کے لیے

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى۔

"لڑکیوں کے پیغام بکثرت آنے کے لیے اس کو ہرن کی جھلی یا کاغذ پر لکھ کر ایک ڈبہ میں بند کر کے گھر میں رکھ دے۔" (پارہ نمبر ۱۶ ع ۸ ۷، اعمال قرآنی)

نکاح سے متعلق چند ضروری ہدایات وتنبیہات

(۱) اگر حاجت و استطاعت (قدرت) ہو تو نکاح کرنا افضل ہے۔ اور اگر حاجت ہے مگر استطاعت نہ ہو تو روزے کی کثرت سے شہوت ٹوٹ جاتی ہے۔

(۲) نکاح میں زیادہ تر منکوحہ (لڑکی) کی دینداری کا لحاظ رکھو، مال و جمال اور حسب ونسب کے

پیچھے زیادہ مت پڑو۔

(۳) اگر کوئی شخص تمہاری عزیزہ (بہن یا لڑکی) کے لیے نکاح کا پیغام بھیجے تو زیادہ تر قابل لحاظ اس شخص کو نیک وضع اور دینداری ہے دولت وحشمت' عالی خاندان کے اہتمام میں رہ جانے سے خرابی ہی خرابی ہے۔

(۴) اگر کسی جگہ ایک شخص نکاح کا پیغام بھیج چکا ہے تو جب تک اس کو جواب نہ مل جائے یا وہ خود چھوڑ نہ بیٹھے تم پیغام مت دو۔

(۵) اگر کوئی شخص اپنا دوسرا نکاح کرنا چاہے تو اس عورت کو یا اس کے ورثہ (اولیاء) کو مناسب نہیں کہ شوہر سے شرط ٹھہرا لے پہلی منکوحہ (بیوی) کو طلاق دے دے جب نکاح کیا جائے گا (حدیث پاک میں اس کی صریح ممانعت آئی ہے) اپنی تقدیر پر قناعت کرنا چاہیے۔

(۶) حلالہ کی شرط ٹھہرانا نہایت بے غیرتی کی بات ہے (حدیث میں ایسے شخص پر لعنت آئی ہے)۔

(۷) نکاح مسجد میں ہونا بہتر ہے تا کہ اعلان بھی خوب ہو اور جگہ بھی برکت کی ہے۔

(۸) میاں بیوی کے باہمی معاملات خلوت (خصوصی تعلقات) کو دوست واحباب یا ساتھیوں یا سہیلیوں سے ذکر کرنا خدا تعالیٰ کو نہایت ناپسند ہے۔ اکثر لوگ اس کی پرواہ نہیں کرتے۔

(۹) ولیمہ مستحب ہے مگر اس میں تکلف وتفاخر نہ کرے۔

(۱۰) اگر نکاح کے بارے میں تم سے کوئی مشورہ کرے تو خیر خواہی کی بات یہ ہے کہ اگر کوئی خرابی تم کو معلوم ہو تو ظاہر کر دو یہ غیبت حرام نہیں ہے۔ خیر خواہی کی ضرورت سے اس کا عیب بیان کرنا پڑے تو شرعاً اس کی اجازت ہے بلکہ بعض جگہ واجب ہے۔ (تعلیم الدین باب النکاح)

☆☆☆

باب: ۷

مختلف ضروری ہدایات واصطلاحات

نکاح سے پہلے لڑکے کا کسی بہانہ سے ایک مرتبہ لڑکی کو دیکھ لینا مناسب ہے

فرمایا لڑکا اور لڑکی کے متعلق موافقت و مناسبت کا دیکھنا تو بہت ضروری ہے۔ اسی واسطے حالات کی تحقیق کے علاوہ لڑکے کا لڑکی کو ایک نظر دیکھ لینا جب کہ نکاح کا ارادہ ہو کوئی حرج نہیں (بلکہ مناسب ہے)۔

اس لیے کہ عمر بھر کا تعلق پیدا کرنا ہے اس میں بڑی حکمت ہے حدیث میں اس کی اجازت ہے مگر یہ دیکھنا تحقیق کی نظر سے ہوگا تلذذ کی نیت سے نہیں جیسے طبیب (ڈاکٹر) کو محض اس نیت سے دیکھنا کہ نبض سے مزاج کی حرارت و برودت وغیرہ معلوم ہو جائے نہ کہ تلذذ کی غرض سے (ورنہ ناجائز ہوگا)۔ (الافاضات الیومیہ)

اگر کسی عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ ہو تو اگر بن پڑے تو اس کو ایک نگاہ دیکھ لو کہیں نکاح کے بعد اس کی صورت سے نفرت نہ ہو۔ (تعلیم الدین)

ضروری تنبیہ

حدیث پاک سے رُویت (لڑکے کا دیکھنا) ثابت ہے نہ کہ ارائت (لڑکی کا دکھلانا) یعنی حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ لڑکی والے اس خاطب (یعنی لڑکے) کو خود لڑکی دکھا دیں بلکہ (حدیث کا مطلب یہ ہے) خاطب (لڑکے) کو اجازت ہے کہ اگر تمہارا موقع لگ جائے تو تم دیکھ لو۔ حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ لڑکی والے اہل خاطب (لڑکے والو) کو دکھلایا کریں۔ حدیث اس سے محض ساکت ہے۔ (امداد الفتاوی)

نکاح سے پہلے ایک بار لڑکی کو دیکھنے کی اجازت نکاح سے پہلے لڑکے اور لڑکی میں تعلقات

بعض لوگوں کو اس میں مبتلا پایا کہ منگنی کی ہوئی عورت کے ساتھ جو کہ نکاح کے قبل حرام ہے منکوحہ کی طرح معاملہ کرتے ہیں یوں سمجھتے ہیں کہ یہ جب عنقریب حلال ہونے کو ہے تو ابھی۔

حلت شروع ہوگئی اس کا باطل ہونا عقلاً وشرعاً ظاہر ہے۔

اور شاید کسی کو شبہ ہو کہ مخطوبہ کو (جس سے نکاح کرنا ہے) پیغام دینے سے پہلے دیکھ لینا جائز ہے تو یہ بھی ایک قسم کا استمتاع (حصول لذت) ہے اور استمتاع سب برابر ہیں۔

اس کا جواب خود ہی سوال میں موجود ہے یعنی پیغام کے قبل ہی دیکھ لینا تو جائز ہے جس سے مقصود استمتاع نہیں بلکہ اس کا اندازہ کرنا ہے کہ اس عورت میں جو وصف حسن وغیرہ میں نے سن کر یا سمجھ کر اس سے استمتاع کے حلال ہونے یعنی نکاح کی تجویز سوچی ہے آیا وہ وصف اس میں ہے یا نہیں چونکہ نہ ہونے کی صورت میں معاشرت خراب ہونے کا اندیشہ تھا شریعت نے محض اس غرض کے لیے ایک بار چہرہ دیکھ لینے کی اجازت دے دی سو اس ضروری نظر پر جو کہ بغرض استمتاع نہیں ہے دوسری نظر جو کہ غیر ضروری ہے اسی طرح مس (چھونا) وغیرہ کو کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے۔ (اصلاح انقلاب)

غیر منکوحہ اور جس لڑکی سے نکاح کا ارادہ ہو اس کے تصور سے لذت حاصل کرنا حرام ہے

ایک عورت سے نکاح نہیں ہوا مگر یہ فرض کر کے اگر اس سے نکاح ہو جائے تو اس طرح سے تمتع حاصل کروں گا۔ خواہ اس سے نکاح کا ارادہ ہو یا ارادہ بھی نہ ہو اس کا حکم یہ ہے کہ تلذذ (لذت حاصل کرنا) حرام ہے اس لیے کہ اس تلذذ کا محل کبھی حلال نہیں ہوا۔ جس میں تمتع بالحلال کا شبہ ہو سکے حدیث پاک کی تصریح سے قُبل کے ذریعہ اشتہاء وتمنا کرنا زنا میں (داخل) ہے گو درجات میں کچھ تفاوت ہو مگر نفس معصیت میں اشتراک ہے۔ (اصلاح انقلاب)

اور اگر کسی عورت سے نکاح ہو چکا تھا مگر طلاق وغیرہ کی وجہ سے اس کا نکاح زائل ہو گیا اور وہ زندہ ہے خواہ کسی سے نکاح کر لیا ہو یا نکاح نہ کیا ہو۔ اور اس کے تصور سے لذت حاصل کی کہ جب یہ نکاح میں تھی تو اس سے اس طرح تمتع کیا کرتا تھا یہ تلذذ بھی حرام ہے۔

اور اسی صورت میں اگر یہ عورت کسی اور سے نکاح کر کے مر گئی تو اس کے تصور سے بھی تلذذ حرام ہے کیونکہ دوسرے سے نکاح کرنے کی وجہ سے وہ اس سے بالکل ایسی بے تعلق ہو گئی جیسے اس تصور کرنے والے کے ساتھ نکاح سے پہلے تھی۔

اور اگر وہ عورت اس شخص کے نکاح میں مر گئی۔ تو میرے ذوق میں جواز کی ترجیح معلوم ہوتی

ہے۔(امدادالفتاویٰ)

نکاح کے قبل لڑکا لڑکی کی رائے اور رضامندی معلوم کرنا بھی ضروری ہے

ایک کوتاہی یہ ہے کہ اکثر مواقع میں متناکحین (نکاح کرنے والے لڑکا ولڑکی) کی مرضی حاصل نہیں کی جاتی۔ تعجب ہے کہ نکاح جو کہ عمر بھر کے لیے دو شخصوں کا تعلق ہے جس کے ساتھ ہزاروں معاملات وابستہ ہیں وہ (تعلق تو ہو) کسی اور کا اور رائے ہو دوسرے کی گو ان دونوں کے مصالح کے خلاف ہو اور گو وہ اپنی ناخوشی بھی ظاہر کرتے ہیں مگر ان سے ذرا بھی نہ پوچھا جائے۔ اور زبردستی نکاح کر دیا جائے۔ بعض دفعہ عین وقت تک متناکحین یا ان میں سے ایک برابر انکار کرتا ہے۔ مگر اس کو جبر کر کے خاموش کر دیا جاتا ہے۔ اور عمر بھر کی مصیبت میں اس کو جوت دیا جاتا ہے کہ یہ عقل ونقل کے خلاف ہے اور کیا اس میں ہزاروں خرابیوں کا مشاہدہ نہیں کیا جاتا؟

کیسا ظلم وستم ہے کہ بعض مہمل مصلحتوں کو پیش نظر رکھ کر ان کے خیال کی پرواہ نہیں کی جاتی اور ان کو گھونٹ داب کر اس بلا میں پھنسا دیا جاتا ہے۔ (اصلاح انقلاب)

لڑکا لڑکی کی مرضی کے بغیر شادی کر دینے کا انجام

بہت سے مقامات ایسے ہیں کہ ناپسندیدگی کی حالت میں نکاح کر دیا گیا پھر ناکح (شوہر صاحب) نے عمر بھر اس منکوحہ (بیوی) کی خبر نہیں لی۔ اور سمجھانے پر صاف جواب دے دیا کہ میں نے تو اپنی رائے ظاہر کر دی تھی' جنہوں نے یہ عقد کیا ہے وہی اس کے ذمہ دار ہیں۔

اب بتلایئے اس کا کیا علاج ہے ان بزرگوں کی تو مصلحت ہوئی اور غریب مظلوم (عورت) قید میں گرفتار ہوئی۔ کہاں ہیں یہ فرسودہ عقل والے اب آئیں اور اس مظلومہ کی مدد کریں مگر مدد کیا کرتے ہیں اس وقت تک مرکھپ بھی گئے اور وہ زندہ بھی رہ گئے تو یہ بات کہہ کر الگ ہو گئے کہ صاحب کوئی کسی کی قسمت میں تو گھس نہیں گیا ہم کیا کریں اس کی قسمت' ہائے غضب کیا غضب کا جواب ہے جس سے بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔

ایسا ذہن میں آتا ہے کہ ایسا کہنے والے کا گلا گھونٹ دوں اس کا تو یہ مطلب ہے کہ ہماری تو کوئی خطا نہیں اللہ میاں کی خطا ہے۔ نعوذ باللہ

لڑکا اورلڑکی کی رائے معلوم کرنے کا طریقہ

اچھا طریقہ یہ ہے کہ جن سے وہ بے تکلف ہیں۔ جیسے ہم عمر دوست اور سہیلیاں ان کے ذریعہ سے ان کے مافی الضمیر (دل کی بات) کو معلوم کرلیا جائے اور تجربہ کی بات ہے کہ اس طریقہ سے ضرور ان کے خیالات معلوم ہو جاتے ہیں۔ اور بعض دفعہ تو بے دریافت کئے ہوئے وہ خود ہی ایسے بے تکلف دوستوں سے اپنی پسندیدگی یا ناپسندیدگی ظاہر کر دیتے ہیں اور اولیاء تک وہ خبریں پہنچ جاتی ہیں (اصلاح انقلاب)

سارا دارومدار لڑکے اور لڑکی پر رکھ دینا بھی سخت غلطی ہے

اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر جگہ لڑکے اور لڑکی سے کہلوانا ضروری ہے کیونکہ یقیناً بعض جگہ لڑکا اور لڑکی ذی رائے (اچھی رائے والے) نہیں ہوتے۔ تو ان نادانوں کی رائے ہی کیا اور اس پر اعتماد ہی کیا۔ اکثر جگہ اولیاء اپنے تجربہ اور شفقت سے جو تجویز کریں گے وہی مصلحت ہوگی اس لیے میرا یہ مطلب ہرگز نہیں اور نہ کوئی عاقل یہ بات تجویز کرسکتا ہے کہ بالکل متناکحین (لڑکا لڑکی) کی رائے پر رکھ دیا۔

بلکہ مطلب یہ ہے کہ (لڑکے اور لڑکی کے) اولیاء اپنے تجربہ اور شفقت سے مصالح پر پوری نظر کر کے (تجویز کر کے) اس کے بعد بھی احتیاط سے انجام پر نظر کرتے ہوئے اگر لڑکا لڑکی بالغ ہیں تو اس صورت میں قبل اس کے کہ باضابطہ ان کی رضامندی واجازت حاصل کی جائے۔ اس کے قبل بھی خاص طور سے ان کی رائے دریافت کی جائے۔ (اصلاح انقلاب)

بڑوں کی رائے کے بغیر اپنی طرف سے نکاح کا پیغام دینے اور نکاح کر لینے کی خرابی

ہم نے جو برکت کے آثار (گھر کے) بزرگوں کے تجویز کئے ہوئے نکاح میں دیکھے ہیں وہ اس نکاح میں نہیں دیکھے جو براہِ راست خود زوجین کر لیتے ہیں اور بلا ضرورت شدیدہ خود نکاح کی بات چیت یا خط وکتابت کرنا اس کی بے حیائی کی دلیل ضرور ہے

اِذَا فَاتَكَ الْحَيَاءُ فَافْعَلْ مَاشِئْتَ۔ یعنی جب تم میں حیا نہ ہو تو پھر جو چاہے کرو بے حیا آدمی سے جو برائی صادر ہو جائے بعید نہیں عاقل آدمی کو ایسی عورت سے بچنے کے لیے یہی

علامت کافی ہے کہ وہ بے حیا ہے۔ (۲ اصلاح انقلاب)

میری رائے میں عورت کا سب سے بڑھ کر جوہر حیا اور انقباض طبعی ہے اور یہی تمام بھلائیوں کی کنجی ہے جب یہی نہ رہا تو پھر نہ کسی خیر کی توقع ہے اور نہ کوئی شر مستبعد (دور) ایضاً۔

لڑکوں لڑکیوں میں حیا شرم کی ضرورت

شرم و حیا کم و بیش لڑکوں میں بھی ہونی ضروری ہے خصوصاً ہندوستان کے لیے تو بہت ہی ضروری ہے کیونکہ یہاں بہت فتنے پھیل رہے ہیں ان سب کا انسداد حیا سے کیا جا سکتا ہے۔ اور اس کی دن بدن کمی ہوتی جا رہی ہے جس قدر ہم نے حیا اپنی ابتدائی عمر میں لڑکوں میں دیکھی ہے اب سب لڑکیوں میں بھی نہیں دیکھی جاتی۔ اور اب بھی جس قدر بوڑھوں میں ہے وہ نوجوانوں میں نہیں اس کمی کی وجہ سے خرابیاں بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ اس لیے کم و بیش حیا کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اور اس کا ماخذ (دلیل) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فعل ہے کہ چپ آ کر بیٹھ گئے اور شرم کی وجہ سے زبان نہ ہلا سکے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے خبر ہوگئی کہ تم فاطمہ رضی اللہ عنہا کا پیغام نکاح لے کر آئے ہو۔ (عضل الجاہلیۃ)

اخبار و اشتہار بازی کے ذریعے نکاح

آج کل یہ طوفان ہوگیا کہ اشتہاری دواؤں کی طرح ناکح منکوح (نکاح کرنے والا لڑکا لڑکی) کے اشتہار بھی اخباروں میں چھپنے لگے۔ کبھی ناکح صاحب اعلان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس یہ جائیداد' یہ نوکری' یہ کمالات ہیں اور ہم کو ان اوصاف کی منکوحہ چاہیے جس کو منظور ہو ہم سے خط و کتابت کرے۔ پھر اسکے جواب میں کوئی بی بی صاحبہ اخبار میں یا خاص طور پر جواب لکھتی ہیں اور اپنا جامع اوصاف اور حسین ہونا اپنے بے شرم قلم سے لکھتی ہیں اور کچھ شرطیں کرتی ہیں۔ بس اسی طرح خط و کتابت ہو کر کبھی سودا بن جاتا ہے اور کبھی نہیں بنتا۔ کبھی نکاح سے پہلے ہی دو چار ملاقاتیں ہو جاتی ہیں تا کہ تجربہ اور بصیرت کے بعد نکاح ہو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کیسی آفتیں نازل ہو رہی ہیں۔ (اصلاح انقلاب)

فصل:۲

جوان لڑکے اور لڑکی کا اختیار

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کا نکاح (جب کہ وہ شرعاً بااختیار یعنی بالغہ ہوں) ان کی اجازت کے بغیر مت کرو۔ (بزار حیوٰۃ المسلمین)

بالغ یعنی جوان عورت خود مختار ہے چاہے نکاح کرے چاہے نہ کرے اور جس کے ساتھ چاہے کرے کوئی شخص اس پر زبردستی نہیں کرسکتا۔ اگر وہ خود اپنا نکاح کسی سے کرے تو نکاح ہو جائے گا چاہے ولی کو خبر ہو یا نہ ہو اور ولی چاہے خوش ہو یا نہ ہو ہر طرح نکاح درست ہے، ہاں البتہ اگر (غیر کفو) یعنی بے میل اور اپنے سے کم ذات والے سے نکاح کرلیا اور ولی ناخوش ہے تو فتویٰ اس پر ہے کہ نکاح درست نہ ہوگا۔

اور اگر نکاح اپنے (کفو) یعنی میل ہی میں کیا لیکن جتنا مہر اس کے دادھیالی خاندان میں باندھا جاتا ہے جس کو شرع میں مہر مثل کہتے ہیں اس سے بہت کم پر نکاح کرلیا تو نکاح تو ہوگیا لیکن اس کا ولی اس نکاح کو تڑوا سکتا ہے مسلمان حاکم سے فریاد کرسکتا ہے کہ وہ نکاح توڑ دے۔ بہشتی زیور (ایسی صورت میں) اولیاء کو حق فسخ حاصل ہے یعنی حاکم اسلام کے پاس جا کر نالش کریں وہ تحقیق کر کے کہہ دیں کہ میں نے نکاح فسخ کیا تو نکاح ٹوٹ جائے گا حاکم مسلم کے فسخ کرنے سے نکاح فسخ ہوگا محض باپ کے کہہ دینے سے کہ میں راضی نہیں کچھ نہیں ہوگا۔ (حقوق الزوجین)

یہی حکم لڑکے کا ہے کہ اگر جوان ہو تو اس پر زبردستی نہیں کرسکتے اور ولی اس کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کرسکتا۔ اگر بے پوچھے نکاح کردے (لڑکے کی) اجازت پر موقوف رہے گا اگر اجازت دے دی تو ہوگیا نہیں تو نہیں ہوا۔ (بہشتی زیور)

لڑکا لڑکی کی اجازت کے بغیر نکاح کردینے کا حکم

اگر لڑکی یا لڑکا نابالغ ہو تو وہ خود مختار نہیں ہے بغیر ولی کے اس کا نکاح درست نہیں ہوتا اگر اس نے بغیر ولی کے نکاح کرلیا یا کسی اور نے کردیا تو ولی کی اجازت پر موقوف ہے اگر ولی اجازت دے گا تو نکاح ہوگا نہیں تو نہیں ہوگا اور ولی کو اس کے نکاح کرنے نہ کرنے کا پورا

اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کر دے۔ نابالغ لڑکے اور لڑکیاں اس نکاح کو اس وقت رد نہیں کر سکتے۔ (بہشتی زیور)

اور اگر وہ لڑکی بالغ ہے اور جس وقت اس کے باپ نے اس سے اذن طلب کیا (یعنی نکاح کی اجازت چاہی) یا نکاح ہو جانے کی خبر اس کو پہنچی اور اس نے انکار کر دیا تو یہ نکاح جائز نہیں ہوا کیونکہ ولی کی ولایت اجبار (بالجبر نکاح کر دینے کا اختیار) زمانہ بلوغ تک ہے۔

اور اگر بالغ ہے باجود بالغ ہونے کے اجازت طلب کرتے وقت یا نکاح کی خبر پہنچنے کے وقت خاموش ہوگئی تو نکاح ہوگیا اور نکاح سے پہلے یا نکاح کے بعد کے انکار کا اعتبار نہیں

البتہ اگر باپ کے ہوتے ہوئے کسی اور نے اجازت چاہی تو محض سکوت (خاموشی) رضا مندی کی دلیل نہیں جب تک کہ زبان سے بھی اجازت نہ دے۔

اور لڑکی کا بالغہ ہونا' احتلام اور حیض اور حاملہ ہونے سے ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر ان علامات میں سے کوئی علامت نہ پائی جائے تو پندرہ سال کی عمر میں بالغ ہونے کا فتویٰ دیا جائے گا۔ البتہ اگر وہ لڑکی خود کہے کہ میں بالغ ہوں اور ظاہر حال سے اس کی تکذیب نہ ہوتی ہو تو اس کی تصدیق کی جائے گی بشرطیکہ نو سال سے کم نہ ہو۔ (امداد الفتاویٰ)

اجازت لینے کا طریقہ اور چند ضروری مسائل

(۱) اگر عورت خود وہاں (مجلس نکاح) میں موجود ہو اور اشارہ کر کے یوں کہہ دے کہ میں نے اس کا نکاح تمہارے ساتھ کیا وہ کہے میں نے قبول کیا تب بھی نکاح ہوگیا نام لینے کی ضرورت نہیں۔

(۲) اور اگر وہ خود موجود نہ ہو تو اس کا بھی نام لے اور اس کے باپ کا بھی نام لے اتنے زور سے کہ گواہ سن لیں۔ اور اگر باپ کو بھی لوگ جانتے نہ ہوں تو دادا کا نام لینا بھی ضروری ہے غرض یہ کہ ایسا پتہ ہونا چاہیے کہ سننے والے سمجھ لیں کہ فلانی (لڑکی) کا نکاح ہو رہا ہے۔

(۳) جوان کنواری لڑکی سے ولی نے آ کر کہا کہ میں تمہارا نکاح فلانے (لڑکے) کے ساتھ کئے دیتا ہوں اس پر وہ چپ رہی یا مسکرا دی یا رونے لگی تو بس یہی اجازت ہے اب وہ ولی نکاح کر دے تو صحیح ہو جائے گا۔ یہ نہیں کہ جب زبان سے کہے تب ہی اجازت سمجھی جائے گی۔ جو لوگ زبردستی کر کے زبان سے قبول کراتے ہیں برا کرتے ہیں۔

(۴) (البتہ اگر) ولی نے اجازت لیتے وقت شوہر کا نام نہیں لیا نہ اس کو پہلے سے معلوم ہوا تو ایسے وقت چپ رہنے سے رضامندی ثابت نہ ہوگی۔ اور اجازت نہ سمجھیں گے بلکہ نام ونشان بتلانا ضروری ہے۔ جس سے لڑکی اتنا سمجھ جائے کہ یہ فلاناشخص ہے۔

اسی طرح اگر مہر نہیں بتلایا اور مہر مثل سے بہت کم پر نکاح پڑھ دیا تو عورت کی اجازت کے بغیر نکاح نہ ہوگا اس لیے قاعدہ کے موافق پھر اجازت لینی چاہیے۔

(۵) نکاح (صحیح) ہونے کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ کم سے کم دو مردوں کے یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے کیا جائے اور وہ لوگ اپنے کانوں سے نکاح ہوتے ہوئے اور وہ دونوں لفظ کہتے سنیں تب نکاح ہوگیا۔ (بہشتی زیور)

ولی کسے کہتے ہیں

لڑکے اور لڑکی کے نکاح کرنے کا جس کو اختیار ہوتا ہے اس کو ولی کہتے ہیں لڑکی اور لڑکے کا ولی سب سے پہلے اس کا باپ ہوتا ہے اگر باپ نہ ہو تو دادا وہ نہ ہو تو پردادا' اگر یہ لوگ کوئی نہ ہو تو سگا بھائی' اگر سگا بھائی نہ ہو تو سوتیلا یعنی باپ شریک بھائی' پھر بھتیجا یا بھتیجے کا لڑکا' پھر اس کا پوتا پھر سوتیلا چچا اور اس کے لڑکے پوتے پڑپوتے' وہ کوئی نہ ہوں تو باپ کا چچا پھر اس کی اولاد اگر باپ کا چچا اور اس کے لڑکے پوتے پڑپوتے کوئی نہ ہوں تو دادا کا چچا پھر اس کے لڑکے پھر پوتے پھر پڑپوتے وغیرہ۔

یہ کوئی نہ ہوں تو ماں ولی ہے' پھر دادی' پھر نانی' پھر نانا' پھر حقیقی بہن' پھر سوتیلی بہن جو باپ شریک ہو پھر جو بھائی بہن ماں شریک ہوں۔ پھر پھوپھی' پھر ماموں' پھر خالہ وغیرہ۔

اور نابالغ شخص کسی کا ولی نہیں ہوسکتا۔ اور کافر کسی مسلمان کا ولی نہیں ہوسکتا اور مجنون پاگل بھی کسی کا ولی نہیں ہوسکتا۔ (بہشتی زیور)

لڑکی کے از خود نکاح کر لینے کی خرابی

اس میں کلام نہیں کہ عاقلہ بالغہ (سمجھ دار جوان لڑکی) خود اپنے نکاح کی بات چیت ٹھہرا لے اور ایجاب وقبول کرلے تو نکاح منعقد ہو جائے گا لیکن یہ دیکھنا یہ کہ آیا بلا ضرورت و مصلحت (شرعی) کے ایسا کرنا کیسا ہے سو یہ امر نہ شرعاً پسندیدہ ہے نہ عقلاً شرعاً تو اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لَاتَنْكِحُوْا النِّسَاءَ اِلَّامِنَ الْاَكْفَاءِ وَلَا يُزَوِّجُهُنَّ اِلَّا اَوْلِيَاءُ (دار قطنی بیہقی)

"یعنی عورتوں کا نکاح نہ کرو مگران کے کفو میں اور ان کی شادی نہ کریں مگران کے اولیاء۔"

یہ (حدیث) بھی عمل ہی کے واسطے ہے اور کوئی تو باطنی راز ہے جس کیوجہ سے حضور ﷺ نے (لڑکی کے نکاح کے لیے) اولیاء کا واسطہ تجویز فرمایا اگرچہ ہم کو اس کی علت اور وجہ بھی نہ معلوم ہو۔ (اصلاح انقلاب)

فصل ۳

نکاح کے معاملہ میں صفائی اور دیانتداری سے کام لینا چاہیے

چونکہ نکاح بھی ایک معاملہ ہے جس کا تعلق دو نئے آدمیوں سے ہے اس لیے زوجین (ہونے والے میاں بیوی) کو اس میں نہایت دیانت وصفائی سے کام لینا واجب ہے کہ کسی قسم کا خلجان مہمل (یعنی الجھاؤ کا احتمال) نہ رہے۔ جہاں تک اپنا ذہن رسائی کرے ہر بات صاف کردے۔ (اصلاح انقلاب)

دھوکہ دے کرنا پسندیدہ ناکارہ لڑکی کا نکاح کرنا

ایک کوتاہی یہ کہ منکوحہ (لڑکی) کسی وجہ سے ایسی ہو کہ مرد اس کو پسند نہ کرے گا اور لڑکی کے اولیاء نے دھوکہ دے کر کسی سے نکاح کردیا مثلاً ایسا کوئی مرض ہے جو ہمبستری سے مانع ہے۔

ایک جگہ پاگل کا نکاح ایک اندھے سے کردیا تھا اس نے شوہر کو کاٹ لیا وہ بھاگا اور بے حد رسوائی ہوئی آخر طلاق ہوئی اور مہر کا جھگڑا پڑا۔

ایک جگہ عورت بالکل بھوری تھی یعنی جلد ایسی سفید تھی کہ جیسے برص کے مرض میں ہو جاتی ہے۔ سو مرد کہیں تو صابر شاکر بے نفس ہوتا ہے اور برداشت کرتا ہے مگر اس کی پوری زندگی بے مزہ ہوتی ہے۔ گو چھٹکارا ممکن ہے۔ مگر طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں بعض لوگ اس کو بے مروتی سمجھتے ہیں بعض لوگ وسعت کم رکھتے ہیں اس لیے وہ اس کا اہتمام نہیں کرتے تو جن لوگوں نے اس کو دھوکہ دیا ہے تو ان پر تو دھوکہ دینے اور ایذاء رسانی (تکلیف پہنچانے) کا وبال اور گناہ ضرور ہوگا۔

بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ آسیب زدہ زندگی کو کسی کے سر مڑھ دیا اور جب وہ متوجہ ہوا تو جن صاحب اس کی طرف متوجہ ہوئے غرض یوں ہی صبر کر کے رہ گیا اور خدمت اس کی جدا اس کے ذمہ رہی تو یہ لوگ لڑکی کے لیے شوہر تجویز نہیں کرتے بلکہ اس کے لئے ایک مزدور تلاش کر لیتے ہیں خاص طور سے اگر بی بی صاحبہ بدزبان و بدمزاج ہوں تب تو اچھی خاصی شوہر کے لیے دوزخ ہے۔ اسی طرح اگر وہ اندھی ہو کانی ہو برص کے مرض میں مبتلا ہو' جذام کے مرض میں مبتلا ہو ان سب کا نتیجہ برا ہوتا ہے۔

اگر مرد بے نفس ہوا تو اس کی زندگی برباد ہوئی اور اگر اس سے صبر نہ ہو سکا تو اس نے عورت کو تکلیف پہنچانا شروع کیا جس سے اس پر ایک مصیبت مرض وغیرہ کی تو پہلے ہی سے تھی۔ دوسری اور بڑھ گئی اور یہ ناچاقی (اختلاف) ان دونوں سے آگے بڑھ کر دونوں خاندانوں میں موثر ہوتی ہے ان میں آپس میں دشمنی ہو جاتی ہے' مقدمہ بازی ہوتی ہے' کبھی علیحدگی کی کوشش کی جاتی ہے اور مرد انکار کرتا ہے' کبھی مہر کا دعویٰ ہوتا ہے' کبھی جھوٹے گواہ مہر کی معافی کے بنائے جاتے ہیں۔ اور کبھی باوجود معاف کر دینے کے جھوٹا حلف (قسم) معاف نہ کرنے کا گوارہ کر لیا جاتا ہے۔ غرض ہزاروں خلجان (پیچیدہ مسئلے) کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان سب کی جڑ مرد عورت کا ناموافق ہونا ہے۔ (اصلاح انقلاب)

ناکارہ مرد سے نکاح کر دینا

ایک کوتاہی یہ کہ بعض لوگ باوجود بالکل ضرورت نہ ہونے کے بلکہ باوجود بیکار ہونے کے محض خاندانی رسم سمجھ کر جوان عورت یا لڑکی سے نکاح کر دیتے ہیں اور اپنے ناکارہ ہونے کو منکوحہ (لڑکی) اور منکوحہ کے اولیاء سے چھپاتے ہیں۔ یہ لوگ دوسرے آدمی کو مفسدہ میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

اگر عورت پارسا ہے تب تو وہ تمام عمر قید شدید میں مبتلا ہوئی اور اگر اس صفت سے خالی ہوئی تو بدکاری میں مبتلا ہوئی اور دونوں حالتوں مین میاں بیوی ناگواری میں رہے (حالات) اور رنجش و نااتفاق امر مشترک ہے۔

دوسری صورت میں دونوں کی بے آبروئی بلکہ دونوں کے خاندان کی بھی ساتھ ساتھ رسوائی ہے۔ بعض لوگ یہ اندھیر کرتے ہیں کہ باوجود اس بات کے مشہور ہونے کے پھر بھی اپنی لڑکی

ایسے شخص سے بیاہ دیتے ہیں جس کا سبب اکثر مال وزر کی حرص ہوتی ہے۔

نکاح اعلان کے ساتھ کرنا چاہیے

بعض لوگ نفسانی مصلحت سے خفیہ نکاح کر لیتے ہیں جس سے ایک خرابی تو یہ ہے کہ یہ سنت کے تو یقیناً خلاف ہے حدیث میں اَعْلِنُوْا النِّکَاحَ (یعنی نکاح اعلان کے ساتھ کرو) اور جن ائمہ کے نزدیک اعلان کرنا نکاح کی شرط ہے ان کے نزدیک ایسا نکاح منعقد ہی نہ ہوگا۔

اور ہمارے نزدیک اگرچہ منعقد ہو جاتا ہے جب کہ اس میں ضروری گواہ یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں موجود ہوں۔ مگر تاہم علماء کے اختلاف میں بلاوجہ پڑنا خود ناپسندیدہ ہے۔

خفیہ نکاح کرنے کے مفاسد

(۱) اس میں ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ اگر یہ طریقہ رائج ہو جائے تو بہت سے مرد عورت زنا میں مبتلا ہونے کے بعد حمل یا کسی کو اطلاع ہو جانے سے رسوائی ہوتے دیکھیں گے تو بہت آسانی سے خفیہ نکاح کے دعوے کی آڑ میں لے لیا کریں گے۔

(۲) اور ایک خرابی یہ کہ بعض عوام کو خود بھی معلوم نہیں کہ نکاح صحیح ہونے کے لیے شہادت کا ادنیٰ (کم از کم) درجہ کیا ہے جب وہ کسی خفیہ نکاح کو سنیں گے اور خفیہ ہونے کے سبب ان کو گواہوں کا عدد معلوم نہ ہوگا تو تعجب نہیں کہ اس کا مطلب نکاح بغیر شہود (گواہوں کے بغیر) شہادت کے شرط نہ ہونے کا اعتقاد کر لیں اور کسی موقع پر عمل بھی کر لیں تو اس میں اعتقادی و عملی دونوں خرابیاں جمع ہو گئیں۔ (اصلاح انقلاب)

(۳) ایک خرابی یہ کہ (خفیہ نکاح کے) دعوے کے ذریعے کسی ایسی عورت پر ظلم ہو سکتا ہے جس سے یہ نکاح کی خواہش رکھتا ہو اور وہ اس کو قبول نہ کرتی ہو پس کسی وقت اگر اس کو شیطان گمراہ کرے تو وہ مردہ شخصوں کا نام لے کر دعویٰ کر سکتا ہے کہ ان کے سامنے خفیہ نکاح ہو گیا تھا اور اس دعوے کے بعد دو چار مددگاروں کی اعانت سے اس پر زیادتی کرے اور عام لوگ اس شبہ پر خاموش رہیں کہ نکاح والی عورت پر قبضہ کرنے کا حق ہے ہم کیوں تعرض کریں۔

(۴) ایک خرابی یہ ہے کہ منکوحہ (جس کا نکاح ہو چکا ہو) عورت کی نسبت یہی دعویٰ اس طرح ہو سکتا ہے کہ دوسرے شخص کے اعلانیہ نکاح کے قبل کی تاریخ میں ہمارے نزدیک خفیہ نکاح ہو چکا تھا چنانچہ انہیں ایام میں ایسا واقعہ ہوا ہے۔

اور تعجب نہیں کہ انہی مفاسد کے انسداد کے لیے شریعت نے اعلان کا حکم فرمایا ہے۔

ضرورتاً خفیہ نکاح کرنا

بعض اوقات شرعی عذر سے خفیہ نکاح کی ضرورت واقع ہوتی ہے مثلاً ایک بیوہ عورت کسی سے نکاح ثانی کرنا چاہتی ہے مگر اعلان کرنے میں اپنے جاہل ورثاء سے اس کو ہلاک ہو جانے کا اندیشہ ہے اور دوسری جگہ سفر کرنے میں کوئی محرم نہیں اس لیے اس نے خفیہ نکاح کر لیا پھر اسی کے ساتھ امن میں دوسری جگہ چلی گئی۔ (اصلاح انقلاب)

لڑکی والے پیغام دیں یا لڑکے والے

صحابہ رضی اللہ عنہم میں تو بعض دفعہ باپ نے خود اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کے لیے پیام دیا چنانچہ جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پہلے شوہر سے بیوہ ہوئیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا بیوہ ہوگئی ہے اس سے تم نکاح کر لو۔

وہاں ہندوستان کی سی رسم نہ تھی کہ باپ کا خود بیٹی کے لیے کہنا حرام سمجھتے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں سوچ کر جواب دوں گا۔ چنانچہ انہوں نے عذر کر دیا اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا حفصہ بنت عمر بیوہ ہوگئی ہے اس سے آپ نکاح کر لیجئے انہوں نے بھی وہی جواب دیا کہ سوچوں گا پھر کچھ جواب ہی نہ دیا آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام آیا اور نکاح کر دیا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ملے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے کچھ جواب نہ دینے پر تم خفا ہو گئے ہوں گے۔ بھائی ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر فرماتے ہوئے سنا تھا اس لیے ہم نے جواب میں توقف کیا کہ نہ خود قبول کر سکتا تھا نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راز ظاہر کر سکتا تھا اور صاف جواب دینے میں شبہ تھا کہ تم اور کہیں منظور نہ کر لو غرض عرب میں ایسی بے تکلفی تھی کہ باپ اپنی بیٹی دیتے ہوئے نہیں شرماتا تھا۔

بلکہ عورتیں آ کر عرض کرتیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے نکاح کر لیجئے ایک مرتبہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی لڑکی نے کہا کہ یہ عورت کیسی بے حیا تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تجھ سے اچھی تھی اس نے اپنی جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دی غرض عرب میں یہ کوئی عیب نہ تھا۔

میرا یہ مطلب نہیں ہم بھی ایسا ضرور کریں لیکن اگر کوئی کرے تو مضائقہ نہیں۔ (عضل الجاہلیہ)

باب:۸

شادی کس عمر میں کرنا چاہیے

فصل:۵

لڑکیوں کی جلد شادی نہ کرنے کے مفاسد

بعض ناعاقبت اندیش کنواری لڑکیوں کو بالغ ہوجانے کے بعد بھی کئی کئی سال بٹھائے رکھتے ہیں۔ اور محض ناموری کے سامان کے انتظار میں ان کی شادی نہیں کرتے۔ حتی کہ بعض بعض تیس تیس اور کہیں چالیس چالیس برس کی عمر کو پہنچ جاتی ہیں۔ اور اندھے سرپرستوں کو کچھ نظر نہیں آتا کہ اس کا کیا انجام ہوگا۔ حدیثوں میں جو اس پر وعید آئی ہے کہ اگر اس صورت میں عورت سے کوئی لغزش ہوگئی تو وہ گناہ باپ پر لکھا جاتا ہے یا جو (بھی باپ کے قائم مقام مثلاً) ذی اختیار ہو اس پر بھی لکھا جاتا ہے۔

اگر کسی کو اس وعید کا خوف نہ ہو تو دنیا کی آبرو کو تو دنیا دار بھی ضرور سمجھتے ہیں سو اس میں اس کا بھی اندیشہ ہے چنانچہ کہیں حمل گرائے گئے ہیں کہیں لڑکیاں کسی کے ساتھ بھاگ گئی ہیں۔

اگر کسی شریف خاندان میں ایسا نہ ہو تب بھی وہ لڑکیاں ان سرپرستوں کو تو دل ہی دل میں کوستی ہیں اور چونکہ وہ مظلوم ہیں اس لیے ان کا کوسنا خالی نہیں جاتا۔ ان لوگوں کو یہ بھی شرم نہیں آتی کہ خود باوجود بوڑھے ہوجانے کے ایک بڑھیا کو جو اس لڑکی کی ماں ہے خلوت میں لے جا کر اس کے ساتھ عیش وعشرت کرتے ہیں۔ اور جس غریب مظلوم کی عیش کا موسم ہے وہ پہرہ داروں کی طرح ماما (نوکرانی) کے ساتھ ان کے گھر کی چوکسی کرتی ہیں کیسا بے ربط خبط ہے۔ (اصلاح انقلاب)

سامان جہیز اور زیور کی وجہ سے تاخیر

اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ جس انتظار میں یہ ٹال مٹول کی جاتی ہے وہ بھی نصیب نہیں ہوتا یعنی سامان اور زیور۔ اور فخر کے لیے وہ سرمایہ بھی میسر نہیں ہوتا اور مجبوری میں جھک مار کر خشک نکاح ہی کرنا پڑتا ہے۔ پھر کوئی ان سے پوچھے کہ دیر کرنے میں تو اور بھی زیادہ بدنامی ہے میاں اتنے

دن بھی لگائے اور پھر بھی خاک نہ ہو سکا لڑکی کو اگر ایسی ہی دینے کا شوق ہے تو نکاح کے بعد دینے کو کس نے منع کیا ہے۔ (اصلاح انقلاب)

دعوت وغیرہ کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے تاخیر

اگر عام دعوت کرنے کا شوق ہے تو دعوت کے ہزار بہانے ہر وقت نکل سکتے ہیں یہ کیا فرض ہے کہ سارے ارمانوں کی اسی مظلومہ پر مشق کی جائے یہ بالکل صریح ظلم اور برا عمل ہے۔

حدیث میں ہے اگر تمہارے پاس ایسا شخص آئے جس کے اخلاق اور دین داری تم کو پسند ہو تو تم اپنی لڑکی کا نکاح اس سے کر دو ورنہ زمین میں فتنہ اور فساد پھیلے گا۔ (اصلاح انقلاب)

مناسب رشتہ نہ ملنے کا فضول عذر

بعض لوگ یہ عذر کرتے ہیں کہ کہیں سے موقع کا رشتہ ہی نہیں آتا تو کیا کسی کے ہاتھ پکڑا دیں؟ یہ عذر اگر واقعی ہوتا تو صحیح تھا۔ یعنی سچ مچ اگر موقع کا رشتہ نہ آتا تو واقعی یہ شخص معذور تھا لیکن خود اسی میں کلام ہے کہ جو رشتے آتے ہیں کیا وہ سب ہی بے موقع ہیں؟ بات یہ ہے کہ بے موقع کا مفہوم خود انہوں نے اپنے ذہن میں تصنیف کر رکھا ہے جس کے اجزا یہ ہیں۔

(۱) حسب و نسب حضرات حسنین رضی اللہ عنہم جیسا ہو۔

(۲) اور اخلاق میں جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جیسا ہو۔

(۳) اور علم میں اگر وہ دینی علم ہے تو ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے برابر ہو اگر دنیوی علم ہے تو بوعلی سینا کا مثل ہو۔

(۴) حسن میں یوسف علیہ السلام کا ثانی ہو۔

(۵) اور ثروت و ریاست میں قارون و فرعون کے ہم پلہ ہو۔

غلو ہر امر میں مذموم ہے۔ ایک ہی شخص میں تمام صفات کا مجتمع ہونا شاذ و نادر ہے جن صفات کو جس درجہ میں تم دوسروں میں ڈھونڈتے ہو تم کو جس شخص نے لڑکی دی تھی جس کی بدولت آج اپنی لڑکی کے باپ بن کر یہ جوانیاں دکھا رہے ہو کیا اس شخص نے تمہارے لیے ایسی ہی تفتیش و تحقیق کی تھی اگر وہ ایسا ہی کرتا تو تم کو عورت ہی میسر نہ ہوتی۔ اس نے ایسا نہیں کیا تو جب اس نے ایسا نہ کیا تو تم نے یا تمہارے باپ نے دوسرے مسلمان بھائی کی بدخواہی کیوں کی۔ کہ باوجود تمہارے اندر ان اوصاف کے پورے طور سے مجتمع نہ ہونے کے اس کی لڑکی پر نکاح کے

ذریعہ قبضہ کرلیا (جو چیز تم اپنے لیے پسند کرتے ہو وہ دوسروں کے لیے کیوں نہیں پسند کرتے) اس پر عمل کیوں نہیں کیا۔ دوسرے یہ کہ جب تم اپنی دختر (لڑکی) کے لیے ان صفات کا شوہر تلاش کرتے ہو۔ انصاف کرو تم نے جب اپنے لڑکے کے لیے کسی کی لڑکی کی درخواست کی تھی یا کرنے کا خیال ہے۔ کیا اپنے صاحب زادہ میں بھی یہ صفات اسی درجہ کی دیکھ لی یا دیکھنے کا ارادہ ہے۔

تیسرے یہ کہ جس طرح لڑکوں میں بے شمار خوبیاں ڈھونڈی جاتی ہیں اگر دوسرا شخص تمہاری لڑکیوں میں اس سے دسواں حصہ خوبیاں اور ہنر دیکھنے لگے تو میں یقین کرتا ہوں کہ تمام عمر ایک لڑکی بھی نہ بیاہی جائے گی۔

غرض یہ عذر کہ رشتہ موقع کا (مناسب) نہیں آتا اکثر حالتوں میں بے موقع ہوتا ہے۔ (اصلاح انقلاب)

لڑکیوں کے لیے اچھے لڑکے کم کیوں ملتے ہیں

اس کا ذکر تھا لڑکیوں کے لیے اچھے لڑکے بہت کم ملتے ہیں فرمایا کہ میں نے تو اپنے خاندان کی عورتوں کے سامنے ایک مرتبہ یہ کہا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ لڑکیوں میں صرف لڑکی ہونا دیکھا جاتا ہے۔ اس لیے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لڑکوں کے لیے لڑکیاں بہت ہیں اور لڑکوں میں سینکڑوں باتیں دیکھی جاتی ہیں کہ خوبصورت بھی ہو۔ وجاہت بھی رکھتا ہو۔ کھاتا پیتا بھی ہو۔ غیرت بھی ہو عہدہ بھی ہو۔ میں نے کہا اگر اتنی شرطیں تم لڑکوں میں لگاتی ہو لڑکیوں میں بھی دیکھی جائیں تو انشاء اللہ ایک لڑکی بھی شادی کے قابل نہ نکلے گی کیونکہ اکثر لڑکیاں بے سلیقہ اور نالائق ہوتی ہیں غرض لڑکوں میں بھی غالب نالائق ہیں اور لڑکیوں میں بھی۔

کم عمری میں شادی کر دینے سے قویٰ ضعیف ہو جاتے ہیں

آج کل قویٰ بہت ضعیف ہیں جس کی زیادہ وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ آج کل شادی کم عمری میں ہو جاتی ہے۔ اعضاء میں پورا نمو (کمال و پختگی) نہیں ہونے پاتا اتنی جلدی شادی کرنے کی وجہ یا تو چوچلا پن ہے کہ چھوٹے چھوٹے دولہا دلہن دیکھنے کا ارمان ہے اور کہیں یہ خیال ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ مر جائیں اور بیٹے کی شادی نہ دیکھ سکیں۔ اور کہیں ماں باپ کا قصور نہیں ہوتا۔ بلکہ خود بچے ہی ماں باپ کے پیٹ سے نکلتے ہی مستیاں شروع کر دیتے ہیں جس سے ماں باپ کو

ان کی شادی کرنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔

بہر حال شادی کم عمری میں ہوتی ہے اس وجہ سے ماں باپ ہی چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد ان کے بچے بھی چھوٹے ہوتے ہیں اگر ایسا ہوتا رہا تو وہ جو مشہور ہے کہ قیامت کے قریب بالشتیوں (ایک بالشت کے آدمی) کی آبادی ہوگی تھوڑے دنوں میں بالکل سچ ہو جائے گا۔

اگلے زمانہ کے لوگ بڑے قوی ہوتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی شادی نمو ختم ہونے کے بعد ہوتی تھی (یعنی جب ان کی بدن میں پوری جوانی' کمال اور پختگی ہو جاتی تھی) اسی وجہ سے ان کی عمریں زیادہ ہوتی تھیں یہ وجہ ہے ضعف کی۔ (روح الصیام تبرکات رمضان)

بچپن میں شادی کر دینے کی خرابیاں

ایک کوتاہی بعض قوموں یا بعض لوگوں میں یہ ہے کہ بہت تھوڑی عمر میں شادی کر دیتے ہیں جس وقت ان متناکحین (لڑکا لڑکی) کو کچھ تمیز بھی نہیں ہوتی کہ نکاح کیا چیز ہے؟ اور اس کے کیا حقوق ہوتے ہیں؟ اس میں بہت سی خرابیاں ہوتی ہیں۔ بعض اوقات لڑکا نالائق نکلتا ہے جس کو منکوحہ سیانی ہو کر یا لڑکی کے اولیاء پسند نہیں کرتے اب فکر ہوتی ہے تفریق کی۔ کوئی مسئلہ پوچھتا ہے کوئی بے مسئلہ پوچھے ہی دوسری جگہ نکاح کر دیتا ہے۔ اور لڑکا ہے کہ براہ سرکشی نہ اس کے حقوق ادا کرتا ہے نہ اس کو طلاق دیتا ہے غرض ایک بلا اور لا علاج مصیبت ہو گئی۔

بعض جگہ کم سنی میں نکاح کرنے سے یہ ہوا کہ نکاح ہونے کے بعد وہ لڑکی اس لڑکے کو پسند نہیں وہ اپنے لیے کہیں اور تلاش کر لیتا ہے اور اس کی نہ خبر گیری کرتا ہے نہ طلاق دیتا ہے۔ اور عذر کر دیتا ہے کہ مجھ کو خبر ہی نہیں کہ میرا نکاح کب ہوا؟ جنہوں نے کیا وہ ذمہ دار ہیں اور طلاق دینے کو عرفاً عار سمجھتا ہے۔

بعض اوقات دونوں بچپن میں ایک جگہ کھیلتے اور لڑتے ہیں جس کا اثر بعض جگہ یہ ہوتا ہے کہ آپس میں نفرت اور بغض پیدا ہو جاتا ہے اور چونکہ شروع ہی سے دونوں ساتھ رہے ہیں اس لیے شوہر کو کوئی خاص میلان کیفیت شوقیہ کے ساتھ نہیں ہوتا جیسا کہ بالغ ہونے کے بعد نئی بیوی کے ملنے سے ہوتا ہے اور اس کا ثمرہ بھی ہر طرح برا ہی برا ہے۔ کیا ان خرابیوں سے بچنے کی کوشش کرنا ضروری نہیں ہے۔

طالب علمی کے زمانہ میں نکاح نہیں کرنا چاہیے

ایک صاحب نے اپنے لڑکے کے نکاح کے متعلق حضرت والا سے مشورہ لیا وہ لڑکا پڑھنے میں مصروف تھا ان صاحب نے یہ بھی عرض کیا کہ اب موقع اچھا ہے فرمایا کہ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ اگر جولاہی مل جائے تو وہی صحیح۔ مرد کو تو ایک عورت چاہیے (لیکن) اس وقت اس کا پڑھنا کیوں برباد کیا۔ (حسن العزیز)

نابالغی کے زمانہ میں نکاح نہیں کرنا چاہیے

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَابْتَلُوا الْيَتَامٰى حَتّٰى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ

''اور تم یتیموں کو آزمالیا کرو یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں۔''

یہ آیت صاف مشیر ہے کہ نکاح کا پسندیدہ زمانہ بلوغ کے بعد کا اور درستی عقل کے بعد نکاح کیا جائے تاکہ جس کا معاملہ ہو وہ اس کو سمجھ لے۔ (اصلاح انقلاب)

(سن بلوغ) کس عمر میں لڑکا لڑکی بالغ ہوتے ہیں

دختر (لڑکی) کی بلوغ کی کوئی مدت معین نہیں۔ مگر نو برس سے پہلے بالغ نہیں ہوسکتی اور پندرہ برس کے بعد نابالغ نہیں رہ سکتی۔ یعنی ادنی مدت بلوغ نو سال ہے جب کہ علامات بلوغ پائی جائیں اور بلوغ کی علامات حیض وغیرہ ہے اور زیادہ سے زیادہ مدت بلوغ پندرہ سال ہے جبکہ علامات بلوغ نہ پائی جائیں اسی پر فتویٰ ہے۔ (امداد الفتاویٰ)

ضرورت کی وجہ سے نابالغی میں نکاح کرنا

اگر ناکح ومنکوحہ (لڑکا لڑکی) نابالغ ہوں اور اچھا موقع فوت ہوتا ہو (یعنی پھر رشتہ چھوٹ جانے کا خطرہ ہو) تو دوسری بات ہے اور اگر ایسی کوئی ضرورت مصلحت نہیں ہے محض رسم ہی کی اتباع ہے تو خود یہ رسم مٹانے کے قابل ہے گو نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔ (اصلاح انقلاب)

نابالغی میں نکاح کا ثبوت

حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح نابالغی کی حالت میں ہونا متواتر ہے۔ صحیح مسلم میں خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنا قصہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا جب یہ

سات برس کی تھیں اور زفاف ہوا جب نو برس کی تھیں اور آپ کی وفات ہوئی جب یہ اٹھارہ سال کی تھیں۔ (مسلم مشکوٰۃ' امداد الفتاویٰ)

آج کل شادی جلدی کر دینا چاہیے

آج کل رائے یہ ہے کہ شادی جلدی ہونی چاہیے کیونکہ اب وہ عفت و دیانت طبیعتوں میں نہیں رہی جو پہلے تھی اب زیادہ ضبط کی ہمت نہیں ہوتی مگر جلدی شادی ہونے میں جہاں یہ فائدہ ہے چند خرابیاں بھی ہیں۔ (عضل الجاہلیہ)

جلدی نکاح کرنے کا حکم

حدیث مرفوع ہے:

عَنْ علی رضی اللہ عنہ اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ یَا عَلِیُّ ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا الصَّلٰوۃُ اِذَا اَتَتْ وَالْجَنَازَۃُ اِذَا حَضَرَتْ وَالْاَیِّمُ اِذَا وَجَدْتَ لَهَا کُفُوًا۔ (رواہ الترمذی ومشکوۃ)

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اے علی رضی اللہ عنہ تین چیزوں میں تاخیر نہ ہونا چاہیے نماز جب اس کا وقت آ جائے' اور جنازہ جب کہ تیار ہو جائے اور بے نکاحی لڑکی کا رشتہ جب اس کا کفو مل جائے۔''

اس حدیث میں وجوب تعجیل (جلدی نکاح کرنے کو) نماز کا قرین قرار دیا ہے۔

(امداد الفتاویٰ)

لڑکا لڑکی کا کس عمر میں نکاح کر دینا چاہیے

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَابْتَلُوا الْیَتٰمٰی حَتّٰی اِذَا بَلَغُوا النِّکَاحَ

یہ آیت صاف مشیر ہے کہ نکاح کا پسندیدہ زمانہ بلوغ کے بعد کا ہے سیدھا طریقہ یہی ہے کہ بلوغ اور درستی عقل کے بعد نکاح کیا جائے نہ کہ اس سے پہلے۔ (اصلاح انقلاب)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر (شادی کے وقت) ساڑھے پندرہ سال کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اکیس برس کی تھی۔ (اصلاح الرسوم)

بہت تھوڑی عمر میں شادی کر دینے میں بہت سے نقصان ہیں بہتر تو یہی ہے کہ لڑکا جب

کمانے اور لڑکی جب گھر چلانے کا بوجھ اٹھا سکے اس وقت شادی کی جائے۔ (بہشتی زیور)

والدین کی ذمہ داری

حضرت ابوسعید اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دونوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی اولاد پیدا ہو اس کو چاہیے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اچھی تعلیم دے پھر جب وہ بالغ ہو جائے اس کا نکاح کر دے اور اگر وہ بالغ ہو جائے اور اس کا نکاح نہ کرے پھر وہ کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے تو اس کا گناہ (سبب کے درجہ) میں صرف باپ پر ہی ہوگا۔ (گو مباشرت کے درجہ میں خود اس پر ہوگا)۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ توراۃ میں لکھا ہے کہ جس کی لڑکی بارہ سال کو پہنچ جائے (اور قرائن سے نکاح کی حاجت معلوم ہو) اور یہ شخص اس کا نکاح نہ کرے پھر وہ کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہوگا۔

دو لڑکوں یا دو لڑکیوں کی ایک ساتھ شادی نہ کرنی چاہیے

اپنے دو لڑکوں یا دو لڑکیوں کی شادی جہاں تک ہو سکے ایک دم (یعنی ایک ساتھ) مت کرو کیونکہ بہوؤں میں ضرور فرق ہوگا دامادوں میں ضرور فرق ہوگا' خود لڑکوں اور لڑکیوں کی صورت میں بہت باتوں میں فرق ہو جاتا ہے اور لوگوں کی عادت ہے تذکرہ کرنے کی اور ایک کو گھٹانے اور دوسرے کو بڑھانے کی اس سے خواہ مخواہ دوسرے کا جی برا ہوتا ہے۔ (بہشتی زیور)

☆☆☆

باب:۹

منگنی اور تاریخ کا تعین منگنی کی حقیقت

منگنی ہے کیا چیز درحقیقت منگنی صرف وعدہ ہے جو زبان سے ہوا کرتا ہے اس کے ساتھ مٹھائی کھٹائی وغیرہ کی کیا ضرورت ہے اگر خط میں لکھ کر وعدہ بھیج دیا جائے تب بھی وہ کام ہو سکتا ہے (اس کے علاوہ) اس کے ساتھ جس قدر بھی' زوائد (زائد باتیں) ہیں سب زائد از کار (اور بے کار ہیں)۔ (حقوق الزوجین)

منگنی میں یہ تمام بکھیڑے جو آج کل رائج ہیں سب لغو اور خلاف سنت ہیں زبانی پیغام و جواب کافی ہے۔ (اصلاح الرسوم)

منگنی کی رسم میں برادری کے لوگوں کا جمع ہونا شریعت کی نگاہ میں

(منگنی کی رسم میں) برادری کے مردوں کا اجتماع ضروری ہونا ایسی ضروری رسم ہے کہ چاہے برسات ہو کچھ بھی ہو مگر یہ ممکن نہیں کہ ڈاک کے خط پر اکتفا کریں۔ بتلایئے شریعت نے جس چیز کو ضروری نہیں ٹھہرایا اس کو اس قدر ضرور سمجھنا کہ شریعت کے ضروری بتلائے ہوئے امور سے زیادہ اہتمام کرنا' انصاف کیجئے یہ شریعت کا مقابلہ ہے یا نہیں اور جب مقابلہ ہے تو واجب الترک (اس کا چھوڑنا ضروری ہے) یا نہیں؟

اگر یہ کہا جائے کہ مشورہ کے لیے جمع کیا جاتا ہے تو بالکل غلط ہے وہ تو بے چارے خود پوچھتے ہیں کہ کون سی تاریخ لکھیں جو پہلے سے گھر میں خاص مشورہ کر کے معین کر چکے ہیں وہ بتلا دیتے ہیں اور وہ لوگ لکھ دیتے ہیں پھر اکثر لوگ آ نہیں سکتے اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو اپنے بجائے بھیج دیتے ہیں وہ مشورہ میں کیا تیر چلائیں' کچھ بھی نہیں یہ نفس کی تاویلیں ہیں سیدھی بات کیوں نہیں کہتے کہ صاحب یوں ہی رواج چلا آتا ہے اسی رواج کا عقلاً ونقلاً مذموم اور واجب الترک ہونا بیان ہو رہا ہے غرض اس رسم کے سب اجزاء خلاف شرع ہیں۔ (اصلاح الرسوم)

اور اگر مشورہ ہی کرنا ہے تو جس طرح اور امور میں مشورہ ہوتا ہے ایک دو عاقل مصلحت اندیش سے رائے لے لے بس کفایت ہوگی گھر گھر کے آدمیوں کو بٹورنا کیا ضروری ہے۔ (اصلاح الرسوم)

منگنی کی رسموں سے بات پکی ہو جاتی ہے یہ خیال غلط ہے

لوگ کہتے ہیں کہ منگنی میں یہ باتیں (مروجہ رسوم) ہونے سے پختگی ہو جاتی ہے صاحبو! میں نے غیر پختہ جڑتے ہوئے اور پختہ ٹوٹتے ہوئے اپنی آنکھ سے دیکھے ہیں اس لیے یہ سب اوہام (شیطانی خیالات) ہیں کہ پختگی ہوتی ہے یہ پرانی تاویل ہے کہ اس سے وعدہ کا استحکام ہو جاتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ جو شخص اپنی زبان کا پکا ہے اس کا ایک مرتبہ کہنا ہی کافی وافی ہے اور جو زبان کا پکا نہیں وہ منگنی کر کے بھی خلاف کرے تو کیا کوئی توپ لگا دے گا؟ چنانچہ بہت جگہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی مصلحت سے یا کسی لالچ سے منگنی چھڑا لیتے ہیں اس وقت وہ استحکام کس کام آتا ہے اور جو کچھ خرچ ہوا وہ کس کام آیا غرض یہ تاویل صحیح نہیں صرف دھوکہ ہے۔

اور اگر (استحکام اور پختگی ہو) تب بھی ہم کو تو وہ کرنا چاہیے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ (حقوق الزوجین)

منگنی رسم' حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کیا کہ کوئی رسم نہیں کی اور یہ رسمیں اس وقت موجود ہی نہ تھیں یہ تو بعد میں لوگوں نے نکالی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کیا نہ اس میں منگنی کی رسم تھی نہ مہندی تھی نہ نشانی تھی منگنی آپ کی یہ تھی کہ حضرت علی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آئے اور چپ کر کے بیٹھ گئے اور شرم کی وجہ سے زبان نہ ہلا سکے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے خبر ہوگئی ہے کہ تم فاطمہ رضی اللہ عنہا کا پیغام نکاح لے کر آئے ہو سو مجھ سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کہہ گئے ہیں کہ خدا کا حکم ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرما لیا بس منگنی ہوگئی نہ اس میں مٹھائی کھلائی گئی نہ کوئی مجمع ہوا یہ نہیں ہوا کہ لال ڈوری ہو' کوئی جوڑا ہو مٹھائی تقسیم ہو۔ (حقوق لزوجین)

منگنی میں آئے ہوئے مہمانوں کی دعوت کا حکم

سوال: جو لوگ دور دراز مقام سے لڑکی کی منگنی کے لیے آئیں شرعی طور پر گفتگو طے ہو جانے کے

بعداور منگنی شروع ہونے کے بعداس خیال سے کہ یہ لوگ دور سے آئے ہیں مہمان کے طور پر ان کوایک آدھ بار دعوت دی جائے تو انسانی ہمدردی اور مروت سے بعید نہیں اس میں کوئی قباحت تو نہیں ہوگی۔

الجواب: یہ نیت مذکورہ (یعنی مہمانی کی نیت سے) دونوں حالتوں میں درست ہے یعنی قبل منگنی بھی اور بعد منگنی بھی۔ (امدادالفتاویٰ)

منگنی اور رشتہ کرانے کی اجرت لینے کا حکم

سوال: رشتہ کرنے کی اجرت لینا جیسے حجام لڑکی ولڑکے کا پیام وسلام کرا کے کچھ لیا کرتے ہیں یا پہلے مقرر کر لیتے ہیں کہ اس قدر نقد اور ایک جوڑا لوں گا تو شرعاً اس لین دین میں کچھ حرج تو نہیں ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اگراس مساعی (کوشش کرنے والے) کو کوئی وجاہت حاصل نہ ہو جہاں اس نے سعی (کوشش) کی ہے وہاں کوئی دھوکہ نہ دے تو اس اجرت کو جانے آنے کی اجرت سمجھ کر جائز کہا جائے گا وَاِلَّا فَلَا یَجُوْزُ اَخْذُالْاَ جْرِ عَلَی الشَّفَاعَةِ وَلَا عَلَی الْخَدَاعِ (ورنہ محض شفاعت پر اور دھوکہ دہی پر کچھ لینا جائز نہیں۔ (امدادالفتاویٰ)

سوال: شفاعت بھی شرعاً غیر منقول ہے، اسی لیے اس کی اجرت ناجائز ہے:

﴿لِاَنَّہٗ یَنْقُلُ تَقَوُّمُہٗ وَاَیْضًا فَلَا تَعَبَ فِی الشَّفَاعَةِ وَاِلَّا یُعْطُوْنَ الْاَجْرَ عَلَیْھَا مِنْ حَیْثُ اَنَّہٗ عَمِلَ فِیْہِ مُشَقَّةً بَلْ مِنْ حَیْثُ اِنَّھَا مُؤَثِّرَةٌ بِالْوَ جَاھَةِ وَالْوَجَاھَةُ وَصْف غَیْرُ مُتَقَوِّمٍ فَجَعَلُوْا اَخْذَالْاَجْرِ عَلَیْھَا رِشْوَتَہٗ وَسُحْتًا واللہ علم﴾

(امدادی الفتاویٰ)

فصل:۱

شادیوں کی تاریخ کا تعین

ہم ان تقریبات کوخوشی کے مواقع سمجھتے ہیں ان کے واسطے اچھے دن تلاش کئے جاتے ہیں ساعت سعید (جنتری میں) دیکھی جاتی ہے اس خبط میں یہ بھی خیال نہیں رہتا کہ یہ جائز ہے یا ناجائز۔

نجومیوں اور پنڈتوں سے ساعت پوچھ کر بیاہ رکھا جاتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ ساعت نحس کی پڑے اور یہ خبر نہیں کہ نحس حقیقی ساعت کون سی ہے نحس حقیقی وہ ساعت ہے جس میں حق تعالیٰ سے غفلت ہو جس وقت آپ نے نماز چھوڑ دی اس سے زیادہ نحسن کون سا وقت ہو سکتا ہے اور جو اشغال نماز چھوڑنے کا باعث ہوں ان سے زیادہ منحوس شغل کون سا ہو سکتا ہے۔

بعض لوگ بعض تاریخوں اور مہینوں کو (مثلاً خالی یا محرم کے چاند کو) اور سالوں کو مثلاً اٹھارہ سال کو منحوس سمجھتے ہیں اور اس میں شادی نہیں کرتے یہ اعتقاد بھی عقل اور شرع کے خلاف ہے۔

(دراصل یہ علم نجوم کا شعبہ ہے) اور علم نجوم شرعاً مذموم اور باصلہ (بالکلیہ) باطل ہے اور کواکب میں سعادت ونحوست منفی (ناقابل اعتبار) ہے اور بعض واقعات کا اہل نجوم کے موافق ہو جانا اگر اس کے صدق (اور حق) کا تجربہ سمجھا جائے تو ان سے زیادہ واقعات کا خلاف ہونا اس کے کذب کا درجہ اولیٰ تجربہ ہوگا۔

پھر مفاسد کثیرہ اس پر مرتب ہوتے ہیں اعتقاد قبیح اور شرک صریح اور ضعف توکل علی اللہ وغیرہ ذالک۔ (بیان القرآن)

ماہ ذی قعدہ کو منحوس سمجھنا سخت غلطی ہے

اس جگہ ایک بات قابل تنبیہ یہ ہے کہ عام لوگ ماہ ذیعقدہ کو منحوس سمجھتے ہیں یہ بڑی سخت بات ہے اور باطل ہے دیکھئے آنخضرت ﷺ نے چار عمرے کئے ہیں وہ سب ذی قعدہ میں تھے سوائے اس ایک جو حج وداع کے ساتھ تھا کہ وہ ذی الحجہ میں واقع ہوا تھا۔ (متفق علیہ) دیکھئے اس میں کتنی برکت ثابت ہوتی ہے کہ آنخضرت ﷺ نے اس ماہ میں تین عمر کئے ہیں نیز ماہ ذی قعدہ حج کے مہینوں میں سے ہے (جو بڑی رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ ہے)۔ (احکام حج ملحقہ سنت ابراہیم)

ذیقعدہ محرم اور صفر کے مہینہ میں شادی

جاہل عورتیں ذیقعدہ کو خالی چاند کہتی ہیں اور اس میں شادی کرنے کو منحوس سمجھتی ہیں یہ اعتقاد بھی گناہ ہے اس سے توبہ کرنا چاہیے اس طرح بعض جگہ تیرہ تاریخ صفر کے مہینے کو نامبارک سمجھتی ہیں یہ سارے اعتقاد شرع کے خلاف اور گناہ ہیں ان سے توبہ کرنا چاہیے۔ (بہشتی زیور)

محرم کے مہینہ میں شادی بیاہ

محرم کا مہینہ مصیبت کا زمانہ مشہور ہے جس کا سبب حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ ہے جو درحقیقت ایک حادثہ جانکاہ ہے مگر جہالت کے سبب ہم لوگوں نے اس میں حدود سے تجاوز کرلیا ہے جس کا اثر یہ ہے کہ لوگوں نے اس زمانہ میں نکاح وشادی کو ناگوار اور مکروہ سمجھ لیا۔

چنانچہ ہمارے ایک عزیز کی شادی ذی الحجہ کی تیس تاریخ کو قرار پائی تھی۔ جس میں محرم کی چاندرات کا ہونا تو یقینی تھا اور یہ بھی احتمال تھا کہ شاید کسی جگہ آج ہی محرم کو پہلی رات ہو تو لڑکی کے ولی کو یہ بات ناگوار ہوئی کہ شادی کی تاریخ کے لیے بھلا یہی دن رہ گیا تھا مگر انہوں نے اتنا کرم کیا کہ شادی میں اگرچہ وہ خود شریک نہیں ہوئے لیکن نکاح کی اجازت دے دی اور اپنی طرف سے اپنے ماموں کو بھیج دیا ہم نے کہا کہ اس خیال کو توڑنا چاہیے اسی دن نکاح کیا مگر کئی سال تک عورتوں کو خیال رہا دیکھئے کوئی ناگوار بات نہ پیش آئی اگر لڑکی کا ذرا بھی کان گرم ہوا تو اس کی وجہ یہی کہیں گے کہ اس تاریخ میں نکاح ہونے کی نحوست ہے مگر الحمد اللہ کوئی ناگوار بات پیش نہیں آئی اور دونوں میاں بیوی خوش وخرم ہیں صاحب اولاد بھی ہیں حق تعالیٰ نے کھلی آنکھوں دکھلا دیا کہ ان کا زمانوں کے متعلق یہ خیال بالکل غلط ہے نص میں جابجا اس کی تصریح ہے کہ نحوست وسعد کا سبب زمانہ وغیرہ نہیں نہ کوئی دن منحوس ہے نہ کوئی مہینہ نہ کسی مکان میں نحوست ہے نہ کسی انسان میں بلکہ اصل نحوست معصیت اور گناہ کے اعمال میں ہے۔ (حقیقۃ الصبر ملحقہ فضائل صبر وشکر،التبلیغ)

کوئی دن منحوس نہیں بلکہ نحوست کا مدار معصیت اور گناہ ہے

بعض پڑھے لوگوں نے دنوں کے منحوس ہونے پر قرآن پاک کی اس آیت سے استدلال کیا ہے وَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ اَيَّامٍ نَحِسَاتٍ اور ہم نے ان پر ایک تند وتیز ہوا ایسے دنوں میں بھیجی جو ان کے حق میں منحوس تھے۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جن دنوں میں عاد پر عذاب نازل ہوا ہے وہ منحوس ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ دن کون کون سے ہیں اس کا پتہ دوسری آیت کے ملانے سے چلے گا فرماتے ہیں:

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمَانِيَةَ اَيَّامٍ

حُسُوْمًا

کہ آٹھ دن تک ان پر عذاب رہا تو اس اعتبار سے تو چاہیے کہ کوئی دن مبارک نہ ہو بلکہ ہر دن منحوس ہو کیوں کہ ہفتہ کے ہر دن میں ان کا عذاب پایا جاتا ہے جن کو ایام نحسات کہا گیا ہے۔

تو کیا اس کا کوئی قائل ہوسکتا ہے؟ اب آیت کے صحیح معنی سنیئے آیت کا مطلب یہ ہے کہ جن دنوں میں ان پر عذاب ہوا وہ دن عذاب نازل ہونے کی وجہ سے خاص ان کے لیے منحوس تھے نہ کہ سب کے لیے اور وہ عذاب تھا معصیت کی وجہ سے پس نحوست کا مدار معصیت ہی ٹھہرا اب الحمد للہ کوئی شبہ نہیں رہا۔ (تفصیل التوبہ دعوت عبدیت)

چاند و سورج گرہن کے وقت نکاح اور شادی

ایک بات یہ مشہور ہے کہ کسوف و خسوف (یعنی جب چاند و سورج گرہن لگا ہو) کا وقت منحوس ہوتا ہے ایسے وقت نکاح یا کوئی شادی کی تقریب نہ کرنا چاہیے میں حیدر آباد اپنے بھتیجے کا نکاح کرنے گیا تھا جو دن اور جو وقت نکاح کے لیے قرار پایا تھا اس وقت خسوف ماہ (چاند گرہن) ہوگیا اب وہاں کے لوگوں میں کھلبلی پڑی کہ ایسے وقت میں کیا نکاح ہوگا اور اگر ایسے وقت نکاح کیا تو تمام عمر نحوست کا اثر رہے گا بہت سے جینٹل مین بھی ان مہملات میں مبتلا تھے چنانچہ جمع ہو کر میرے پاس آئے اور کہا کہ کچھ عرض کرنا ہے' میں نے کہا فرمایئے۔ کہنے لگے کہ کیا چاند گرہن کے وقت بھی نکاح ہوگا؟ میں نے کہا اس وقت تو نکاح کرنا بہت ہی اولی و افضل ہے اور میرے پاس اس کی دلیل بھی موجود ہے وہ یہ کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ خسوف کے وقت ذکر اللہ اور نوافل میں مشغول ہونا چاہیے اب سمجھئے کہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ نکاح میں مشغول ہونا نوافل میں مشغول ہونے سے افضل ہے پس ایسے وقت نکاح کا شغل اور بھی افضل و اولی ہے ان سب نے اس کو تسلیم کیا۔

میں نے بیان تو کر دیا لیکن میرے دل میں ان لوگوں کے خیال سے ایک انقباض رہا اور دعا کی کہ اے اللہ جلد چاند صاف ہو جائے اگر اس حالت میں نکاح ہوا اور بعد میں کوئی حادثہ تقدیر سے پیش آیا تو ان لوگوں کو کہنے کی گنجائش ہوگی کہ ایسے وقت نکاح کیا تھا اس لئے یہ بات پیش آئی اللہ کی قدرت تھوڑی دیر میں چاند صاف ہوگیا سب خوش ہو گئے اور نکاح ہوگیا۔ (التہذیب' فضائل صوم وصلوٰۃ)

باب: ۱۰

نکاح خوانی اور اس کے متعلقات

نکاح کی مجلس اور اس میں خصوصی اجتماع

(حضور ﷺ نے جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقد نکاح فرمایا) تو ارشاد فرمایا کہ اے انس جاؤ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ اور انصار کی ایک جماعت کو بلا لاؤ۔

اس سے معلوم ہوا کہ نکاح کی مجلس میں اپنے خاص لوگوں کو مدعو کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں اور حکمت اس میں یہ ہے کہ نکاح میں اشتہار و اعلان ہو جائے جو کہ مطلوب ہے مگر اس اجتماع میں غلو و مبالغہ نہ ہو وقت پر بلا تکلف جو دو چار آدمی قریب و نزدیک کے جمع ہو جائیں (وہ کافی ہیں)۔ (۲ اصلاح الرسوم)

ایک واقعہ

میرے دوست تحصیل دار صاحب ہیں ان کو اپنی دختر کی تقریب کرنا تھی ماشاء اللہ انہوں نے نہایت تدین و خلوص سے کام لیا ہمت کی سب رسموں کو چھوڑا اور سبکی کی کچھ پرواہ نہ کی اور کمال یہ کہ میرے پاس تشریف لائے اور مجھ کو نکاح پڑھانے کے لیے وطن لے جانا چاہا میں نے کچھ عذر کیا تو انہوں نے سفر ہی میں اس کام کو تجویز کر دیا اور یہ تجویز ہوگئی کہ اسی جلسہ میں عقد کر دیا جائے اس میں دو مصلحتیں ہوگئیں ایک تو اس سنت سے اس گھر میں برکت ہوگی دوسرے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ نکاح یوں بھی ہوتا ہے اور احادیث سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ نکاح نہایت سادہ چیز ہے۔ (حقوق الزوجین)

نکاح کون پڑھائے

(۱) (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی میں) حضور ﷺ نے ایک بلیغ خطبہ پڑھ کر ایجاب وقبول کرایا اس سے معلوم ہوا کہ باپ کا چھپے چھپے پھرنا یہ بھی خلاف سنت ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ باپ خود اپنی دختر کا نکاح پڑھ دے کیونکہ یہ ولی ہے۔ (دوسرا وکیل) ولی کو بہر حال وکیل سے ترجیح ہوتی ہے یہ حضور ﷺ کی سنت بھی یہی ہے۔ (اصلاح الرسوم)

(۲) اس کا بہت اہتمام ہونا چاہیے کہ نکاح پڑھنے والا خود عالم ہو یا کسی عالم سے خوب تحقیق سے نکاح پڑھوائے۔

اکثر جگہ قاضی صاحبان نکاح کے مسائل اور ان کے متعلقات سے محض ناواقف ہوتے ہیں حتی کہ بعض مواقع پر یقیناً نکاح بھی درست نہیں ہوتا تمام عمر بدکاری ہوا کرتی ہے اور بعض ایسے طماع (لالچی) ہوتے ہیں کہ لالچ میں آ کر جس طرح سے فرمائش کی جائے کہہ گزرتے ہیں خواہ نکاح ہو یا نہ ہو۔ (اصلاح الرسوم)

نکاح خوانی کی اجرت کا مسئلہ

اگر دوسرے اجارات (مثلاً) بچوں کی تعلیم صنعتوں اور حرفتوں کی طرح اس کی بھی حالت رکھی جائے کہ جس کا دل چاہے جس کو چاہے بلائے اور کسی کی خصوصیت نہ سمجھی جائے اور جس اجرت پر چاہیں جانبین رضامند ہو جائیں نہ کوئی قاضی اپنے کو مستحق اصل قرار دے نہ دوسروں کے ذہن میں اس کو پیدا کیا جائے (کہ یہ صرف قاضی صاحب ہی کا حق ہے) اور اگر اتفاق سے کوئی دوسرا یہ کام کرنے لگے تو اس سے رنج و آزردگی نہ ہو شہر میں جتنے چاہیں اس کام کو کریں ان سب کو آزاد سمجھا جائے (ہاں جو اس کام کا اہل نہ ہو اس کو خود ہی جائز نہ ہوگا اس کو ایک غرض کی وجہ سے روکا جائے گا)۔

اس طرح اس نکاح کے ساتھ معاملہ کیا جائے اور نیز بلانے والے اپنے پاس سے اجرت دیں دولہا والوں کی تخصیص نہ ہو اس طرح البتہ جائز اور درست ہے غرض دوسرے اجرت کے کاموں میں اور اس میں کوئی فرق نہ کیا جائے (تو جائز ہے)۔ (امداد الفتاویٰ)

اجرت نکاح کی ناجائز صورتیں

(۱) (نکاح کی اجرت) دینے والا اگر دولہا ہو اور قاضی کو بلا کر لے گیا ہو دولہن والا جیسا کہ دستور اکثر یہی ہے تب تو یہ لینا بالکل جائز نہیں کیونکہ اجرت بلانے والے کے ذمہ واجب تھی دوسرے پر بار ڈالنا جائز نہیں۔ (ایضاً)

(۲) ایک رواج یہ ہے کہ اکثر جگہ قاضی لوگ اپنا نائب بھیج دیتے ہیں اور ان کو جو کچھ ملتا ہے اس میں زیادہ حصہ قاضی کا اور تھوڑا سا اس نائب کا ہوتا ہے یہ قاضی صاحب کا استحقاق محض بلا دلیل ہے اور پر کد (کوشش) و مطالبہ کرنا بالکل ناجائز ہے یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے البتہ خوشی سے

اگر صاحب تقریب (شادی والا) کچھ پیسے دے دے تو لینا جائز ہے اور جس کو دیا ہے اس کی ملک ہے مثلاً اگر نائب کو خوشی سے دیا تو تمام تر اس کی ملک ہے منیب صاحب (محض) اس وجہ سے لیتے ہیں کہ ہم نے تم کو مقرر کیا ہے سو اس وجہ سے لینا رشوت اور حرام ہے اور راشی و مرتشی یعنی نائب اور منیب دونوں عاصی (گنہگار) ہوتے ہیں۔ (اصلاح الرسوم)

(۳) اور اگر نکاح کسی اور نے پڑھا ہو تو قاضی صاحب یا نائب قاضی صاحب کو لینا بالکل جائز نہیں اور قاضی صاحب سے نکاح پڑھوانا واجب نہیں۔ امداد الفتاویٰ)

فرمایا جب نکاح خواں کو لڑکی والے بلائیں تو اس حالت میں لڑکے والوں سے نکاح خوانی (کی اجرت) دلوانا اور لینا حرام ہے۔ (حسن العزیز)

اور اگر (نکاح خواں) کو بلانے والا بھی دولہا والا (لڑکے والا) ہے خواہ اپنے آدمی کے ہاتھ بلایا ہو یا دلہن والے سے کہہ کر بلایا ہو تو نکاح خواں کو اس کا دیا ہوا لینا جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ)

نکاح خوانی کی اجرت جو لڑکے والوں سے (ہر حال میں) دلواتے ہیں (گو نکاح خوان کو بلانے والے لڑکی والے ہوں) یہ بھی رشوت میں شامل ہے نکاح پڑھانے کی اجرت تو فی نفسہ جائز ہے لیکن کلام اس میں ہے کہ کون دے؟ تو شرعی اعتبار سے اس کی اجرت اس شخص کے ذمہ ہے جس نے نکاح خواں سے عقد اجارہ کر کے اس کو مستاجر بنا کر لایا ہے تو وہ (عموماً لڑکی والا ہوتا ہے)۔ (التہذیب)

چند ضروری مسائل نکاح پڑھانے والوں کو جن سے واقفیت ضروری ہے

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند ضروری مسائل نکاح کے متعلق جن کی بہت ضرورت رہتی ہے لکھ دیئے جائیں اور سب کو اور خصوصاً نکاح پڑھانے والے قاضیوں کو ان کا یاد کر لینا ضروری ہے ان کے نہ جاننے سے اکثر اوقات نکاح میں خرابی ہو جاتی ہے۔

(۱) ''ولی'' سب سے پہلے باپ ہے پھر دادا پھر حقیقی بھائی پھر علاتی (باپ شریک) بھائی پھر ان کی اولاد اسی ترتیب سے پھر حقیقی چچا' پھر علاتی (باپ شریک) پھر چچازاد بھائی اسی ترتیب سے اور عصبات فرائض (میراث) کی ترتیب سے اور جب کوئی عصبہ نہ ہو تو ماں پھر دادی' پھر نانا' پھر حقیقی بہن' پھر اخیافی (ماں شریکی) بہن بھائی پھر پھوپھی' پھر ماموں' پھر خالہ' پھر چچازاد بہن پھر

ذوی الارحام۔
(۲) ولی قریب کے ہوتے ہوئے ولی بعید کی ولایت نہیں پہنچتی۔
(۳) نابالغہ (لڑکی) کا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں اور خود اس منکوحہ کا زبان سے کہنا قابل اعتبار نہیں خواہ اس کا پہلا نکاح ہو یا دوسرا نکاح ہو۔
(۴) اگر نابالغہ (لڑکی) کا نکاح ولی نے غیر کفو میں کر دیا سو اگر باپ دادا نے کسی ضروری مصلحت سے کیا ہے تو بشرطیکہ ظاہراً کوئی امر خلاف مصلحت نہ ہو تو صحیح ہوگا ورنہ صحیح نہ ہوگا۔
اور اگر باپ دادا کے سوا کسی دوسرے ولی نے نکاح کیا ہے تو فتویٰ اس پر ہے کہ بالکل جائز نہ ہوگا۔
(۵) بالغہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں پس اگر یہ اس کا دوسرا نکاح ہوتا ہے تب تو زبان سے اجازت لینی چاہیے اور اگر پہلا نکاح ہے تو اجازت لینے والا ولی ہے تب تو دریافت کرنے کے وقت اس کا خاموش ہو جانا ہی اجازت ہے اور اگر کوئی دوسرا شخص ہے تو اس کا زبان سے کہنا ضروری ہے اس کے بغیر اجازت معتبر نہ ہوگا۔
(۶) بالغہ (لڑکی) اگر ولی کی اجازت کے بغیر خود اپنا نکاح کفو میں کر لے تو جائز ہے اور غیر کفو میں فتویٰ یہی ہے کہ بالکل جائز نہیں البتہ اگر کسی عورت کا کوئی ولی ہی نہ ہو یا ولی اگر ہو اور اس کی کاروائی (یعنی کفو میں نکاح کر لینے) پر رضامند ہو تو غیر کفو میں جائز ہوگا۔
(۷) اگر ولی نے بالغہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کر دیا اور بعد میں وہ سن کر خاموش ہوگئی اب نکاح صحیح ہوگیا۔ اور اگر غیر ولی میں ابتداً اجازت لی تھی مگر وہ خاموش ہوگئی تو اس وقت نکاح صحیح نہ ہوگا لیکن اگر صحبت کیوقت اس کی ناراضگی ظاہر نہ ہوئی تو وہ نکاح اب صحیح ہو جائے گا۔
(۸) ایجاب وقبول کے الفاظ ایسی بلند آواز سے کہنے چاہئیں کہ گواہ اچھی طرح سن لیں۔
(۹) نکاح کیوقت یہ بھی تحقیق کر لینا ضروری ہے کہ ناکح منکوحہ (یعنی لڑکی) میں حرمت نسبی یا رضاعی کا تعلق تو نہیں (یعنی دودھ کا رشتہ یا نسب کا ایسا رشتہ تو نہیں جن سے نکاح حرام ہوتا ہے)۔ (اصلاح الرسوم)

دولہا کو مزار پر لے جانے کی رسم

دولہا اس شہر کے کسی مشہور متبرک مزار پر جا کر کچھ نقد چڑھاتا ہے.........سو اس میں جو

عقیدہ جاہلوں کا ہے وہ یقینی شرک تک پہنچا ہوا ہے اور اگر کوئی فہیم (سمجھ دار صحیح العقیدہ) اس بد عقیدہ سے پاک ہو تب بھی اس رسم سے چونکہ ان فاسد الاعتقاد لوگوں کے فعل کی تائید و ترجیح (اشاعت) ہوتی ہے اس لیے سب کو بچنا چاہیے۔ (اصلاح الرسول)

سہرا باندھنے کی رسم اور اس کا حکم

ایک صاحب نے سوال کیا کہ سہرا باندھنا کیسا ہے؟ جواب ارشاد فرمایا جائز نہیں ہندوؤں کی مشابہت ہے اور یہ انہیں کا طریقہ ہے (مقالات حکمت)

سہرا باندھنا خلاف شرع امر ہے کیونکہ یہ کفار کی رسم ہے حدیث میں ہے کہ جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انہیں میں سے ہے۔ (اصلاح الرسوم)

نکاح کے وقت کلمہ پڑھانا

ایک شخص نے دریافت کیا کہ بوقت نکاح زوجین کو کلمہ پڑھانے کا جو دستور ہے وہ کیسا ہے؟ فرمایا کہ اس کا کوئی ثبوت میری نظر سے تو گزرا نہیں مگر ایک مولوی صاحب مجھ سے کہتے تھے کہ میں نے ''بحر الرائق'' میں دیکھا ہے اگر ہے تو امر استحبابی ہوگا وجوب کا حکم نہ ہوگا۔

پھر سائل نے عرض کیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں شرفاء سے کلمہ نہ پڑھوانا چاہیے رذیل لوگوں سے مثلاً کنجڑے قصائی سے پڑھنا چاہیے (جو جہالت کی وجہ سے کلمہ کفر یہ بک جاتے ہیں اور احساس بھی نہیں ہوتا) فرمایا (کہ نہیں) بلکہ آج کل تو شرفاء روشن خیال لوگوں ہی سے پڑھوانا چاہیے کیونکہ یہ لوگ بڑے بے باک ہوتے ہیں جس کا جو جی چاہتا ہے کہہ ڈالتے ہیں حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں چھوڑتے اس لیے ان کے ایمان کے نقصان کا زیادہ احتمال ہے۔ (مقالات حکمت)

ایجاب قبول تین بار کروانا یا آمین پڑھوانا

سوال: نکاح میں ایجاب قبول جو تین مرتبہ کہلایا جاتا ہے آیا یہ واجب ہے یا سنت موکدہ یا مستحب؟

جواب: کچھ بھی نہیں۔ (امداد الفتاویٰ)

اور نکاح میں آمین پڑھوانا بالکل لغو ہے۔ (احسن العزیز)

نکاح میں چھوارے تقسیم کرنا

حضور ﷺ (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح میں) ایک طبق خرما کے لے کر بکھیر دیا۔

اس روایت کو ذہبی وغیرہ محدثین نے ضعیف کہا ہے اور عافیت مافی الباب ب (زائد سے زائد) سنت زائد ہوگا مگر قاعدہ شرعیہ ہے کہ جہاں امر مباح یا مستحب میں کسی مفسدہ کا اقتران (شامل) ہو جائے اس کو ترک کر دینا مصلحت ہے اس معمول میں آج کل اکثر رنج وتکرار کی نوبت آجاتی ہے اس لیے تقسیم پر کفایت کریں۔ (اصلاح الرسوم)

چھوارے ہی مقصود بالذات نہیں

ایک نکاح میں چھوہارے تقسیم ہوئے تھے اس پر فرمایا کہ خرما (چوارے کی تخصیص سنت مقصود نہیں اگر کشمش ہوتی تو وہ تقسیم ہو جاتی اس سے بھی سنت ادا ہو جاتی) یہاں چونکہ یہی تھے اس لیے یہی تقسیم ہو گئے۔ (احسن العزیز)

☆☆☆

باب:۱۱

مہر کا بیان

مہر کی تعین کا راز

نکاح میں یہ بات متعین ہوئی کہ مہر مقرر کیا جائے تا کہ خاوند کو اس نظم و تعلق (نکاح) کے توڑنے میں مال کے نقصان کا خطرہ لگا رہے اور بلا ایسے ضرورت کے جس کے بغیر اس کو چارہ نہ ہو اس پر جرأت نہ کر سکے پس مہر کے مقرر کرنے میں ایک قسم کی پائیداری ہے مہر کے سبب سے نکاح و زنا میں امتیاز ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ رسوم سلف (پہلے لوگوں کے رواج) میں سے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے وجوب مہر کو بدستور جاری رکھا۔ (المصالح العقلیہ)

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

نکاح کے وقت چھوارے لٹانا مباح ہے مگر اس وقت میں نہ (لٹانا) چاہیے کیونکہ حاضرین کو تکلیف ہوتی ہے ایسے جزئی عمل کو کرنا کچھ ضروری نہیں۔ اگرچہ ایسا لٹوانا درست ہو مگر (یہ چھوارہ لٹانے والی) روایت چنداں معتمد نہیں اور اس کے فعل سے اکثر چوٹ آ جاتی ہے اگر مسجد میں نکاح ہو تو مسجد کی بے تعظیمی بھی ہوتی ہے۔ لہٰذا حدیث ضعیف پر عمل کر کے مسلم کی اذیت کا موجب ہونا ہے اور مسجد کی شان کے خلاف فعل ہونا مناسب نہیں اور اس روایت کو لوگوں نے ضعیف لکھا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ مطبوعہ رحیمیہ)

گواہوں کی تعین کا راز

سب انبیاء علیہم السلام و ائمہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر متفق ہیں کہ نکاح کو شہرت دی جائے تا کہ حاضرین کے سامنے اس میں اور زنا میں تمیز ہو جائے لہٰذا گواہ بھی مقرر ہوئے اور مزید شہرت کے لئے مناسب ہے کہ ولیمہ کیا جائے اور لوگوں کو اس میں دعوت دی جائے اس کا اظہار کیا جائے کہ دوسرے لوگوں کو بھی خبر ہو جائے اور بعد میں کوئی خرابی پیدا نہ ہو۔ (ایضاً)

مہر کے سلسلہ میں عام رجحان اور سخت غلطی

ایک کوتاہی جو بعض اعتبار سے سب سے زیادہ سخت ہے وہ یہ ہوتی ہے کہ اکثر لوگ مہر دینے

کا ارادہ ہی دل میں نہیں رکھتے پھر خواہ بیوی بھی وصول کرنے کا ارادہ نہ کرے اور خواہ طلاق یا موت کے بعد اس کے ورثا وصول کرنے کی کوشش کریں یا نہ کریں لیکن ہر حال میں شوہر کی نیت ادا کی نہیں ہوتی۔

لوگوں کی نکاح میں یہ نہایت سرسری معاملہ ہے حتی کہ مہر کی قلت و کثرت (کمی و زیادتی) میں گفتگو کے وقت بے دھڑک کہہ دیتے ہیں کہ میاں کون لیتا ہے کون دیتا ہے یہ لوگ صریح اقرار کرتے ہیں کہ مہر محض نام ہی کرنے کو ہوتا ہے دینے لینے کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ (اصلاح انقلاب)

جس کا مہر کی ادائیگی کا ارادہ نہ ہو وہ زانی ہے

خوب سمجھ لینا چاہیے کہ اس (مہر) کو سرسری سمجھنا اور ادا کی نیت نہ رکھنا اتنی بڑی سخت بات ہے کہ حدیث شریف میں اس پر بہت ہی وعید آئی ہے کہ کنز العمال اور بیہقی میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور اس کا کچھ مہر ٹھہرائے پھر یہ نیت کرے کہ اس کے مہر میں سے کچھ اس کو نہ دے گا یا اس کو پورا نہ دے گا تو وہ زانی ہو کر مرے گا اور اللہ تعالیٰ سے زانی ہو کر ملے گا۔ (۲ ایضاً)

جو مہر ادا نہ کرے وہ خائن اور چور ہے

اسی حدیث میں ایک جزو اور بھی ہے وہ یہ کہ اگر کسی سے کچھ مال خریدے اور اس کی قیمت ادا کرنے کی نیت نہ رکھے یا کسی کا کچھ دین (قرض وغیرہ) ہو اور اس کو ادا نہ کرنا چاہتا ہو تو وہ شخص موت کے وقت اور قیامت کے روز خیانت کرنے والا اور چور ہوگا اور ظاہر ہے کہ مہر بھی ایک دین (قرض ہے) جب اس کے اداء کی نیت نہ ہوئی تو حدیث کے اس دوسرے جز کے اعتبار سے یہ شخص خائن اور چور بھی ہوا تو ایسے شخص پر دو جرم قائم ہوئے زانی ہونے کا اور خائن و سارق ہونے کا کیا اب بھی یہ کوتاہی قابل تدراک نہیں۔ (اصلاح)

سب سے آسان علاج یہ ہے کہ مہر کم مقرر کیا جائے

اس کا تدراک (اور علاج) ظاہر ہے کہ (مہر) ادا کرنے کی پکی نیت رکھی جائے مگر تجربہ اور وجدان شاہد ہے کہ اکثر عادت کے مطابق یہ نیت اسی وقت ہو سکتی ہے جس پر عادتاً قدرت ہو

ورنہ نیت کا محض خیال ہوتا ہے وقوع نہیں ہوتا (کیونکہ ظاہر ہے کہ جس شخص کو سو روپے دینے کی قدرت نہ ہو وہ عادتاً لاکھ سوا لاکھ بلکہ دس ہزار پانچ ہزار دینے پر بھی قادر نہیں جب قادر نہیں تو اس کے ادا کی نیت نہ رکھنے کے سبب سے ضرور اس وعید کا محل بنے گا پس اس کے سوا کچھ صورت نہیں کہ وسعت سے زیادہ مہر مقرر نہ کیا جائے اور چونکہ اکثر زمانوں میں اکثر لوگوں میں وسعت کم ہے اس لیے اسلم (بہتر اور سلامتی) کا طریقہ یہی ہے کہ مہر کم ہو۔ (۲ ایضاً)

شرعی دلیل

قواعد شرعیہ سے تحمل مالا یطیق (یعنی حیثیت سے زائد کسی چیز کا تحمل کرنا) اس کی ممانعت آئی ہے حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

لَایَنْبَغِي لِلْمُؤْمِنِ اَنْ یُّذِلَّ نَفْسَہٗ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ کَیْفَ یُذِلُّ نَفْسَہٗ؟ قَالَ یَتَحَمَّلُ مِنَ الْبَلَاءِ مَالَا یُطِیْقُہٗ

''یعنی کسی مومن کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل کرے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ وہ اپنے آپ کو کس طرح ذلیل کرتا ہے؟ ارشاد فرمایا ایسی مصیبت کا تحمل کرتا ہے جس کی طاقت نہیں رکھتا۔''

(اس حدیث سے) تحمل سے زیادہ مہر مقرر نہ کرنے اور اسکے کم ہونے کا مطلوب شرعی ہونا ثابت ہو گیا۔ (اصلاح الرسوم)

بابرکت اور آسان مہر۔ مہر کی قلت و کثرت سے متعلق چند احادیث

حدیثوں میں مہر زیادہ ٹھہرانے کی کراہت اور کم ٹھہرانے کی ترغیب آئی ہے۔

(۱) چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں فرمایا کہ مہروں میں زیادتی مت کرو کیونکہ اگر یہ دنیا میں عزت کی بات یا اللہ کے نزدیک تقویٰ کی بات ہوتی تو سب سے زیادہ اس کے مستحق جناب رسول اللہ ﷺ تھے۔

مگر رسول اللہ ﷺ کی کسی بیوی کا اور اسی طرح کسی بیٹی کا مہر بارہ اوقیہ سے زیادہ نہیں ہوا۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور ایک درہم تقریباً چار آنہ چار پائی کا ہوتا ہے۔ (یعنی چاندی کے چار آنہ چار پائی)۔ (۲ کنز الاعمال)

(۲) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت کا مبارک ہونا

یہ بھی ہے کہ اس کا مہر آسان ہو۔ (کنز العمال)

(۳) اور حدیث میں ہے کہ مہر میں آسانی اختیار کرو۔ (کنز الاعمال)

(۴) اور ایک حدیث میں ہے کہ اچھا مہر وہ ہے جو آسان اور کم ہو۔ (اصلاح انقلاب)

زیادہ مہر مقرر کرنے کے نقصانات

اس کے علاوہ (مہر زیادہ مقرر کرنے میں) جو دنیوی خرابیاں ہیں وہ آنکھوں سے نظر آتی ہیں۔ مثلاً بہت جگہ موافقت نہیں ہوئی اور بیوی کے حقوق نہیں ادا کئے جاتے تھے مگر طلاق اس لیے نہیں دیتے کہ مہر زیادہ ہے یہ لوگ دعویٰ کر کے پریشان کریں گے پس مہر کی کثرت بجائے اس کے کہ عورت کی مصلحت کا سبب ہوتا الٹا اس کی تکلیف کا سبب ہو گیا۔

کثرت مہر کی یہ خرابیاں اس وقت ہیں جب ادا نہ کیا جائے یا ادا کرنے کا ارادہ نہ ہو۔

اور اگر مرد پر خوف خدا غالب ہے اور حقوق العباد سے اس نے سبکدوش ہونا چاہا اور ادائیگی کا ارادہ کیا اس وقت یہ مصیبت پیش آتی ہے کہ اتنی مقدار کا ادا کرنا اس کے تحمل سے زیادہ ہوتا ہے تو اس پر فکر اور تردد (پریشانی) کا بڑا بار پڑتا ہے اور کما کما کر ادا کرتا ہے مگر زیادہ مقدار ہونے سے وہ ادا نہیں ہوتا۔ اور وہ طرح طرح کی تنگی برداشت کرتا ہے پھر اس سے دل میں تنگی اور پریشانی ہوتی ہے اور چونکہ اس تمام تکلیف کا سبب وہ عورت ہے اس لیے اس کے نتیجہ میں اس مرد کے دل میں اس سے انقباض (کھنچاؤ) اور پھر انقباض سے نفرت پھر دشمنی پیدا ہو جاتی ہے جس کا سبب مہر کی کثرت ہے۔

اس حدیث کا یہی مطلب ہے <u>تیا سروا فی الصداق فان الرجل لیعطی المرأة</u> (الخ) یعنی مہر کے اندر آسانی اختیار کرو اس لیے کہ مرد عورت کو زیادہ مہر دے بیٹھتا ہے حتی کہ اس دینے سے اس کے نفس کے اندر عورت کی طرف سے دشمنی پیدا ہو جاتی ہے۔ (کنز الاعمال)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا تجربہ

چنانچہ خود مجھ کو اس کا اندازہ ہوا کہ میری ایک اہلیہ کا مہر پانچ ہزار (اس زمانہ) اور دوسری کا پانچ سو تھا۔ بفضلہٖ تعالیٰ دونوں ادا کئے گئے مگر پہلے مہر کی ادائیگی میں جو کچھ گرانی ہوئی اگر والد صاحب مرحوم کا ذخیرہ اس میں اعانت نہ کرتا تو وہ گرانی ضرور کدورت (اور بخشی) کی صورت پیدا کرتی اور دوسرا مہر صرف فتوحات یومیہ کی آمدنی سے بہت آسانی سے ادا ہو گیا اور قلب پر کوئی بار

نہیں پڑا۔

پھر اگر اس کوشش کے بعد بھی ادا نہ ہو سکا تو نفس میں ایک دوسری کم ہمتی پیدا ہوتی ہے جو خلاف غیرت ہے وہ یہ کہ عورت سے مہر معاف کرایا یہ درخواست ہی ذلت سے خالی نہیں۔ (اصلاح انقلاب)

وسعت سے زیادہ مہر مقرر کرنے کا انجام

بہت جگہ طلاق یا (بیوی کی) موت کے بعد (مہر کا) دعویٰ ہوا ہے۔ اور چونکہ تعداد لاکھوں تک مہر تھا (اس وجہ سے) تمام جائیداد سب کی سب (مہر کی) نذر ہو جاتی ہے اور شوہر یا اس کے ورثا اس کی بدولت (مفلس ہو کر) نان شبینہ (یعنی رات کے کھانے تک کے محتاج ہو جاتے ہیں) خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ (یعنی دنیا بھی گئی آخرت بھی کھوئی)۔ (۱۳ اصلاح انقلاب)

بیوی کے نہ چھوڑنے اور طلاق کے ڈر سے مہر زیادہ مقرر کرنا

بعض عقلاء مہر کی زیادتی میں یہ مصلحت سمجھتے ہیں کہ چھوڑ نہ سکے گا اگر مہر کم ہو تو شوہر پر کوئی بار نہیں پڑتا۔ اور اس کو اس امر سے کوئی مانع نہیں ہوتی کہ اس کو چھوڑ کر دوسری کر لے۔ اور کثرت مہر میں ذرا رکاوٹ رہتی ہے۔ یہ عذر بالکل لغو ہے جن کو چھوڑنا ہوتا ہے وہ چھوڑ ہی دیتے ہیں خواہ کچھ بھی ہو۔ دوسرے نہ چھوڑ سکنا ہر جگہ تو مصلحت نہیں ہے (کیونکہ) جو لوگ مہر کے مطالبہ کے خوف سے نہیں چھوڑتے وہ چھوڑنے سے بدتر کر دیتے ہیں یعنی تطلیق کی جگہ تعلیق عمل میں لاتے ہیں کہ نکاح سے نہیں نکالتے مگر حقوق بھی ادا نہیں کرتے ان کا کوئی کیا کر لیتا ہے جس شخص کے دل میں خدا کا خوف نہ ہو تو اس کو کوئی چیز کسی امر سے نہیں روک سکتی کیا ایسے واقعات پیش نظر نہیں ہیں کہ بڑے بڑے مہروں کے مقروض ہیں اور اس کے باوجود منکوحہ کا کوئی حق ادا نہیں کرتے اور نہ دوسری طرف متوجہ ہونے سے رکتے ہیں خواہ وہ حلال ہو یا حرام ایسے ظالموں کا کوئی کچھ نہیں کر سکتا خواہ اس وجہ سے کہ وہ صاحب وجاہت (بارعب شخصیت) ہے اس سے ڈرتے ہیں خواہ اس وجہ سے کہ اسکے پاس کچھ ہے نہیں اور نرا جیل خانہ بھیجنے سے کیا ملتا ہے۔ پھر داماد کے جیل خانہ جانے سے اپنی بیٹی کو کیا آرام ملا؟ (اصلاح انقلاب)

مہر کم مقرر کرنے میں بے عزتی کا شبہہ

بعض لوگ یہ مصلحت بیان کرتے ہیں کہ قلت (مہر کم مقرر کرنے میں) ذلت ہے اور کثرت (زیادہ مقرر کرنے میں) عزت ہے سواول تو ہر قلت (کمی) جبکہ درجہ اعتدال پر ہو ذلت نہیں۔ دوسرے اگر یہ مصلحت بھی ہو مگر اس کے مفاسد بے شمار ہوئے تو وہ مصلحت کب حاصل کرنے کے قابل ہوگی؟ تیسرے اگر اظہار فخر کے ساتھ ادا کرنے کی قوت کی رعایت نہ ہو تو میرے استاد کے بقول پھر اس مقدار پر کیوں بس کی جاتی ہے؟ اس سے زیادہ مقدار میں اس سے زیادہ عزت اور فخر ہے تو بہتر ہے کہ ہفت اقلیم کی سلطنت کا خراج (محصول اور خزانہ) بلکہ اس کا بھی کئی گنا مقرر کیا جائے کیونکہ نہ دینا نہ لینا صرف نام ہی نام ہے تو اچھی طرح سے کیوں نہ نام کیا جائے حقیقت یہ ہے کہ یہ سب رسم پرستی ہے ورنہ واقعہ میں کچھ مصلحت نہیں۔ (اصلاح انقلاب)

اصل بات یہ ہے کہ افتخار (تکبر وفخر) کے لیے ایسا کرتے ہیں کہ خوب شان ظاہر ہو۔ سوفخر کے لیے کوئی کام کرنا گو اصل میں مباح اور جائز بھی ہو حرام ہوتا ہے چہ جائے کہ فی نفسہ بھی وہ خلاف سنت اور مکروہ ہو تو اور بھی ممنوع ہو جائے گا۔

مہر کے زیادہ ٹھہرانے کی رسم خلاف سنت ہے۔ (اصلاح الرسوم)

مہر کی قلت و کثرت کا معیار

اب یہ کلام باقی رہا کہ اس تقلیل (کمی) کی کوئی حد بھی ہے یا نہیں؟ سو اس کے نزدیک تو اس کی کوئی حد مقرر نہیں قلیل سے قلیل (کم سے کم) مقدار بھی مہر بن سکتا ہے بشرطیکہ مال متقوم ہو۔ خواہ ایک ہی پیسہ ہو۔

اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس قلیل (کمی) کی حد دس درہم ہے یعنی اس سے کم مہر جائز نہیں حتی کہ اگر صراحتاً بھی اس سے کم مقرر کیا جائے گا تو بھی دس درہم واجب ہوں گے (اور دس درہم کی آج کی تول کے اعتبار سے تقریباً ۳۴ گرام چاندی ہوتی ہے)۔ (اصلاح انقلاب)

میرا یہ مطلب نہیں کہ مہر بہت ہی قلیل (کم) ہو بلکہ مقصود یہ ہے کہ اتنا زیادہ نہ ہو جو اس کی دینی اور دنیوی تباہی کا سبب بن جائے ادائیگی کی نیت نہ ہونے کی صورت میں بھی اور ادائیگی کی کوشش میں بھی اور بری ہونے کی تدبیر میں بھی بلکہ اس میں اعتدال ہو جس میں تمام مصالح

محفوظ رہیں۔(۱۲ اصلاح انقلاب)

منسون تو یہی ہے کہ (چاندی کے) ڈیڑھ سو روپے کے قریب ٹھہرالیں اور خیر اگر ایسا ہی زیادہ باندھنے کا شوق ہے تو ہر شخص کی وسعت کے مطابق کر لیں اس سے زیادہ نہ کریں۔یعنی شریعت کی نگاہ میں جو مال ہو مثلاً سونا چاندی روپیہ پیسہ مال ہے اور شراب اور خنزیر مال نہیں۔(اصلاح الرسوم)

مہر فاطمی

مہر فاطمی کافی اور موجب برکت ہے اور اگر کسی کو وسعت نہ ہو اس سے بھی کم مناسب ہے۔ (اصلاح الرسوم)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر دیگر صاحب زادیوں کے مثل ساڑھے بارہ اوقیہ تھا اور ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے تو پانچ سو درہم ہوئے اور درہم کا حساب ایک بار میں نے لگایا تھا انگریزی سکہ سے چار آنہ چار پائی کا ہوتا ہے تو پانچ سو درہم کے ماسوا اور کچھ پیسے ہوئے۔ اور آج کل کے وزن کے اعتبار سے اس کی مقدار ایک کلو پانچ سو اکتیس گرام (چاندی ہوتی ہے)۔(امداد الفتاویٰ)

مہر کم مقرر کرنے کی بابت ضروری تنبیہ

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا کہ مہر کم کرنے سے مراد یہ ہے کہ تمام برادری جمع ہو کر اس کو کم کر دے ورنہ متعارف (مروجہ) مقدار لڑکی کا حق ہے ولی کم کر کے اس کا نقصان کرتا ہے جس کا اس کو حق نہیں۔(الافاضات قدیم)

جن صورتوں میں ولی کو مہر مثل سے کم مقرر کرنا جائز نہ ہو جیسا کہ فقہی مسائل میں مذکور ہے وہاں اس پر عمل کی صورت یہ ہے کہ سب لوگ متفق ہو کر اپنے عرف کو بدلیں جس سے خود قلیل (کم) مقدار ہی مہر مثل بن جائے۔(اصلاح انقلاب)

فصل: مہر کی ادائیگی سے متعلق ضروری مسئلہ

بجائے روپیہ کے مکان وغیرہ دینا

ایک کوتاہی شوہر کی طرف سے یہ ہوتی ہے کہ اپنی رائے سے بیوی کو کوئی چیز خواہ زیور کی قسم

سے ہو یا سامان اور کپڑے کی قسم سے یا مکان اور زمین بیوی کو دے دیتے ہیں اور اس کے نام کر کے خود نیت کرتے ہیں کہ میں مہر دے چکا اور مہر ادا کر دیا۔

سو سمجھ لینا چاہیے کہ مہر کے بدلہ میں یہ چیزیں دینا بیع خرید و فروخت ہے اور بیع میں دونوں جانب سے رضامندی شرط ہے اگر ان چیزوں کا مہر میں دینا منظور ہے تو بیوی سے صریح الفاظ میں پہلے پوچھ لینا چاہیے کہ ہم تمہارے مہر میں یہ چیزیں دیتے ہیں تم رضا مند ہو؟ پھر اگر وہ رضا مند ہو تو جائز ہے۔ (اصلاح انقلاب)

مہر کی ادائیگی میں نیت شرط ہے بعد میں نیت کرنے کا اعتبار نہیں اگرچہ وہ مال عورت کے پاس موجود ہو

سوال: زکوٰۃ میں تصریح ہے کہ زکوٰۃ کے وقت اگر نیت نہ کی ہو تو جب تک مال فقیر کے قبضہ میں باقی رہے زکوٰۃ کی نیت کر لینا جائز ہے تو اگر کسی نے بیوی کو مہر دیا لیکن دیتے وقت نیت نہ کی تو کیا اسی پر قیاس کر کے قیام مال فی یدہا (یعنی جب تک مال اس کے قبضہ میں ہے) نیت کرنا جائز ہے؟ اور نیت لاحقہ سے مہر ادا ہو جائے گا یا پھر دینا پڑے گا؟

الجواب: جب دینے کے وقت کچھ نیت نہیں کی تو ظاہر ہے کہ یہ تملیک ہبہ ہوئی اداء دین نہیں اور درمختار کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدیہ ہونے کے بعد مہر نہیں بنتا۔

وَلَوْ بَعَثَ اِلَى امْرَأَتِهٖ شَيْئًا وَلَمْ يَذْكُرْ جِهَتَهٗ عِنْدَ الدَّفْعِ غَيْرَ جِهَتِهِ الْمَهْرِ۔

بخلاف زکوٰۃ کے خود زکوٰۃ بھی تبرع ہے اور ہدیہ بھی تبرع (لیکن) یہاں انقلاب غیر تبرع کی طرف لازم نہیں آتا اس لیے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور مہر ادا نہ ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ)

نہایت اہم مسئلہ چاندی سونے کے مہر کی ادائیگی میں کس وقت کی قیمت کا اعتبار ہوگا

ایک اور عام مسئلہ قیمت لگانے کے متعلق معلوم کرنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ (مثلاً) اگر واجب ہو ایک چیز اور لینے کے وقت دوسری چیز اس کی قیمت لگا کر لی جائے تو یاد رکھنا چاہیے کہ جس قدر اس وقت وصول کیا جاتا ہے (صرف) اس کا حساب کر لینا چاہیے۔ بقایا کا حساب اگر دوسرے وقت اس جنس سے کیا جائے تو اس دوسرے وقت کے نرخ (بھاؤ) کا اعتبار ہوگا سابق

نرخ (پہلے بھاؤ) پر صاحب حق مجبور نہیں کر سکتا۔

مثلاً ایک کاشتکار کے ذمہ چالیس سیر گندم ہیں پھر اس سے یہ طے پایا کہ اچھا اس کے نقد دام لگا کر حساب کرلیا جائے اور حساب کے وقت گندم کا نرخ (گیہوں کا بھاؤ) ایک روپیہ کا دس سیر ہے اور اس حساب سے چالیس سیر غلہ چار روپیہ کا ہوا سو اگر اسی جلسہ میں چاروں روپے وصول ہو جائیں تب تو پورے غلہ کا حساب کر لینا جائز ہے اور اگر فرض کیجئے کہ اس کو صرف دو روپے وصول ہوں تو اس وقت صرف بیس ہی سیر کا حساب کرنا چاہیے اب کاشت کار کے ذمہ بیس سیر غلہ باقی رہے گا (اب آئندہ جب اس کی ادائیگی نقد دام کے ذریعہ کرے گا تو اس وقت کے بھاؤ کا اعتبار ہوگا پہلے بھاؤ کا اعتبار نہ ہوگا)۔ (اصلاح انقلاب)

عورت سے مہر معاف کروانا ذلت اور عیب کی بات ہے

نفس میں ایک کم ہمتی پیدا ہوتی ہے جو خلاف غیرت ہے وہ یہ کہ عورت سے (مہر) معاف کرایا جائے اس سے درخواست کی جاتی ہے یہ درخواست ہی ذلت سے خالی نہیں۔

اگرچہ عورت کا معاف کر دینا مباح ہے لیکن) باوجود مباح ہونے کے مرجوح (اور ناپسندیدہ) ہے لکونہ بعد من الغیرۃ۔ کیونکہ یہ غیرت کے خلاف ہے وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ (میں اسی طرف اشارہ ہے)۔ (اصلاح انقلاب)

غیرت کا مقتضی یہی ہے کہ عورت کی مہر کی معافی کو قبول نہ کرو بلکہ تم اس کے ساتھ خود احسان کرو۔ اگر عورت معاف بھی کردے پھر بھی ادا کر دینا چاہیے کیونکہ یہ غیرت کی بات ہے بلا ضرورت عورت کا احسان نہ لے۔ (۱۲ انفاس عیسیٰ)

ہر معافی معتبر نہیں دلی رضا مندی شرط ہے

یہ اس وقت تک ہے جبکہ مرد اس سے معافی طلب کرنے میں طیب النفس (یعنی عورت کی دلی رضامندی) کی رعایت کرے ورنہ اگر غیرت کے ساتھ خوف خدا بھی مفقود ہے تو وہ صرف لفظی معافی کی ناجائز تدبیریں نکالے گا یعنی یا عورت کو دھوکا دے گا یا اس کو دھمکائے گا یا اس پر جبر کرے گا جس سے وہ معاف کردے گی مگر یاد رہے کہ ایسی معافی عنداللہ ہرگز معتبر اور مقبول نہیں۔ اس صورت میں یہ عنداللہ بدستور ذمہ داری کے بوجھ تلے رہے گا۔ (اصلاح انقلاب)

نابالغہ بیوی کا مہر معاف نہیں ہوسکتا

بعض لوگ ایسے ہی طلاق دینے کے وقت نابالغ زوجہ سے مہر معاف کرا لیتے ہیں سو یہ معافی معتبر نہیں لِاَنَّ تَبَرُّعَ الصَّغِیْرِ بَاطِلٌ نابالغ کا تبرع کرنا باطل ہے۔ (۲ اصلاح انقلاب) اگر (ولی باپ) چچا بھی منظور کرے تب بھی مہر معاف نہیں ہوسکتا۔ (امداد الفتاویٰ)

مہر عورت کا حق ہے اس کا مانگنا عیب کی بات نہیں

ایک عملی غلطی یہ ہے کہ عورتیں مہر مانگنے کو یا بے مانگی لینے کو عیب سمجھتی ہیں اور اگر کوئی ایسا کرے تو اس کو بدنام کرتی ہیں سو (خوب سمجھ لینا چاہیے) کہ اپنے حق واجب کا مانگنا یا وصول کرنا لینا جب شرعاً کچھ عیب نہیں تو محض اتباع رسم کی وجہ سے اس کو عیب سمجھنا گناہ سے خالی نہیں۔ (۴ اصلاح انقلاب)

عرب اور ہندوستان کے دستور کا فرق

عرب میں مہر کے متعلق یہ رسم ہے کہ عورتیں مردوں کی چھاتی پر چڑھ کر مہر وصول کرتی ہیں اور ہندوستان میں اس کو بڑا عیب سمجھا جاتا ہے ہندوستان کی عورتیں مہر کو زبان پر بھی نہیں لاتیں اور خاوند کے مرتے وقت اکثر بخش ہی دیتی ہیں۔ (التبلیغ)

مہر وصول کر لینے سے نفقہ ساقط نہیں ہوتا اور حقوق ختم نہیں ہوتے

عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ اگر ہم نے مہر لے لیا تو پھر ہمارا کوئی حق خاوند (شوہر) کے ذمہ نہ رہے گا یعنی نان نفقہ اور دوسرے حقوق معاشرت سب ساقط ہو جائیں گے یہ اعتقاد سراسر غلط ہے سب حقوق الگ الگ ہیں ایک حق دوسرے پر مبنی نہیں ہر ایک کے لینے سے دوسرا کوئی حق ساقط نہیں ہوتا۔ بہت سی عورتوں کا گمان یہ ہے کہ اگر ہم مہر لے لیں گے تو پھر نفقہ میں ہمارا کچھ حق نہ رہے گا اس وجہ سے خود مانگنا تو درکنار بعض خدا کی بندیاں تو مرد کے دینے پر بھی اس ڈر کے مارے نہیں لیتیں یہ بالکل غلط اور باطل امر ہے۔ اس اعتقاد باطل کا اثر یہ ہوتا ہے کہ شوہر مہر ادا کرتا ہے اور عورت نہیں لیتی اور نہ معاف کرتی ہے ایسی صورت میں اگر شوہر پر حق کی ادائیگی کا غلبہ ہو تو پریشان ہوتا ہے کہ ذمہ داری سے برأت کی کیا صورت ہوسکتی ہے۔ (اصلاح انقلاب)

اگر عورت مہر نہ قبول کرے اور نہ معاف کرے تو خلاصی کس طرح ہو

سوال: ایک عورت اپنا مہر نہ لیتی ہے نہ معاف کرتی ہے ایسی حالت میں مرد کس طرح سبکدوش ہو سکتا ہے؟

جواب: اس صورت میں شوہر مہر کا مال بیوی کے سامنے اس طرح رکھ دے کہ اگر وہ اٹھانا چاہے تو اٹھا سکے اور رکھ کر یہ کہہ دے کہ یہ تمہارا مہر ہے۔ اور یہ کہہ کر اس مجلس سے ہٹ جائے تو مہر ادا ہوگیا۔ مرد سبکدوش ہو جائے گا پھر اگر وہ عورت نہ اٹھائے گی کوئی اور اٹھائے گا تو اس عورت کا روپیہ ضائع ہوگا شوہر سبکدوش ہو جائے گا اور اگر ضائع ہونے کے خیال سے پھر شوہر نے اٹھالیا تو وہ شوہر کے پاس امانت رہے گا شوہر کی ملک نہ ہوگا اس میں شوہر کو تصرف کرنا جائز نہ ہوگا۔

(امداد الفتاویٰ)

شوہر کے انتقال کے وقت عورت کا مہر معاف کرنا

ایک کوتاہی یہ ہے کہ شوہر کے مرض الموت میں عورت مہر معاف کر دیتی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر خوشی سے معاف کر دے تو معاف ہو جاتا ہے۔ اور اگر عورتوں کی زبردستی گھیرا گھیری سے معاف کرے تو عنداللہ معاف نہیں ہوتا۔ اور اوپر والوں کو (یعنی بڑوں بوڑھوں کو)) اس طرح مجبور نہیں کرنا چاہیے۔ (اصلاح انقلاب)

شوہر کے انتقال کے بعد عورت کو مہر معاف کرنا بہتر ہے یا نہیں

ظاہراً تو معاف کر دینا بہتر معلوم ہوتا ہے لیکن نظر غائر سے (معلوم ہوتا ہے کہ) لینا افضل ہے کیونکہ (شوہر کے ورثا کا) اس معافی چاہنے کی بنیاد حرص پر ہے جو کہ مذموم ہے اور معاف کرنا اس مذموم عمل کی اعانت ہے۔ (امداد الفتاویٰ)

بعض مواقع پر معاف کرنا مصلحت بھی نہیں ہوتا مثلاً بیوی کی میراث کا حصہ اس کی بسر کے لیے کافی نہ ہو اور ورثا سے رعایت و کفالت (یعنی اخراجات برداشت کرنے کی امید نہ ہو ایسے موقع پر تو بجائے معافی کی ترغیب کے معاف نہ کرنے کی رائے دینا مناسب ہے)۔ (اصلاح انقلاب)

بیوی کا اپنے انتقال کے وقت مہر معاف کرنا درست نہیں

اکثر عورتیں اپنے مرض الموت میں مہر معاف کر دیتی ہیں اور اس معافی سے شوہر بالکل بے

فکر ہو جاتا ہے سو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ معافی وارث کے لیے وصیت کی ایک صورت ہے اور یہ بغیر دوسرے ورثاء کی رضا مندی کے ناجائز ہے پس معافی سے مہر معاف نہ ہوگا البتہ شوہر کو جس قدر (مہر) کی میراث میں حصہ پہنچے گا وہ بے شک معاف ہو جائے گا باقی اس کے ذمہ واجب الادا رہے گا جو دوسرے وارثوں کو دیا جائے گا البتہ اگر ورثاء اس معافی کو جائز رکھیں تو کل معاف ہو جائے گا اور اگر بعض نے جائز رکھا یا بعض (ورثاء) نابالغ ہوں تو ان کے حصے کے بقدر معاف نہ ہوگا۔(اصلاح انقلاب)

بیوی کے انتقال کے بعد اس کے مہر میں اس کے ورثا اولاد وغیرہ کا بھی حق ہے جس کا ادا کرنا ضروری ہے

مہر کے بارے میں ایک کوتاہی یہ ہوتی ہے کہ متوفی بیوی کے ورثا اس کے ماں باپ یا بھائی وغیرہ ہوتے ہیں تب تو ان کے مطالبہ پر شوہر ان کا حصہ مہر (کی میراث میں سے) دیتا ہے اور اگر خود اسی شوہر کی اولاد وارث ہوئی تو چونکہ وہ مطالبہ نہیں کر سکتے (چھوٹا ہونے کی وجہ سے) اور وہ یہ ان کا حق ادا نہیں کرتا یہ فعل سراسر ظلم اور خیانت ہے ان کا حق امانت ہے اسے اولاد کے نام سے جمع رکھنا چاہیے اور خاص ان کے مصالح میں صرف کرنا چاہیے خود (اپنے اوپر) خرچ کرنا حرام ہے اسی طرح ان بچوں کی ان کی ماں سے جو میراث پہنچی ہو ان سب کی حفاظت اس کے ذمہ فرض ہے اس میں بے جا تصرف کرنا حرام ہے۔(اصلاح انقلاب)

مہر مانع زکوٰۃ نہیں

بعض لوگ دین مہر کو مانع وجوب زکوٰۃ (یعنی زکوٰۃ کے وجوب کو روکنے والا) سمجھتے ہیں یعنی جس شخص کے ذمہ مہر واجب ہو وہ یوں سمجھتا ہے کہ چونکہ میں اتنے کا قرض دار ہوں اس لیے مجھ پر اتنے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ مانع نہیں چنانچہ شامی نے کہا ہے

وَالصَّحِيْحُ اَنَّهٗ غَيْرُ مَانِعٍ۔

خلاصہ یہ ہے کہ مہر نہ مانع زکوٰۃ ہے یعنی اس قرض کے ہوتے ہوئے بھی شوہر پر زکوٰۃ واجب رہتی ہے (اگر نصاب زکوٰۃ موجود ہو اور مہر نہ موجب زکوٰۃ ہے یعنی عورت پر بھی اسکی زکوٰۃ واجب نہیں) جب تک کہ وصول نہ ہو جائے اور وصول ہونے کے بعد بھی گزشتہ زمانہ کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی' تازہ زکوٰۃ ہوگی۔(کذا فی الدر المختار' اصلاح انقلاب)

باب:۱۲

طلب وخواہش کے بغیر خلوص کے ساتھ اگر لڑکے کو کچھ ملے تو اللہ کی نعمت ہے

اگر خلوص کامل سے شوہر کی خدمت کی جائے بغیر اس کے کہ شوہر کو اس کی خواہش (یا طلب) یا اس پر نظر یا اس کی نگرانی اور انتظار نہ ہو تو مضائقہ نہیں (جس کی دلیل یہ آیت قرآنی ہے)۔ ﴿وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰى وَاشْتُرِطَ عَدَمُ الطَّمَعِ وَالتَّشَرُّفِ بِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا اَتَاكَ مِنْ غَيْرِ اِشْرَافٍ فَخُذُوْهُ وَمَالَا فَلَا تَتَّبِعْ نَفْسَكَ اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نادار پایا سو مالدار بنایا اور مال ملنے کا انتظار اور اس پر نظر نہ ہونا شرط ہے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا جو کچھ تمہارے پاس بغیر اشراف نفس (یعنی خواہش و طلب کے بغیر) آ جائے اسے لے لو اور جو تمہارے پیچھے نہیں آتا اس کے پیچھے نہ پڑو۔''

(اصلاح انقلاب)

جہیز کی حقیقت اور اس کا حکم

بری اور جہیز یہ دونوں درحقیقت زوج (لڑکے والوں کی) طرف سے زوجہ یا اہل زوجہ (لڑکی والوں) کو ہدیہ ہے اور جہیز جو درحقیقت اپنی اولاد کے ساتھ صلہ رحمی ہے فی نفسہ امر مباح بلکہ مستحسن ہے (اصلاح الرسوم)۔ اگر خدا کسی کو دے تو بیٹی کو خوب دینا برا نہیں مگر طریقہ سے ہونا چاہیے جو لڑکی کے کچھ کام بھی آئے۔ (حقوق البیت)

جہیز دینے میں چند باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے

جہیز میں اس امر کا لحاظ رکھنا چاہیے: (۱) اول اختصار یعنی گنجائش سے زیادہ کوشش نہ کرے۔

(۲) دوم ضرورت کا لحاظ کرے یعنی جن چیزوں کی سردست ضرورت واقع ہو دینا چاہیے۔

(۳) اعلان نہ ہو کیونکہ یہ تو اپنی اولاد کے ساتھ صلہ رحمی ہے دوسرے کو دکھلانے کی کیا ضرورت ہے۔ حضور ﷺ کے فعل سے جو اس روایت میں مذکور ہے تینوں امر ثابت ہیں۔ (اصلاح الرسوم)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز

سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز یہ تھا دو یمنی چادر اور دو نہالی جس میں السی کی چھال

بھری تھی اور چار گدے چاندی کے دو بازو بند اور ایک کملی اور تکیہ اور ایک پیالہ اور ایک چکی اور ایک مشکیزہ اور پانی رکھنے کا برتن یعنی گھڑا اور بعض روایتوں میں ایک پلنگ بھی آیا ہے۔

مروجہ جہیز کے مفاسد اور خرابیاں

مگر اب جس طور سے اس کا رواج ہے اس میں طرح طرح کی خرابیاں ہوگئی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ نہ اب ہدیہ مقصود رہا نہ صلہ رحمی بلکہ ناموری اور شہرت اور رسم کی پابندی کی نیت سے کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ بری اور جہیز دونوں کا اعلان ہوتا ہے معین اشیاء ہوتی ہیں خاص طرح کے برتن بھی ضروری سمجھے جاتے ہیں جہیز کے اسباب بھی معین ہیں کہ فلاں فلاں چیز ضروری ہو اور تمام برادری اور گھر والے اس کو دیکھیں گے جہیز کی تمام چیزیں عام مجمع میں لائی جاتی ہیں اور ایک ایک چیز سب کو دکھلائی جاتی ہے اور زیور (اور جہیز) کی فہرست سب کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے (آپ خود) فرمایئے کہ پوری ریا (دکھلاوا) ہے یا نہیں؟ اس کے علاوہ زنانہ کپڑوں کا مردوں کو دکھلانا کس قدر غیرت کے خلاف ہے۔

اگر صلہ رحمی مقصود ہوتی تو کیف ما تفق جو میسر آتا اور جب میسر آتا بطور سلوک کے دے دیتے۔

اس طرح ہدیہ اور صلہ رحمی کے لیے کوئی شخص قرض کا بار نہیں اٹھاتا لیکن ان دونوں رسموں کو پورا کرنے کے لیے اکثر اوقات مقروض بھی ہوتے ہیں گو سود ہی دینا پڑے۔ اور گو باغ ہی فروخت یا گروی ہو جائے پس اس میں التزام مالا یلزم اور نمائش اور شہرت اسراف وغیرہ سب خرابیاں موجود ہیں اس لیے یہ بھی بطریق متعارف (مروجہ طریقہ سے) ممنوعات کی فہرست میں داخل ہوگیا۔ (ازالۃ الخفاء اصلاح الرسوم ایضاً)

سامان جہیز

بعض چیزیں ایسی دی جاتی ہیں جو کبھی کام نہیں آتیں سوائے اس کے کہ گھر کی جگہ گھیر لیں۔ مثلاً چوکی اور نواڑ کا پیڑھا کہ یہ اس تکلف کی ہوتی ہیں کہ ان کو کام میں لاتے ہوئے ترس آتا ہے۔ اور حقیقت میں وہ کام کے قابل ہوتے بھی نہیں کیونکہ تکلف کی چیز نازک ضرور ہوا کرتی ہے اس کی نزاکت اور خوبصورتی کی وجہ سے ایک طرف احتیاط سے رکھ دیا جاتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ وہ رکھے رکھے گل سڑ جاتے ہیں اور کبھی کام نہیں آتے۔

اگر بیٹی کو لخت جگر سمجھ کر دینا ہے تو کیا ایسی ہی چیز دینی چاہیے تھی جو اس کے کام کبھی نہ

آئے۔ اصل یہ ہے کہ یہ چیزیں بیٹی کو دی ہی نہیں جاتیں۔ صرف تفاخر اور دکھلاوے کے لیے دی جاتی ہیں اس میں جتنا جس کا حوصلہ ہوتا ہے بڑھ کر قدم رکھتا چلا جاتا ہے ایک نے دس برتن اور پچاس جوڑے دیے تو دوسرا نو برتن اور انچاس جوڑے نہیں دے گا ایک بڑھا کر ہی دے گا گو قرض دار ہی ہو جائے۔ سود پر قرض لینا گوارا کرتا ہے۔ برادری کے دباؤ سے غریب آدمی بھی عاقبت برباد کرتا ہے اور غریب ہی کی کیا تخصیص ہے غریب کے اخراجات غریب جیسے ہوتے ہیں اور امیر کے اخراجات امیر کے سے ہوتے ہیں۔ امیر لوگ بھی ان رسموں کی بدولت قرض سے نہیں بچتے۔ (منازعہ الہوی)

مروجہ جہیز کی بنیاد تفاخر اور نام نمود پر ہے

غور کر کے دیکھا جائے تو رسموں کی بنا اور اصل بھی تفاخر ہے حتی کہ بیٹی کو جو چیز جہیز میں دی جاتی ہے اس کی اصل بھی یہی ہے بیٹی لخت جگر کہلاتی ہے ساری عمر تو اس کے ساتھ یہ برتاؤ رہا کہ چھپا چھپا کر اس کو کھلاتے تھے کہ اچھا ہے کوئی لقمہ ہماری بیٹی کے پیٹ میں پڑ جائے گا تو کام آئے گا۔ دوسرے کو دکھانا بھی پسند نہ تھا کہ شاید نظر لگ جائے۔ اور نکاح کا نام آتے ہی ایسا کایا پلٹ ہوا کہ ایک ایک چیز مجمع کو دکھائی جاتی ہے۔ برتن جوڑے اور صندوق حتی کہ آئینہ کنگھی تک شمار کر کے دکھلائے جاتے ہیں۔ شاید وہ پہلے لخت جگر تھی اور اب نہیں رہی یا اب ہے اور پہلے نہ تھی جواب کے اور پہلے کے برتاؤں میں بالکل الٹا فرق ہوگا۔

اگر آپ غور کریں گے تو اس کی وجہ صرف تفاخر پائیں گے۔ برادری کو دکھانا ہے کہ ہم نے اتنا دیا۔ یہ منظور نہیں کہ ہماری بیٹی کے پاس سامان زیادہ ہو جائے۔

دل کا چور

اور اسی واسطے جوڑے اور برتن غرض تمام جہیز ایسا تجویز کیا جاتا ہے کہ ظاہری بناوٹ میں بہت اجلا ہو اور قیمت کے اعتبار سے یہی کوشش کی جاتی ہے کہ سب چیزیں ہلکی رہیں جب بازار میں خریدنے جاتے ہیں تو دکاندار سے کہا جاتا ہے کہ شادی کا سامان خریدنا ہے لینے دینے کا سامان دکھاؤ۔

اگر اصل بیٹی کے ساتھ ہمدردی تھی تو گو جہیز تعداد میں کم ہوتا مگر سب چیزیں اچھی اور کارآمد ہوتیں بجائے اس کے کہ وہ چیزیں دی جاتی ہیں جو برتنے اور استعمال میں لانے کے قابل

نہیں ہوتی صرف ظاہری شمار بڑھا کر دی جاتی ہیں۔ (منازعہ الہوی)

ریاکاری اور تفاخر کی مختلف صورتیں

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم جہیز کو دکھاتے تک نہیں دیکھو ہم نے رسمیں چھوڑ دیں سو جناب اس میں کیا کمال اپنی بستی میں تو برسوں پہلے سے سامان جمع کر کے ایک ایک کو دکھلا چکی ہو۔ جو مہمان آتی ہے اس کو بھی اور جو رشتہ دار آتی ہے اس کو بھی ایک ایک چیز دکھائی جاتی ہے۔ اور خود سامان آنے میں جو شہرت ہوتی ہے وہ الگ آج دہلی سے کپڑا آرہا ہے اور مراد آباد گئے تھے وہاں سے برتن لائے ہیں اور اس کے بعد وہ دولہا کے گھر جا کر کھلتا ہے اور عام طور پر دکھایا جاتا ہے اور اسی واسطے لڑکی کے ہمراہ بھیجا جاتا ہے تو یہ قصداً اعلان نہیں تو اور کیا ہے۔ (اصلاح النساء حقوق الزوجین)

بجائے جہیز کے زمین جائیداد باغ یا تجارت کے لئے نقدی رقم دینا

میں نے ایک تعلق دار کی حکایت سنی ہے جو بہت مالدار ہیں کہ انہوں نے اپنی لڑکی کا نکاح کیا اور جہیز میں صرف ایک پالکی دی اور ایک قالین اور ایک قران مجید۔ اس کے سوا کچھ نہ دیا نہ برتن نہ کپڑے۔ بلکہ اس کے بجائے ایک لاکھ روپیہ کی جائیداد بیٹی کے نام کر دی۔ اور کہا کہ میری نیت اس شادی میں ایک لاکھ روپیہ خرچ کرنے کی تھی اور یہ رقم اس واسطے پہلے سے تجویز کر لی تھی کہ خیال تھا کہ خوب دھوم دھام سے شادی کروں گا مگر پھر میں نے سوچا کہ اس دھوم دھام سے میری بیٹی کو کیا نفع ہوگا۔ بس لوگ کھا پی کر چل دیں گے میرا روپیہ برباد ہوگا اور میری بیٹی کو کچھ نہ حاصل ہوگا۔ اس لیے میں نے ایسی صورت اختیار کی جس سے بیٹی کو نفع پہنچے۔ اور جائیداد سے بہتر اس کے لیے کوئی نفع کی چیز نہیں اس سے وہ اور اس کی اولاد پشت ہا پشت تک بے فکری سے عیش کرتے رہیں گے۔ اور اب کوئی مجھے بخیل اور کنجوس بھی نہیں کہہ سکتا کیونکہ میں نے دھوم دھام نہیں کی تو رقم اپنے گھر میں بھی نہیں رکھی (دیکھو یہ ہوتا ہے عقلا کا طرز)۔

اگر خدا کسی کو دے تو بیٹی کے جہیز میں بہت دینا برا نہیں مگر طریقہ سے ہونا چاہیے جو لڑکی کے کام بھی آئے۔ مگر عورتوں کو کچھ نہیں سوجھتا یہ تو ایسی بے ہودہ ترکیبوں سے برباد کرتی ہیں جس سے نہ ان کو کچھ وصول ہوتا ہے نہ لڑکی کو۔ (حقوق البیت)

کاش جس قدر بے ہودہ روپیہ اڑایا ہے ان دونوں کے لیے اس سے کوئی جائیداد خرید کر دی

جاتی یا تجارت کا سلسلہ شروع کر دیا جاتا تو کس قدر راحت ہوتی ہے۔ (اصلاح النساء)

جہیز میں بہت زائد کپڑے دینا اور رشتہ دار عورتوں کے جوڑے بنوانا

جہیز میں اس قدر کپڑے دیے جاتے ہیں کہ ایک بار میں ضلع میرٹھ کے ایک گاؤں گیا تھا معلوم ہوا کہ وہاں ایک بہو صرف کپڑا پندرہ سو روپیہ کا لائی ہے (جو آج کل پندرہ ہزار سے بھی زائد ہوں گے) برتن اور زیور اور لچکے گوٹے اس سے الگ تھے۔

میں نے بعض گھروں میں دیکھا ہے کہ جہیز میں اتنے کپڑے دیے گئے تھے کہ لڑکی ساری عمر بھی پہنے تو ختم نہ ہوں اب وہ کیا کرتی ہے۔ اگر سخی ہوئی تو بانٹنا شروع کر دیا ایک جوڑا کسی کو دیا ایک کسی اور اگر بخیل ہوئی تو صندوق میں بند کر کے رکھ لیے پھر بہت سے جوڑوں کو تو پہننا نصیب نہیں ہوتا وہ یوں ہی رکھے رکھے گل جاتے ہیں اس طرح فضول خرچی کے ساتھ عورتیں مال برباد کرتی ہیں۔

بھلا جہیز میں اتنے کپڑے دینے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر کیوں نہ دیں اس میں بھی نام ہوتا ہے کہ فلانی نے اپنی بیٹی کو ایسا جہیز اور اتنا اتنا دیا ہے۔ بس شیخی کے واسطے گھر برباد کیا جاتا ہے۔ (حقوق البیت)

اکثر ایسا ہوا ہے کہ دلہن مر گئی اور یہ سامان ہزاروں روپیہ کا ضائع ہوا پھر دلہن کے کپڑوں کے علاوہ تمام کنبہ (خاندان والوں) کے جوڑے بنائے جاتے ہیں اور بعض دفعہ ان کو پسند بھی نہیں آتے۔ اور ان میں عیب نکالے جاتے ہیں کس قدر بے لطفی ہوتی ہے اور اس پر دعویٰ یہ کہ ہم نے رسمیں چھوڑ دی ہیں۔ (۱۲ اصلاح النساء)

جہیز دینے کا صحیح طریقہ، جہیز کب دینا چاہیے

فرمایا لڑکی کو جو کچھ دینا ہو اس کی رخصتی کے وقت نہ دینا کیونکہ وہ اس کو دینا نہیں ہے بلکہ وہ تو ساس سسر کو دینا ہے۔

(جہیز کا سامان) اگر لڑکی کے ہمراہ نہ کیا جاتا تو عقل کے موافق تھا کیونکہ یہ سب سامان لڑکی ہی کو دیا جاتا ہے اور اس وقت وہ قبضہ نہیں کرتی اور نہ اس کو خبر ہوتی ہے اس کو دینا ہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ سر دست اپنے گھر رکھو۔ جب وہ خوب گھل مل جائے اور پھر جب وہ اپنے گھر آئے اس وقت وہ تمام سامان اس کے سامنے رکھ دو۔ اور کہو کہ یہ سب چیزیں تمہاری ہیں اس

میں سے جتنی ضروری ہوں اور جتنا تیرا دل جو اور جب جی چاہے اپنے سسرال لے جانا اور جتنی چیزیں یہاں رکھنا چاہو یہاں رکھ لو جو چیزیں وہ تمہارے سپرد کرے اس کو احتیاط سے اپنے یہاں رکھ لینا چاہیے۔

اور مصلحت یہ ہی ہے کہ وہ ابھی (سامان جہیز) نہ لے جائے کیونکہ اس وقت تو اس کو کوئی ضرورت نہیں کسی وقت جب ضرورت ہوگی لے جائیں گی (یہ طریقہ) عقل کے موافق ہونے کے ساتھ اس میں ریا بھی نہیں مگر چونکہ اس میں تفاخر اور دکھاوا نہیں ہے اس لیے ایسا کوئی بھی نہیں کرتا۔ اور اگر کوئی ایسا کرے تو لوگ اسے برا بھلا بھی کہیں اور کنجوس بھی بنا دیں۔ کہیں گے کہ خرچ سے بچنے کے لیے شریعت کی آڑ پکڑی ہے (لیکن شریعت اور عقل کے موافق صحیح طریقہ یہی ہے)۔ (احسن العزیز)

عورت کے سامان جہیز میں شوہر کو بھی اس کی دلی مرضی کے بغیر تصرف کرنا جائز نہیں

کیونکہ دونوں کی ملک جدا جدا ہیں۔ یہ شوہر کے لیے ظلم ہوگا کہ عورت کے مال میں اس کی رضا کے بغیر (یعنی اس کی دلی اجازت کے بغیر) تصرف کرے۔ اور عورت کے لیے بھی خیانت ہوگی اگر مرد کے مال میں بلا اس کی رضا کے تصرف کرے۔ (اصلاح النساء)

دلی رضامندی کسے کہتے ہیں

رضامندی سے مراد سکوت کرنا (یعنی خاموش رہنا) یا ناراضگی کا ظاہر نہ کرنا یا پوچھنے کے بعد رضامندی (محض شرماً حضوری میں) ظاہر کر دینا نہیں ہے۔ تجربہ سے ثابت ہے کہ اکثر اوقات کراہت اور گرانی کے باوجود شرم و لحاظ اور مروت کی وجہ سے ایسا کیا جاتا ہے (یعنی اجازت دے دی جاتی ہے)۔

ورنہ رضامندی تو وہ ہے کہ پختہ غیر مشکوک قرائن سے مالک کا طیب خاطر جزم کے ساتھ (یعنی یقینی طور پر دلی رضامندی کے ساتھ معلوم کیا جائے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلَا لَا یَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ اِلَّا بِطِیْبِ نَفْسٍ مِنْهُ۔ خبردار! مسلمان کا مال بغیر اس کی دلی رضامندی کے حلال نہیں۔ (اصلاح انقلاب)

☆☆☆

باب:۱۳

بیہواری اور لین دین کا بیان

مروجہ رسمی لین دین میں فائدہ سے زیادہ نقصانات ہیں

سب سے عمدہ رسم جس کے بہت سے فوائد بیان کئے جاتے ہیں کہ کہ صاحب نیوتہ (بیہواری طور سے لین دین کی رسم) تو نہایت عمدہ رسم ہے۔ تھوڑا تھوڑا دینے میں شادی والے کا کام ہو جاتا ہے۔ اور دینے والوں میں سے کسی پر بار نہیں ہوتا یہ تو مستحسن (پسندیدہ ہے) اس کو قبیح کیسے کہہ دیا غریب کو دیا اس کی شادی ہوگئی یہ تھوری بات ہے' میں کہتا ہوں کہ ان لوگوں نے ایک فائدہ تو دیکھ لیا اور دوسرے مفاسد جو اس کے اندر ہیں ان کو چھوڑ دیا۔ اگر ایک فائدہ ہے تو مناسد کتنے ہیں ان مفاسد کو بھی تو دیکھنا چاہیے۔

اور اول تو جو فائدہ اس عمل میں ہے سوچا گیا ہے وہ بھی حاصل نہیں ہوتا کیونکہ آج کل کی شادیوں میں خرچ اتنا کیا جاتا ہے کہ نیوتہ (بیہواری لین دین) اس کے لیے کافی نہیں ہوتا۔ (التبلیغ احکام المال)

رسمی لین دین سے محبت نہیں ہوتی تہادی الی العروس

(یعنی شادی کے موقع پر لڑکا لڑکی کو کچھ دینا) یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔ اور ہر چند کہ تَهَادِیُ اِلَی الْعَرُوْسِ فی نفسہ موجب زیادتی محبت (یعنی محبت کو بڑھانے کا ذریعہ) ہے لیکن رسم کے طریقہ پر بھیجنا بغض کو بڑھاتا (اور تعلقات کو خراب کرتا ہے) تجربہ اس پر دال ہے ہاں خلوص کے ساتھ بھیجنے سے محبت بڑھتی ہے جیسا کہ دو دوست آپس میں کبھی کبھی ہدیہ بھیج دیا کریں اور رسم سے محبت نہیں بڑھتی۔ (تطہیر رمضان)

نیوتہ اور بیہوار کی حقیقت اور اس کی مصلحت

شادیوں میں کئی موقع پر نیوتہ جمع ہوتا ہے۔ سلامی کے وقت بطور نیوتہ کے روپیہ جمع کر کے دولہا کو دیئے جاتے ہیں۔

نیوتہ کی اصل یہ معلوم ہوتی ہے کہ پہلے زمانہ میں کسی غریب آدمی کو کوئی تقریب پیش آئی

(یعنی شادی کرنا ہوئی) تو اس کے عزیزوں نے بطور امداد کے کچھ جمع کر کے دے دیا چونکہ اس وقت ان امور میں اس قدر طول نہ تھا تھوڑے سے سرمائے میں سب ضروری کام انجام پا گئے نہ اس کو بار ہوا نہ دینے والوں پر گراں ہوا کسی کا زیادہ خرچ نہیں ہوا۔

اگر بطور تبرع واحسان کے دیتے ہوں گے تو اس کا عوض نہ چاہتے ہوں گے فضائل صوم و صلوۃ گو، دوسرا شخص هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (احسان کا بدلہ احسان) کے قاعدہ سے اس کی ضرورت کے وقت بغیر کمی وبیشی کا لحاظ کئے ہوئے بشرط گنجائش اس کی اعانت کرتا ہو۔

اور اگر بطور قرض کے ہوتا ہوگا تو اس کو قرض بتدریج (آہستہ آہستہ) ادا کرنا آسان ہوتا تھا۔ واقعی اس وقت یہ مصلحت نہایت مفید تھی اور اب تو اس میں کوئی مصلحت نہیں رہی جس طرح شادی میں صرف ہوتا ہے اس کا جز ومعتد بہ (قابل شمار ایک حصہ) بھی نیوتہ میں جمع نہیں ہوتا پھر ناحق مقروض بننے سے کیا فائدہ۔ بے ضرورت مقروض ہونا بھی منع ہے پھر گنجائش کے وقت ادا نہیں کر سکتے جب دوسرے شخص کے یہاں کوئی تقریب ہو تو تب ہی ادا کرنا ممکن ہے اور اگر تقریب کے وقت پاس نہ ہو تو بعض اوقات سودی قرض لے کر دینا پڑتا ہے یہ بھی گناہ ہے جس دستور میں اتنے گناہ ہوں بے شک وہ واجب الترک ہے (اصلاح الرسوم)

نیوتہ لینے دینے کا شرعی حکم

نیوتہ قرض ہے پس وہ احکام جو عقد قرض پر خدا تعالیٰ نے مرتب کئے ہیں اس پر عائد ہوں گے اور وہ یہ کہ بلا ضرورت قرض نہ لیا جائے یہ نیوتہ کیسا قرض ہے کہ ضرورت کا تو کیا ذکر دینے والے کا اختیار سے دیا جاتا ہے (جس کا لینا گویا ضروری ہوتا ہے) اور نہ لینے سے برادری برا مانتی ہے۔ کہیں آپ نے ایسا قرض دیکھا کہ دینے والا زبردستی تھوپ دے اور دوسرا مقروض بن جائے؟ یہ حکم تو لینے کے وقت کا ہے۔ (حقوق الزوجین)

نیوتہ لینے دینے کے بعد کا شرعی حکم

یہ حکم تو لینے کے وقت کا ہے اور دینے کے وقت کے احکام سنیے قرآن شریف میں ہے وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ یعنی اگر مقروض تنگدست ہو تو اس کو مہلت دینی چاہیے جب تک کہ وہ دے سکے۔ لیکن آپ کے اس قرض کی ادائیگی کا وہ وقت مقرر ہے جب کہ (دینے

والے کے یہاں) شادی ہو خواہ کسی کے پاس ہو یا نہ ہو۔

اور ایک حکم یہ ہے کہ مقروض جس وقت ادا کرنا چاہے اس وقت ادا ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی ایک مدت کا وعدہ بھی کر کے قرض لے اور اسی وقت لینا پڑے گا۔ اور آپ کے اس نیوتہ کو اگر کوئی بلا تقریب کے واپس کرنا چاہے تو نہیں لیا جاتا کیسا قرض ہے یہ حق تعالیٰ کے احکام میں مداخلت ہے۔ (منازعہ الہوی ملحقہ حقوق الزوجین)

مروجہ نیوتہ کی حقیقت محض قرض ہے

لوگ کہتے ہیں کہ نیوتہ سلوک ہے گویا صلہ رحمی میں داخل کرنا چاہتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ یہ قرض ہے کیونکہ صلہ رحمی میں بعوض (یعنی بدل) کی قید نہیں ہوتی اور اس میں یہ قید صراحتاً ہو یا تعاملاً دیکھ لیجئے نیوتہ جبر کے ساتھ وصول کیا جاتا ہے۔

ایک صاحب کے یہاں شادی ہوئی تو اس میں نیوتہ کم آیا انہوں نے نکال کر دیکھا تو بہت سے آدمی نیوتہ دینے سے رہ گئے تھے شادی ختم ہوگئی مگر انہوں انے ایک تنخواہ دار نوکر کئی مہینہ تک تنخواہ دے کر نیوتہ وصول کرنے کے لئے مقرر رہا۔ یہ کیسا صلہ رحم تھا جو اس طرح وصول کیا جاتا ہے خوب سمجھ لیجئے کہ یہ صرف تاویل ہے۔ درحقیقت نیوتہ قرض ہے اس کو کسی اور عقد میں داخل کرنے کی گنجائش نہیں۔ جب یہ قرض ہے تو اس پر قرض کے شرعی احکام جاری ہوں گے ان احکام میں آپ کو کوئی اختیار نہیں کہ کوئی تغیر و تبدل کرسکیں جیسا کہ حاکم وقت کسی معاملہ کو ایک عقد میں داخل کر کے اس کے احکام جاری کرتا ہے وہ تو جبراً تسلیم کرنے پڑتے ہیں اس میں آپ کو اختیار نہیں ہوتا کہ ان احکام میں اپنی طرف سے کچھ ترمیم کردیں۔ جب دنیا کے بادشاہ کا ایک معاملہ پر حکم مرتب کرنا لازم ہو جاتا ہے جس میں ابھی یہ بھی ثابت نہیں ہوا کہ یہ عقلاً صحیح ہے یا نہیں تو خدا احکم الحاکمین کے قرارداده احکام معاملات کیوں لازم نہ ہوں گے۔ (منازعۃ الہوی)

نیوتہ بیہواری لین دین کے مفاسد

اس کے اندر بہت مفاسد ہیں چنانچہ ان میں سے ایک مفسدہ یہ ہے کہ جب لوگ کسی کے یہاں نیوتہ دیتے ہیں تو نیوتہ لینے والا اتنے لوگوں کا مقروض ہوتا ہے۔ اور حدیث میں صاف موجود ہے کہ مقروض جنت میں نہ جائے گا تاوقتیکہ اہل حق کا حق ادا نہ ہو جائے۔ (التبلیغ)

نیوتہ کے قرض میں میراث بھی جاری ہونا چاہیے

اور ایک فساد اس میں بہت بڑا ہے اور مفسدہ تو بالکل لا علاج ہی ہے اس کا علاج ہی نہیں سوائے اس کے کہ اس رسم کو چھوڑ دیا جائے وہ یہ کہ جب نیوتہ قرض ہوا تو قرض میں میراث جاری ہوتی ہے جیسا کہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ عورت مرجاتی ہے تو اس کے وارث خاوند پر نالش کر کے مہر کا روپیہ وصول کر لیتے ہیں۔ تو نیوتہ میں بھی میراث جاری ہونا چاہیے اور شرعی حصہ کے موافق سب وارثوں کو پہنچنا چاہیے مگر اس کا کوئی اہتمام نہیں کرتا۔

(مثال کے طور پر) ایک شخص مرا اس نے دو بیٹے چھوڑے اور اس نے مثلاً پانچ روپیہ نیوتہ میں دیے تھے تو وہ پانچ روپیہ بھی مردہ کی میراث ہیں جب وصول ہوں گے تو ان کا ورثا پر تقسیم کرنا واجب ہوگا اب وہ وصول کس طرح سے ہوں گے۔ جب ان کے یہاں کوئی شادی ہوگی تو وہ بطور نیوتہ کے دیے جائیں گے اب ایک بیٹے کی شادی ہوئی اور وہ پانچ روپیہ آئے تو وہ پورے پانچ روپیہ اس کے نہیں بلکہ یہ صرف ڈھائی روپیہ کا مستحق ہے۔ اور باقی ڈھائی روپیہ دوسرے بھائی کا حصہ ہے۔ لہٰذا وہ اس کو دینے لازم ہیں مگر وہ اس کو نہیں دیے جاتے اس لیے دینے والے کے ذمہ سے پانچوں روپیہ ادا نہ ہوئے بلکہ صرف ڈھائی روپیہ ادا ہوئے۔ اور دوسرے بیٹے کے ڈھائی روپیہ رہ گئے پھر وہ مرگیا تو اب ڈھائی روپیہ کی میراث چلے گی اسی طرح آگے اولاد ہوگی اور یہی سلسلہ چلے گا تو اس ڈھائی روپیہ کے ہزاروں آدمی مستحق بن گئے قیامت میں اس شخص کی جان پر بنے گی اس لیے ایک ایک پیسہ اور کوڑی کا دعویٰ ہوگا آخر اس کا علاج کیا سوچا ہے؟ یہ مفاسد ہیں اس خبیث نیوتہ میں مگر چونکہ لوگوں کو شریعت کا علم نہیں اس لیے ان خرابیوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ (التبلیغ))

درحقیقت یہ میراث کے احکام کو بدلنا ہے جس کی نسبت قرآن شریف میں ارشاد ہے فَرِيضَةً مِنَ اللهِ یعنی اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ ہے۔ اور آگے ارشاد ہے جو کوئی اللہ و رسول کے حکم کو مانے گا اللہ اس کو جنت میں داخل کریں گے اور جو نہ مانے گا اس کو دوزخ میں ڈالیں گے اس آیت میں احکام میراث میں تشدید پیدا ہوتا ہے اب دیکھئے نیوتہ میں کیا ہوتا ہے بہت جگہ اگر نیوتہ دینے والا نیوتہ چھوڑ کر مرجاتا ہے تو وہ نیوتہ بڑے بیٹے کی شادی کے وقت ادا کیا جاتا ہے۔ اور وہ اس کو اپنی شادی کے خرچ میں لاتا ہے حالانکہ یہ سب وارثوں کا مِلک ہے جو ایک کے خرچ

میں آ رہا ہے اس سے کھانا کھایا جاتا ہے اور سب برادری کھاتی ہے اس میں دوسرے وارثوں کی حق تلفی ہوئی اور ان کی بلا اجازت کھانے والوں نے کھایا یہ حق العبد ہوا اور اگر ان وارثوں میں کچھ نابالغ بچے بھی ہیں تو ان کا حصہ بھی کھایا اس حق العبد ہونے ساتھ اتنا اور اضافہ ہے کہ یتیموں کا مال ظلماً کھایا جس کی نسبت قرآن شریف میں ہے

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا﴾ (النسآء: ١٠)

''یعنی وہ لوگ یتیموں کا مال بلا کسی حق کے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ آگ سے بھرتے ہیں اور عنقریب دوزخ میں جائیں گے۔''

کیا کوئی مسلمان ان وعیدوں کو سننے کے بعد اس کو جاری رکھنے کی جرات کرے گا دنیا تو درکنار یہ ایسی وعیدیں ہیں کہ ان کے خوف سے اپنا آتا ہوا بھی وصول کرنا بھول جائے گا یہ ہیں آپ کے نیوتہ کے مختصر نتائج جن میں ساری برادری والے گرفتار ہیں۔ (منازعۃ الہویٰ)

رسمی لین دین نہ کرنے سے تعلقات کی خرابی کا شبہ

ایک صاحب نے رسمی لینے دینے کی بابت عرض کیا کہ اگر یہ بند کر دیا جائے تو مغایرت (دوری) پیدا ہو جائے اور تعلقات خراب ہو جائیں فرمایا کہ جو رسمی لین دین ہوتا ہے اس کے آثار و نتائج سے معلوم ہوتا ہے کہ محبت نہیں بڑھاتا ہے بلکہ محبت کم کرتا ہے جو لوگ دیتے ہیں اکثر دباؤ (اور شرماً حضوری میں رواج کی وجہ سے) دیتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ ملنا جلنا کم ہو جاتا ہے کیونکہ جب تک پاس نہ ہو ملنے کیا جائیں (اسی موقع پر) دینا ضروری سمجھتے ہیں اس لیے اس کو موقوف کرنا چاہیے۔ (ملفوظات اشرفیہ حسن العزیز)

لین دین کا صحیح اور مناسب طریقہ

اور اگر کسی عزیز کے ساتھ احسان سلوک کرنا ہو کچھ دینا ہو تو اگر رسم کی صورت سے نہ ہو تو مضائقہ نہیں اور تقریبات (شادی) کے موقع پر نہ دے وقت ٹال کر دے جب کہ توقع بھی نہ رہے بلا توقع کے اگر دو روپیہ بھی ملتے ہیں تو بہت خوشی ہوتی ہے اور اور محبت بڑھتی ہے صمیم قلب (دل کی گہرائی) سے مسرت ہوتی ہے طبیعت اندر سے کھل جاتی ہے اور اگر رسم کے طور پر دیا تو صرف انتظار کی تکلیف ختم ہوگئی گویا عذاب سے نجات ہوئی دوزخ سے تو نجات ہوئی لیکن جنت

نہیں ملی (یعنی بدنامی اور ملامت کا ڈر نہ رہا لیکن خوشی نہ ہوئی)۔(ملفوظات اشرفیہ)

(اور اب نیوتہ کی رسم کو بالکل بند کر دیا جائے اور جس کے ذمہ اب تک بقایا ہے اپنی حیات میں بلا کسی تقریب کے انتظار کے ادا کر دیا جائے۔

شادی کے موقع پر شادی خرچ کر دینے کا حکم

شادی وغیرہ کے موقع پر جو دولہا کی طرف (یا دلہن والوں کی طرف سے) خرچ دیا جاتا ہے اس کے متعلق ایک بڑے عالم نے اعتراض کیا کہ اگر طیب خاطر (دلی رضا مندی) سے دیا جائے تو جائز ہے اس میں کیا خرابی ہے جو لوگوں کو عام طور پر منع کیا جاتا ہے۔

جواب میں ارشاد فرمایا کہ اسی میں تو کلام ہے کہ طیب خاطر ہوتا ہے یا نہیں بدنامی کے خیال سے دباؤ میں آ کر دیتے ہیں اندر سے جی پر بار ہوتا ہے پھر طیب خاطر کہاں رہا۔ (دعوات عبدیت)

رخصتی کے موقع پر رسمی طور سے شادی خرچ دینے کا حکم

ایک کوتاہی بعض علاقوں میں یہ ہے کہ شوہر (لڑکے والوں سے یا لڑکی والوں سے جیسا بھی عرف ہو) نکاح یا رخصتی کے قبل کچھ روپیہ اس غرض سے لے لیتے ہیں کہ شادی کے مصارف (اخراجات) میں خرچ کریں گے یہ رشوت اور حرام ہے۔(اصلاح انقلاب)

رسم ورواج کے مطابق دیے ہوئے سامان کا شرعی حکم شرما حضوری یا دباؤ وبدنامی کے خوف سے دیا ہوا مال حلال نہیں

بیہقی ودار قطنی کی حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلَا لَا تَظْلِمُوْا اَلَا لَايَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ اِلَّا بِطِيْبِ نَفْسٍ مِّنْهُ

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خبردار ہو جاؤ ظلم نہ کرو! خبردار کسی انسان کا مال اس کی دلی مرضی کے بغیر حلال نہیں۔''

بعض لوگوں کو اس میں یہ غلطی ہوتی ہے کہ کہتے ہیں کہ ہماری کیا وجاہت اور دباؤ ہے جو شخص دے گا خوشی سے دے گا حالانکہ مشاہدہ اس کی تکذیب کرتا ہے اس کا حال دینے والے سے معلوم

ہوسکتا ہے کوئی تیسرا آدمی جو اس سے بے تکلف ہو اس سے قسم دے کر پوچھے کہ تو نے خوشی سے دیا ہے یا ناخوشی سے؟ بہت آسانی سے اس کا فیصلہ ہو جائے گا اور اسی سے حکم معلوم ہو جائے گا ان رقوم (نقدی رقم دیے ہوئے سامان) کا جو لڑکی والے شادی کے موقع پر لڑکے والے سے (یا لڑکے والے لڑکی والے سے) فرمائش کر کے لیتے ہیں وہ لوگ خواہ رسم کی پابندی سے یا مجمع کے شرم سے یا محرک (مانگنے والے) کے لحاظ سے دیتے ہیں' بعض لوگ بلاتحریک (بے مانگے از خود) دیتے ہیں لیکن دینے کی بناء وہی رسم ہے کہ جانتے ہیں کہ نہ دینے سے یا تو مانگا جائے گا یا بدنام کیا جائے گا سو اس قسم کی رقمیں (اور سامان) شرعاً حلال نہیں ہوئیں۔ اور اس طرح سے مانگنا اور لینا درست نہیں ہوتا اور یہ رقوم (اور سامان) سب واجب الرد ہیں (یعنی ان کا واپس کرنا ضروری ہے) شادی کے موقع پر اگر کسی نے لڑکی کے عوض روپیہ لیا تو حرام ہے کیونکہ شریعت نے بیٹی کی کوئی قیمت نہیں رکھی۔ (حقوق العلم التبلیغ)

☆☆☆

باب:۱۴

بارات اور شادی کا بیان

بارات ہندوؤں کی ایجاد اور ان کی رسم ہے:

اصل میں یہ بارات وغیرہ ہندوؤں کی ایجاد ہے کہ پہلے زمانہ میں امن نہ تھا اکثر راہزنوں اور قزاقوں (ڈاکوؤں) سے دوچار ہونا پڑتا تھا اس لیے، دولہا دولہن اور اسباب زیور وغیرہ کی حفاظت کے لیے ایک جماعت کی ضرورت تھی اور حفاظت کی مصلحت سے بارات لے جانے کی رسم ایجاد ہوئی اور اسی وجہ سے فی گھر ایک آدمی لیا جاتا تھا کہ اگر اتفاق سے کوئی بات پیش آئے تو ایک گھر میں ایک ہی بیوہ ہو اور اب تو امن کا زمانہ ہے اب اس جماعت کی کیا ضرورت ہے۔ اب حفاظت وغیرہ تو کچھ مقصود نہیں صرف رسم کا پورا کرنا اور نام آوری مد نظر ہوتی ہے۔ (عضل الجاہلیہ)

بارات کی قطعاً ضرورت نہیں

صاحبو! ان رسموں نے مسلمانوں کو تباہ کر ڈالا ہے اسی لیے میں نے منگنی کا نام قیامت صغری اور شادی (بارات) کا نام قیامت کبری رکھا ہے۔

اب تو بارات بھی شادی کا رکن اعظم سمجھا جاتا ہے (اور اس کے بغیر شادی ہی نہیں ہوتی) اس کے لیے کبھی دولہا والے اور کبھی دولہن والے بڑے بڑے اصرار و تکرار کرتے ہیں اور اس سے غرض ناموری (شہرت) اور تفاخر ہے حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ کیا اور رشتہ (طے کرنے) کے وقت تو حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود تھے لیکن نکاح کے وقت تو حضرت علی رضی اللہ عنہ خود بھی موجود نہ تھے۔ بلکہ معلق نکاح ہوا تھا کہ اِنْ رَضِیَ عَلِیٌّ یعنی اگر علی رضی اللہ عنہ رضامندی ظاہر کریں چنانچہ جب وہ حاضر ہوئے تو انہوں نے کہا رَضِیْتُ اب نکاح تام ہوا۔

میرا یہ مطلب نہیں کہ اس قصہ کو سن کر دولہا بھاگ جایا کرے شاید بعض لوگ ایسی سمجھ کے بھی ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ بارات وغیرہ کے تکلف کی ضرورت نہیں حضور ﷺ نے خود نوشہ کے ہونے کی ضرورت نہیں سمجھی پھر بارات کا ہونا کیوں ضروری سمجھا جائے۔ (عضل الجاہلیہ اصلاح الرسوم)

بارات کے چند مفاسد بارات نا اتفاقی اور ذلت کا سبب ہے

اس بارات کے لیے کبھی دولہا والے کبھی دلہن والے بڑے بڑے اصرار و تکرار کرتے ہیں اور اس سے مقصود صرف ناموری اور تفاخر ہے۔ اکثر اس میں ایسا بھی کرتے ہیں کہ بلائے پچاس اور جا پہنچے سو اول تو بلا بلائے اس طرح کسی کے گھر جانا حرام ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص دعوت میں بن بلائے جائے وہ گیا تو چور ہو کر اور نکلا لٹیرا ہو کر یعنی ایسا گناہ ہوتا ہے جیسے چوری اور لوٹ مار کر لیا۔

پھر دوسرے شخص کی اس میں بے آبروئی بھی ہو جاتی ہے کسی کو رسوا کرنا یہ دوسرا گناہ ہوا۔

پھر ان امور کی وجہ سے اکثر جانبین میں ایسی ضدا ضدی اور بے لطفی (کدورت بلکہ بسا اوقات رنجش) ہوتی ہے کہ عمر بھر قلوب میں اس کا اثر باقی رہتا ہے چونکہ نا اتفاقی حرام ہے اس لیے اس کے اسباب بھی حرام ہوں گے اس لیے یہ فضول رسم ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ (اصلاح الرسوم)

اب تو ان رسموں کی بدولت بجائے محبت والفت کے جو کہ میل ملاپ سے اصلی مقصود ہے اکثر رنج و تکرار اور شکایت (کی نوبت آجاتی ہے) پرانے کینوں کا تازہ کرنا اور صاحب تقریب کی عیب جوئی اور تذلیل کے درپے ہونا اور اسی طرح کی دوسری خرابیاں دیکھی جاتی ہیں۔ اور چونکہ ایسا لینا دینا' کھانا کھلانا' عرفاً لازم ہو گیا ہے اس لیے کچھ فرحت و مسرت بھی نہیں ہوتی نہ دینے والے کو کہ وہ ایک بے گاری سی اتارتا ہے نہ لینے والے کو کہ اپنا حق ضروری یا معاوضہ سمجھتا ہے۔ پھر لطف (ومحبت) کہاں اس لیے ان تمام خرافات کا حذف کرنا واجب ہے۔ (اصلاح الرسوم)

میں بارات کی رسم کو حرام سمجھتا ہوں

یہ خرابیاں ہیں بارات میں جن کی وجہ سے بارات کو منع کیا جاتا ہے اور میں جو پہلے باراتوں میں جایا کرتا تھا اس وقت تک میری سمجھ میں یہ خرابیاں نہ آئی تھیں اب میں ان رسموں کو بالکل حرام سمجھتا ہوں۔ اور اگر تمہاری سمجھ میں نہ آئے تو (دوسرے باب کی چھٹی فصل اور امداد الفتاویٰ جلد نمبر پنجم ایضاً دیکھ لو) اس میں میں نے تفصیلی دلائل لکھ دیے ہیں خدا نے میرے قلم سے بعض

باتوں کی خرابیاں ظاہر کرادیں جو دوسروں نے ظاہر نہیں کیں اسی لیے لوگ مجھے سخت مشہور کرنے لگے۔ (عضل الجاہلیہ حقوق الزوجین)

بیاہ شادی' بارات میں اگر آمد و رفت نہ ہو تو میل جول کی کیا صورت ہو

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر یہ رسوم (بارات) وغیرہ موقوف ہو جائیں تو پھر میل ملاپ کی کوئی صورت ہی نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو میل ملاپ کی مصلحت سے معاصی (گناہوں) کا ارتکاب کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ کہ میل ملاپ اس پر موقوف بھی نہیں بلا رسوم کی پابندی (اور بارات) کے اگر ایک دوسرے کے گھر جائیں یا اس کو بلائیں۔ اس کو کھلائیں پلائیں کچھ امداد و سلوک کریں جیسے یار دوستوں میں راہ و رسم جاری ہیں تو یہ ممکن ہے۔ (اصلاح الرسوم)

بارات وغیرہ تمام رسموں کے ناجائز ہونے کی شرعی دلیل

میرے نزدیک جو مجموعی ہیئت اس وقت تقریبات کی ہو رہی ہے اس کے ہر جزء کی قریب قریب اصلاح ضروری ہے۔ تمام رسوم میں بجز اتلاف مال (مال کو برباد کرنے) اور ارتکاب معاصی کے مثلاً ریا' تفاخر' اسراف اور دوسروں کے لیے موجب تکلیف ہو جانا اور مقتدائے معاصی بن جانا (ان رسموں میں) کوئی دنیا کا بھی معتد بہ (لائق اعتبار) نفع نہیں اس لیے میرے نزدیک ان کی قباحت بڑھی ہوئی ہے۔ میرے خیالات کا خلاصہ مختصر الفاظ میں یہ ہے کہ ہیئت متعارفہ (مروجہ طریقہ) تمام اجزاء بدلنے کی ضرورت ہے گو اکثر اجزاء اگر انفرادی (علیحدہ) نظر سے دیکھے جائیں تو مباح نکلیں گے۔

مگر یہ قاعدہ شرعی بھی ہے اور عقلی بھی کہ جو مباح معاصیت کا ذریعہ اور معاون جرم بن جائے وہ بھی معصیت اور جرم ہو جاتا ہے ان تقریبات کی بدولت کیا مسلمان مقروض نہیں بن جاتے؟ کیا مہاجنوں کو سود نہیں دیتے کیا ان کی جائیداد مکان نیلام نہیں ہو جاتے؟ کیا اہل تقریب کی نیت میں اظہار تفاخر و نمائش نہیں ہوتا۔ اگر عام مجمع میں اظہار نہ ہو تو کیا خاص مجمع کے خیال سے (کہ گھر پہنچ کر سب زیور و اسباب دیکھا جائے گا اس کی قیمت کا اندازہ کیا جائے گا) سامان نہیں کیا جاتا پھر ان رسوم میں تسلسل و ترتیب کچھ اس قسم کا ہے کہ ایک کو کر کے پھر سب ہی آہستہ آہستہ کرنا پڑتا ہے کیا ان قیود و پابندیوں کو قیود شرعیہ سے زیادہ ضروری عملاً نہیں سمجھا جاتا۔

نماز باجماعت فوت ہونے سے کیا کبھی ایسی شرمندگی ہوئی ہے جیسی جہیز میں چوکی پلنگ کے نہ دینے سے ہوتی ہے۔ گواس کی ضرورت نہ ہو جہیز میں ضروری سامان کا لحاظ (کرنے میں) شرعاً وعقلاً مضائقہ نہ تھا مگر بہت یقینی امر ہے کہ ضروریات کی فہرست ہر جگہ جدا بنے گی لیکن جہیز کی ایک ہی فہرست ہر جگہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رواج کی پابندی اس کی علت ہے ضرورت پر اس کی بنیاد نہیں تو اس درجہ کی پابندی نہ عقلاً جائز نہ شرعاً درست پس جب ان میں اس قدر مفاسد ہیں تو عقل یا نقل (شرعی) کب اس کی اجازت دے سکتی ہے۔ (امداد الفتاویٰ)

صاحب حیثیت مالدار کے لیے بھی بارات وغیرہ کی رسمیں درست نہیں

بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب جس کو گنجائش ہو وہ کرے جس کو نہ ہو وہ نہ کرے اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو گنجائش والوں کو بھی گناہ کرنا جائز نہیں جب ان رسوم کا معصیت ہونا ثابت ہو گیا پھر گنجائش سے اجازت کب ہو سکتی ہے۔

دوسرے یہ کہ جب گنجائش والے کریں گے تو ان کی برادری کے غریب آدمی بھی اپنی عزت وآبرو کی حفاظت کے لیے ضرور کریں گے۔ اس لیے ضروری امر اور مقتضاء یہی ہے کہ سب ہی ترک کر دیں۔ (اصلاح الرسوم)

اگر یہ کہا جائے کہ کسی کو اگر گنجائش ہو تو دنیوی مذکورہ مضرتوں سے بھی محفوظ رہے اور نیت کی درستی اختیاری امر ہے، ہم نہ امور کو ضروری سمجھتے ہیں نہ تفاخر اور نمائش کا ہم کو خیال ہے پس ایسے شخص کے لیے تو یہ سب امور جائز ہونے چاہییں۔

اول تو ذرا اس کا تسلیم کرنا مشکل ہے تجربہ اس کو تسلیم نہ کرنے دے گا کیسا ہی گنجائش والا ہو کچھ نہ کچھ گرانی اس پر ضرور ہوگی اور نیت میں بھی فساد ضرور ہوتا ہے لیکن اس میں منازعت و مزاحمت نہ کی جائے تو سو میں ایک دو شخص ایسے مشکل سے نکل سکتے ہیں۔

جب یہ حالت ہے تو یہ قاعدہ سننے کے قابل ہے کہ کسی شخص کے مباح فعل سے جو حد ضرورت سے اوپر نہ ہو (یعنی واجب نہ ہو) دوسرے شخص کو ضرر پہنچنے کا غالب گمان یا یقین ہو تو وہ فعل اس کے حق میں بھی مباح نہیں رہتا تو اس قاعدہ سے یہ اعمال وافعال اس محفوظ شخص کے حق میں بھی اس وجہ سے کہ دوسرے لوگ تقلید کر کے خراب ہوں گے ناجائز ہو جائیں گے۔

قومی ہمدردی کا تقاضا

اس شرعی قاعدہ کا حاصل وہ ہے جس کو عقلی قانون میں قومی ہمدردی کہتے ہیں یعنی ہمدردی کا مقتضا یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو دوسروں کو نفع پہنچائے اگر یہ بھی نہ ہو تو دوسروں کو نقصان تو نہ پہنچائے۔

کیا کوئی باپ جس کے بچہ کو حلوہ نقصان کرتا ہے اس کے سامنے بیٹھ کر حلوہ کھانا محض مزے کے لیے پسند کرے گا؟ کیا اس کو خیال نہ ہوگا کہ میری حرص سے شاید بچہ بھی کھائے اور بیماری بڑھ جائے کیا ہر مسلمان کی ہمدردی اس طرح ضروری نہیں؟ اس سے عقلاً ونقلاً سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ کسی کے لیے بھی ان رسوم کی اجازت نہیں۔ (امداد الفتاویٰ)

چونکہ ان خرابیوں کی برائی بدیہی ہے اس لیے زیادہ دلائل قائم کرنے کی حاجت نہیں پس مسلمانوں کے فرض وواجب اور ایمان وعقل کا مقتضی یہ ہے کہ ان خرابیوں کی برائی جب عقلاً ونقلاً ثابت ہوگئی تو ہمت کر کے سب کو خیر باد کہے اور نام وبدنامی پر نظر نہ کرے بلکہ تجربہ شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں عزت ونیک نامی ہوتی ہے۔ (اصلاح الرسوم)

بارات کا مجموعہ معصیت ہے

جو رسوم شریعت کے خلاف اکثر شادیوں میں ہوا کرتے ہیں ان ہی سے وہ مجمع معصیت کا مجمع ہو جاتا ہے وہاں نہ بیٹھے اور رسوم تو الگ ہیں آج کل خود بارات ہی مجمع معصیت ہے۔ اگر کوئی خرابی نہ ہو تو یہ خرابی تو ضرور ہی براتوں میں ہوتی ہے (عموماً) براتی مقدار دعوت سے زائد ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے بے چارے میزبان کو سخت دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہیں قرض لیتا ہے کہیں اور کچھ فکر کرتا ہے غرض بہت خرابی ہوتی ہے۔ (حقوق وفرائض)

شادی میں لڑکی والوں کے یہاں مجمع

فرمایا کہ بھائی منشی اکبر علی صاحب کی ایک لڑکی کی شادی میں، میں اس لیے شریک نہیں ہوا تھا کہ اس کے گھر والوں نے مجمع کا اہتمام کیا تھا انہوں نے پھر مجھ سے کہا کہ ہم مجمع نہ کریں گے میں نے کہا اس میں تمہاری اہانت ہوگی اور ان کی دل شکنی ہوگی۔ کیونکہ پہلے ان کو مہمان بنالیا گیا ہے انہوں نے غایت خوش فہمی سے میری عدم شرکت منظور کر لی اور کہا کہ تم صاحب منصب ہو

تمہارے متعلق دین کا کام ہے میں دین میں خلل نہیں ڈالنا چاہتا۔ (احسن العزیز)

آج کل حتی الامکان بیاہ شادی میں شرکت سے بچنا ہی بہتر ہے

تقریبات (شادیوں) میں اگر اور کوئی رسم نہ بھی ہو تو تب بھی یہ ضرور ہے کہ جس کا کھاؤ گے اس کو کھلانا بھی پڑے گا۔ اور یہی جڑ ہے تمام رسموں کی اس لیے اس کا ٹال دینا بہتر ہے جہاں تک ہو سکے ٹال ہی دو۔ مگر دل شکنی کسی کی مناسب نہیں لطافت سے کوئی حیلہ کر دینا چاہیے۔

اور کسی عزیز کے ساتھ احسان کرنا ہو اور رسم کی صورت سے نہ ہو تو اس کا مضائقہ نہیں لیکن اس کے لیے خود جانے کی کیا ضرورت ہے یہاں سے بھی تو بھیج سکتے ہو۔ (بعد میں بھی دے سکتے ہو)۔ (ملفوظات اشرفیہ)

شرعی دلیل

ایک حدیث میں شرکت کرنے والوں کے لیے بھی صاف ممانعت وارد ہے رسول ﷺ نے ایسے دو شخصوں کا کھانا کھانے سے منع فرمایا ہے جو باہم فخر کے لئے کھانا کھلاتے ہوں اور ظاہر ہے کہ ممانعت کی علت فخر اور ریا کے سوا کچھ نہیں۔

تو ایسی تقریبات (شادیوں) کی شرکت اس سے صراحتاً ممنوع ہوگئی جن میں دعوت وغیرہ سے فخر وریا کا قصد ہو۔ (اسباب الغفلہ دین ودنیا)

مقتداء اور علماء دین کو چاہیے کہ رسوم ورواج والی شادی میں شرکت نہ کریں

فرمایا میری علاتی ہمشیرہ کی جو شادی ہوئی تھی اس میں سب مروجہ رسوم ہوئی تھیں۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ اس کی والدہ کو عورتوں نے بہکایا اور یہ کہا کہ تمہاری ایک ہی تو بچی ہے دل کھول کر شادی کرنی چاہیے اگر یہ اندیشہ ہے کہ وہ یعنی میں شادی میں شرکت نہ کروں گا تو نکاح میں تو شرکت ہو ہی جائے گی اور جن رسموں کو برا کہیں گے اس میں شرکت نہ کریں گے نکاح تو سنت ہے اس میں تو ضرور ہی شریک ہوں گے والدہ بیچاری بہکاوے میں آ گئیں برات آنے کا دن جمعہ کا تھا...... میں نے جمعہ کی نماز جامع مسجد میں پڑھی اور باہر ہی باہر بہلی (گاڑی) میں بیٹھ کر بھنیانی پہنچ گیا یہاں پر کسی سے ذکر نہیں کیا حتی کہ گھر والوں تک کو بھی خبر نہ کی۔ جب مغرب کا بعد

ہوا تب نکاح پڑھوانے کے لیے تلاش ہوئی میں نہ ملا صبح کو وہیں پر رہا۔ صبح دیر کر کے چلا۔ اس خیال سے کہ ایک بڑائی کی بھی صورت نہ دیکھوں۔

پھر تو میری شرکت نہ کرنے کی وجہ سے سارے خاندان نے توبہ کی اور کہا کہ بڑی واہیات (حرکت ہوئی) اب کبھی ایسا نہ کریں گے جب سے اللہ کا فضل ہے خاندان میں کبھی کوئی رسم نہیں ہوئی۔ (الافاضات الیومیہ)

☆☆☆

باب:۱۵

فصل (۱) شادیوں کے بعض منکرات ومحرمات

شادی کے موقع پر نوٹوں کے گرانے اور ناچنے وگانے کی رسم

شادیوں میں دوطرح پر ناچ ہوتا ہے ایک تو رنڈی وغیرہ کا ناچ دوسرا وہ ناچ جو خاص عورتوں کی محفل میں ہوتا ہے۔ یہ دونوں حرام اور ناجائز ہیں۔

رنڈی کے ناچ میں جو گناہ اور خرابیاں ہیں ان کو سب جانتے ہیں کہ نامحرم عورت کو سب مرد دیکھتے ہیں یہ آنکھ کا زنا ہے۔ اس کے بولنے اور گانے کی آواز سنتے ہیں یہ کان کا زنا ہے اس سے باتیں کرتے ہیں یہ زبان کا زنا ہے اس کی طرف دل کو رغبت ہوتی ہے یہ دل کا زنا ہے جو زیادہ بے حیاء ہیں اس کو ہاتھ بھی لگاتے ہیں یہ ہاتھ کا زنا ہے اس کی طرف چل کر جاتے ہیں یہ پاؤں کا زنا ہے حدیث شریف میں ہے کہ جس طرح بدکاری زنا ہے اسی طرح آنکھ سے دیکھنا کان سے سننا پاؤں سے چلنا وغیرہ ان سب باتوں سے زنا کا گناہ ہوتا ہے پھر گناہ کو کھلم کھلا کرنا شریعت میں اور بھی برا ہے۔

حدیث شریف میں یہ مضمون آیا ہے کہ جب کسی قوم میں بے حیائی اور فحاشی اتنی پھیل جائے کہ لوگ کھلم کھلا کرنے لگیں تو ضرور ان میں طاعون اور ایسی بیماری پھیل جاتی ہیں جو ان کے بزرگوں میں (یعنی پہلے) کبھی نہیں ہوئیں۔

اب رہ گیا وہ ناچ جو عورتوں میں ہوتا ہے کوئی عورت ناچتی ہے اور کولہے وغیرہ مٹکا چمکا کر تماشہ کرتی بعضی عورتیں اس ناچنے والی عورت کے سر پر ٹوپی رکھ دیتی ہیں یہ سب ہر طرح ناجائز ہے خواہ اس میں کسی قسم کا ڈھول باجہ وغیرہ ہو یا نہ ہو کتابوں میں بندروں تک کے تماشوں کو منع لکھا ہے تو آدمیوں کو نچانا کیوں برا نہ ہوگا پھر کبھی گھر کے مردوں کی بھی نظر پڑتی ہے اور کبھی یہ ناچنے والی گاتی بھی ہے تو جو عورت اس گناہ کا ذریعہ بنی وہ بھی گنہگار ہوگی اور چونکہ اکثر گانے والی جوان خوش آواز عشقیہ مضمون یاد رکھنے والی تلاش کی جاتی ہے اور اکثر اس کی آواز وغیرہ مردوں کے کان میں پہنچتی ہے اس کا سبب عورتیں ہیں۔

اور کبھی کبھی ایسے مضمونوں کے شعر سے بعض عورتوں کے دل بھی خراب ہو جاتے ہیں بعض

دفعہ ان کے شوہر یا دولہا کی طبیعت ناچنے والی پر آ جاتی ہے اور اپنی بیوی سے دل ہٹ جاتا ہے پھر یہ ساری عمر روتی پھرتی ہیں۔

پھر رات رات بھر شغل رہتا ہے بہت عورتوں کی صبح کی نمازیں غارت ہو جاتی ہیں اسلئے یہ بھی منع ہے غرضیکہ ہر قسم کا ناچ اور راگ باجہ جو آج کل ہوا کرتا ہے سب گناہ ہے۔ (بہشتی زیور)

آتش بازی

شادی میں انار، پٹاخے اور آتش بازی چھڑانے میں کئی گناہ ہیں اول تو یہ کہ پیسہ فضول برباد جاتا ہے قرآن شریف میں مال اڑانے والوں (یعنی برباد کرنے والے کو) شیطان کا بھائی فرمایا ہے۔

اور ایک آیت میں فرمایا ہے کہ فضول مال اڑانے والوں کو اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے یعنی ان سے بیزار ہیں دوسرے ہاتھ پاؤں کے جلنے کا اندیشہ یا مکان میں آگ لگ جانے کا خوف ہوتا ہے اور اپنی جان یا مال کو ایسی ہلاکت اور خطرے میں ڈالنا خود شریعت میں برا ہے۔

تیسرے اکثر لکھے ہوئے کاغذ آتش بازی کے کام میں لائے جاتے ہیں خود حروف بھی ادب کی چیز ہے اس طرح کے کاموں میں ان کو لانا منع ہے۔ بلکہ بعض کاغذوں پر قرآن کی آیتیں یا حدیثیں یا نبیوں کے نام لکھے ہوتے ہیں بتلاؤ تو سہی ان کے ساتھ بے ادبی کرنے کا کتنا بڑا وبال ہے۔ (بہشتی زیور)

بیاہ شادی میں فوٹو کھینچنا اور اس کی فلم تیار کرنا

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رحمت کے فرشتے نہیں داخل ہوتے اس گھر میں جس میں کتا یا تصویر ہو۔ اور فرمایا نبی ﷺ نے کہ سب سے زیادہ عذاب اللہ تعالیٰ کے نزدیک تصویر بنانے والے کو ہوگا۔

حدیثوں سے تصویریں بنانا تصویر رکھنا سب کا حرام ہونا معلوم ہوتا ہے اسی لیے ان باتوں سے بہت بچنا چاہیے۔ (بہشتی زیور)

احادیث صحیحہ کی رو سے تصویر بنانا رکھنا سب حرام ہے اور اس کو زائل کرنا مٹانا اور ختم کرانا واجب ہے اس لیے کہ یہ معاملات سخت گناہ ہیں تصویر بنانے کی نوکری کرنا جائز نہیں۔ (امداد الفتاویٰ)

الغرض! شریعت اسلامیہ میں جاندار کی تصویر بنانا مطلقاً معصیت (گناہ) ہے خواہ کسی کی

تصویر ہو اور خواہ مجسمہ ہو یا غیر مجسمہ اور آئینہ پر قیاس کر کے اس کو جائز کہنا کہ فوٹو آئینہ کا عکس ہے لہٰذا جس طرح آئینہ دیکھنا جائز ہے یہ بھی جائز ہے یہ قول بالکل غلط ہے اور قیاس مع الفارق ہے آئینہ کے اندر کوئی انتقاش (پائیداری) باقی نہیں رہتی۔ زوال محاذی (یعنی تقابل کے ازالہ) کے بعد وہ عکس بھی زائل ہو جاتا ہے بخلاف فوٹو کے اور یہ بالکل ظاہر ہے اور پھر صنعت کے واسطے سے ہے اسی لیے (حکم میں) بالکل دستی تصویر کے مثل ہے۔ (امداد الفتاویٰ)

نکاح کی فلم بنوانا

افسوس! اب تو ایسے رنج وغم کا وقت ہے کہ کس کس چیز کو رویا جائے خصوصاً جبکہ اپنے بھائیوں کے ہاتھوں غم کا سامان جمع ہو۔

فلم کمپنی کا آلہ لہو ولعب سے ہونا تو ظاہر ہے اور آلات لہو کو مقاصد دینیہ میں برتنا دین کی سخت اہانت اور استخفاف (ہلکا سمجھنا ہے) حدیث پاک میں جاریہ مغنیہ (ایک گانے والی لڑکی) کا یہ کہنا وَفِيْنَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ ممنوع قرار دیا گیا ہے چنانچہ بعض شراح نے یہ وجہ بھی لکھی ہے گو اس میں دوسرا بھی احتمال ہے مگر اس توجیہ پر بھی کسی نے نکیر نہیں کی تو اس وجہ کے موثر ہونے پر (یعنی اس کے ممنوع ہونے پر) اجماع ہو گیا ہے گو اس محل میں مستحق نہ ہو۔

اس میں تصویروں کا استعمال ہوتا ہے اور ان سے تلذذ (لذت حاصل کرنا) ہوتا ہے اور اس کی قباحت (وممانعت) میں کسی کو کلام نہیں گو عابدین (اور اچھے ہی لوگوں) کی تصویریں ہوں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی تصویریں جو بیت اللہ کے اندر بنائی گئی تھیں ان کے ساتھ جو معاملہ فرمایا معلوم ہے (کہ سب کو نیست و نابود کر کے مٹا دیا)۔ (امداد الفتاویٰ)

اور کسی مسلمان کا تصویر بنانا اور زیادہ معصیت ہے کہ اس میں ایسے شخص کو آلہ معصیت بنانا ہے جو اس کو اعتقاداً قبیح جانتا ہے۔

(اس کی حرمت میں تو کوئی شبہ نہیں) اگر چہ اس تصویر کی طرف کوئی مکروہ بھی منسوب نہ کیا گیا ہو محض تفریح وتلذذ ہی کے لیے ہو کیونکہ محرمات شرعیہ سے نظر کے ذریعہ سے تلذذ کرنا بھی حرام ہے۔

اور اگر اس تصویر کی طرف کسی نقص یا عیب کو بھی منسوب کیا جائے تو اس میں ایک دوسری

معصیت یعنی غیبت بھی شامل ہوگی کیونکہ غیبت نقوش وقلم یعنی کتابت سے بھی ہوتی ہے۔ اسی طرح اس عیب کی ہیئت بنانے سے بھی ہوتی ہے بلکہ یہ سب سے اشد ہے۔

اس تصویر کی کوئی خاص ہیئت بنانا ایسا ہی ہے جیسے خود اس شخص کی طرف وصف کو منسوب کرنا مثلاً مخدرات (عورتوں) کی تصویریں بے پردہ ظاہر کرنا اور اگر وہ تصویر کسی مشتہاۃ (جوان عورت) کی ہو تو نظر بد کی معصیت کا اس میں اور اضافہ ہو جاتا ہے اور تصویر تو صاحب تصویر کی پوری حکایت ہے اجنبیہ (عورت) کے کپڑے بھی بدنفسی سے دیکھنا حرام ہے۔

بالخصوص اگر غیر مسلموں کو خواتین کی طرف بدنفسی کے ساتھ نظر کرنے کا موقع دیا جائے۔ (تو یہ اور زیادہ حرام ہے)

اور اگر اس میں معازف ومزامیر (باجے) یا اجنبیہ عورت کے گانے کی آواز ہے تو اس کا سننا بھی حرام ہے۔ جب ایسی فلموں کی قباحتیں معلوم ہو گئیں تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنی قدرت کے مطابق ان کے بند کرنے کی کوشش کریں اور تماشا دیکھنے والوں کو ان برائیوں سے مطلع کر کے شرکت سے روکیں ورنہ اندیشہ ہے کہ سب عذاب خداوندی میں گرفتار ہوں۔ (امداد الفتاویٰ)

شادیوں میں تاشہ اور دف بجانا

مجھ کو بھی تحقق کے ساتھ اس مسئلہ کی تحقیق کا اتفاق نہیں ہوا تھا اسلئے قول مشہور کی بنا پر جو مذکورہ علی اللسان الجمهور ہے یہ سمجھتا تھا کہ شادی میں دف بجانا جائز ہے دوسرے باجے ناجائز مگر تھوڑا زمانہ ہوا ایک مضمون شائع ہوا ہے نظر سے گزرا تب سے متعارف ضرب دف کے جواز میں بھی شبہ ہو گیا اور احتیاطاً ترک اور منع کا عزم کر لیا تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔ (امداد الفتاویٰ)

شادیوں میں گیت گانے کی رسم

اکثر لوگ یہ سن کر شادی میں گیت درست ہے بے دھڑک ڈومنیاں گواتے ہیں۔ یہ بتاؤ کہ ان کی آواز اجنبی مردوں کے کانوں میں پہنچتی ہے یا نہیں اور محرم عورتوں کی آواز کسی اجنبی مرد کے کانوں میں جانا اور اس طرح سے کہ سننے سے خرابی پیدا ہو حرام ہے یا نہیں؟

پھر اس راگ میں یہ بھی خاصیت ہے کہ جو صفات قلب میں غالب ہوتے ہیں ان میں اور زور ہو جاتا ہے تو بتاؤ کہ ہم لوگوں کے قلب میں صفات خبیثہ کا غلبہ ہے یا نہیں اور صفات خبیثہ کا

قوت دینا حرام ہے یا نہیں؟ پھر یہ کہ آدھی آدھی بلکہ پوری رات کہیں ڈھولک بھی بجتی ہے جس سے پاس والوں کی عموماً نیند ضائع ہوتی ہے اور صبح ہوتے ہی سب مردہ کی طرح پڑ پڑ کر سوتے ہیں صبح کی نمازیں ان کی قضاء ہوتی ہیں یا نہیں اور نماز کا قضا کرنا اور جس شغل کی وجہ سے نماز قضا ہو وہ شغل حرام ہے یا نہیں۔

اور کہیں کہیں گیت کے مضامین بھی خلاف شرع ہوتے ہیں ان کے گانے اور سننے سے سب کو گناہ ہوتا ہے اب بتلاؤ اس طرح کا گیت گانا اور گوانا حرام ہے یا نہیں۔ پھر جب وہ حرام ہوا تو اس کی اجرت دینا دلانا کس طرح جائز ہوگا؟ اور وہ اجرت بھی کس طرح کہ گھر والا تو اس لئے دیتا ہے کہ اس نے بلایا ہے اس کے یہاں تقریب ہے آنے والوں کی کمبختی ہے کہ ان سے بھی جبراً وصول کیا جاتا ہے اور جو نہ دے اس کی تذلیل و تحقیر اور طعن و تشنیع کی جاتی ہے ایسے گانے اور ایسے حق کو کیوں کر حرام نہ کہا جائے۔

گانے باجے کی فرمائش

بعض لوگ جو شادی کے موقع پر اس کا سامان (اور انتظام) کرتے ہیں یا دوسری طرف والوں پر تقاضا کرتے ہیں یہ لوگ کس قدر گنہگار ہوتے ہیں بلکہ محض کرنے والا جتنے آدمیوں کو گناہ کی طرف بلاتا ہے جس قدر الگ الگ سب کو گناہ ہوتا ہے وہ سب ملا کر اس اکیلے کو اتنا ہی گناہ ہوگا مثلاً فرض کرو کہ مجلس میں سو آدمی آئے تو جتنا گناہ ہر ہر آدمی کو ہوا وہ سب اس اکیلے شخص کو ہوا یعنی مجلس کرنے والے کو پورے سو آدمیوں کا گناہ ہوا بلکہ اسی کی دیکھا دیکھی جو کوئی جب کبھی ایسا جلسہ کرے گا (یعنی ناچ گانا کرائے گا) اس کا گناہ بھی اس کو ہوگا بلکہ اس کے مرنے کے بعد جب تک اس کا بنیاد ڈالا ہوا سلسلہ چلے گا اس وقت تک برابر اس کے نامہ اعمال میں گناہ بڑھتا رہے گا۔

پھر اس مجلس میں باجا گاجا بھی بے دھڑک بجایا جاتا ہے یہ بھی گناہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو میرے پروردگار نے ان باجوں کو مٹانے کا حکم دیا ہے۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ جس کے مٹانے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اس کے رونق دینے والے کے گناہ کا کیا ٹھکانہ۔ (اصلاح الرسوم بہشتی زیور)

شادیوں میں بینڈ باجے بجانے کی رسم

کس قدر افسوس اور حسرت کا مقام ہے کہ حضور ﷺ تو فرمائیں کہ خدا نے مجھے ہدایت کے واسطے رسول بنایا اور حکم دیا کہ تمام دنیا سے راگ راجہ باجہ مٹا دوں۔ (رواہ ابوداؤد)

اور یہ بھی فرمایا کہ میری امت سے ایک قوم کے لوگ آخر زمانہ میں مسخ ہو کر سور بندر ہو جائیں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یہ لوگ مسلمان ہوں گے؟ یا کون؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں یہ سب مسلمان ہوں گے خدا کی وحدانیت اور میری رسالت کے شواہد ہوں گے اور روزہ بھی رکھتے ہوں گے مگر آلات لہو یعنی باجا وغیرہ بجائیں گے اور گانا سنیں گے اور شراب پئیں گے تو مسخ کر دیے جائیں گے۔ (امداد الفتاویٰ)

اگر لڑکی یا لڑکے والے ماننے کو تیار نہ ہوں

بعض لوگ کہتے ہیں کہ لڑکی والے نہیں مانتے بہت مجبور کرتے ہیں ان سے پوچھنا چاہیے کہ لڑکی والے اگر یہ زور ڈالے کہ (ساڑھی) پہن کر تم خود ناچو تو کیا لڑکی لینے کے واسطے تم خود ناچو گے؟ یا غصہ میں درہم برہم ہو کر مرنے مارنے کو تیار ہو جاؤ گے اور لڑکی نہ ملنے کی کچھ پرواہ نہ کریں گے۔

پس مسلمانوں کا فرض ہے کہ شریعت نے جس کو حرام کیا ہے اس سے اتنی ہی نفرت ہونی چاہیے جتنی اپنی طبیعت کے خلاف کاموں سے ہوتی ہے تو جیسے اس میں شادی ہونے کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی اس طرح خلاف شرع کاموں میں صاف جواب دینا چاہیے کہ چاہے شادی کرو یا نہ کرو ہم ہرگز ناچ نہ ہونے دیں گے اسی طرح ایسی شادی میں شریک نہیں ہونا چاہیے نہ دیکھنا چاہیے۔ (بہشتی زیور)

☆☆☆

باب:١٦

شادی کی رسموں کا بیان

فصل (۱) رسم ورواج کی تعریف

رسم صرف اس بات کو نہیں کہتے جو نکاح اور تقریبات میں کی جاتی ہیں۔ بلکہ ہر غیر لازم چیز کو لازم کر لینے کا نام رسم ہے خواہ تقریبات میں یا روز مرہ کے معمولات میں۔ (کمالات اشرفیہ اصلاح المسلمین)

رسم وغیر رسم کا معیار

جب نہ رسم کی نیت ہو اور نہ رسم والوں کے طریقہ پر کریں تو وہ رسم نہیں نہ حقیقتاً نہ صورتاً یہی معیار فرق ہے۔ (امداد الفتاویٰ)

رسموں کی دو قسمیں ہیں

رسمیں دو قسم کی ہیں ایک تو شرک و بدعت کی رسمیں مثلاً چٹائی پر بہو کا بٹھانا اس کی گود میں بچہ دینا کہ اس سے شگون (نیک فالی) لیتے ہیں کہ اولاد ہو تو ایسے ٹونے ٹوٹکے تو اکثر جگہ چھوٹ گئے۔

دوسری تفاخر اور ناموری کی رسمیں سو یہ دوسری قسم متروک نہیں ہوئی بلکہ مالداری کے سبب سے یہ نسبت پہلے سے کچھ بڑھ گئی ہیں پہلے زمانہ میں اتنا تفاخر اور ریا (دکھلاوا) نہ تھا کیونکہ کچھ سامان کم تھا کچھ طبیعتوں میں سادگی تھی اب تو کھانے میں الگ تفاخر وہ پہلی سی سادگی ہی نہیں رہی۔ پلاؤ بھی کباب بھی ہو فیرنی' بریانی ہو۔ (اصلاح النساء)

مجھ سے ایک شخص نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس زمانہ میں پہلی کی سی رسمیں بہت کم ہو گئیں میں نے کہا ہرگز نہیں بات یہ ہے رسمیں دو قسم کی ہیں ایک وہ جو شرک تک پہنچتی ہیں وہ البتہ چھوٹ گئی ایک وہ جن کی اصل تفاخر ہے یہ پہلے سے بھی بڑھ گئی البتہ پہلے شرک کی عجیب عجیب رسمیں تھیں۔

پہلے کی رسموں اور آج کل کی رسموں میں فرق

میں کہتا ہوں کہ (پہلے) رسمیں بالکل لغو تھیں مگر یہ ضرور تھا کہ بہت سے سمجھ دار کرنے والے بھی ان کو لغو سمجھتے تھے اگر چہ کرتے سب تھے اور آج کل کی جو رسمیں ہیں ان کو دانشمند لوگ بھی یہ نہیں سمجھتے کہ یہ گناہ ہے اور وہ رسمیں آج کل کی تفاخر اور تکلف کی ہیں پہلے لوگ موٹا چھوٹا پہن لیتے تھے۔ باسی تازہ کھا لیتے تھے اور آج کل کوئی ادنیٰ آدمی بھی غریبانہ معیشت کو پسند نہیں کرتا اپنے ہاتھ سے کام کرنے کو عیب سمجھتے ہیں بول چال میں اٹھنے بیٹھنے میں سب میں تکبر اور تکلف بھرا ہوا ہے گویا ہر وقت کسی نہ کسی رسم کے پابند ہیں۔

اور تکلف میں گناہ کے علاوہ ایک دنیوی خرابی یہ بھی ہے کہ کوئی شخص بناوٹ کرنے والے کی بات پر اعتماد نہیں کرتا اس خوف سے کہ شاید یہ بات بھی بناوٹی ہو اسی واسطے پہلے لوگوں کی بات بڑی پکی ہوتی تھی آج کل کے لوگوں کی بات ایسی نہیں پائی جاتی۔

غرض شرک کی رسمیں تو چھوٹ گئیں کیونکہ علم کا شیوع ہو گیا پہلے مولوی کم ہوتے تھے اور تفاخر کی رسمیں بڑھ گئیں کیونکہ تعلیم جدید کی ترقی ہے تو آج کل کی رسموں میں شریک نہ سہی تفاخر ضرور ہے یہ بھی منع ہونے کے لیے کیا کچھ کم ہے۔ (منازع الہوی)

رسوم ورواج بھی گناہ میں داخل ہیں

بہت سے گناہ ایسے کہ جن کی طرف آج کل خیال بھی نہیں جاتا۔ بلکہ چھوڑنے سے جی برا ہوتا ہے۔ اور یوں تو گناہ سب ہی برے ہیں لیکن ایسے گناہ زیادہ خطرناک ہیں جو عموماً عادت اور رواج میں داخل ہو گئے ہیں کیونکہ طبیعتیں ان سے مانوس ہو گئی ہیں حتی کہ ان کی برائی ذہن سے دور ہو گئی ہے ان کے چھوٹنے کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ آدمی چھوڑتا ہے اس چیز کو جس کی برائی خیال میں ہو۔ اور جس چیز کی برائی ذہن سے نکل جاتی ہے پھر اس کو کیوں چھوڑنے لگا۔

یہ وہ حالت ہے جس کو موت قلب کہتے ہیں اس کے بعد توبہ کی بھی کیا امید ہے کیونکہ توبہ کی حقیقت ہے ندامت یعنی پشیمانی اور پشیمانی اس کام سے ہوا کرتی ہے جس کی برائی ذہن میں ہو اور جب گناہ دل میں ایسا رچ گیا کہ اس پر فخر کرتے ہیں تو پھر پشیمانی کہاں۔ (منازعۃ الہوی)

ان (رسوم) نے ایسا رواج پایا ہے جیسے سالن میں ہلدی' مصالحہ' نمک' مرچ ان کے بغیر سالن بنتا ہی نہیں حتی کہ جو لوگ مرچ زیادہ کھاتے ہیں ان سے کوئی ماہر طبیب بھی کہے کہ مرچ

میں یہ نقصان ہے تو کبھی ان کا دل قبول نہ کرے گا اور یہی جواب دیں گے کہ میاں طب کو رہنے دو تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے ساری عمر کھاتے ہوگئی کوئی بھی نقصان نہیں ہوا اور بے مرچ کے لطف ہی کیا۔

اسی طرح مسلمان غیر قوموں کی صحبت سے رسموں کے ایسے خوگر ہو گئے ہیں کہ بغیر ان کے کسی تقریب (شادی) میں لطف ہی نہیں آتا چاہے گھر ویران ہی ہو جائے لیکن نہ قضا ہوں اصل یہ ہے کہ اعتقاد میں ان کا معصیت اور گناہ ہونا ہی نہیں رہا حتی کہ اگر کوئی رسم رہ جاتی ہے تو مرتے مرتے وصیت کر جاتے ہیں۔

کیسا حس باطل ہوا ہے جب کسی کو پاخانہ میں خوشبو آنے لگے تو کیا تعجب ہے کہ مہمانوں کے سامنے بجائے کھانے کے غلیظ (پاخانہ) کو رکھ دے مگر یاد رکھیے کہ مہمانوں کا حس باطل نہیں ہوا آپ کے بے حس ہو جانے سے معصیت طاعت نہیں بن جائے گی خدا تعالیٰ کے یہاں دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہوگا یہ حالت بہت اندیشہ کی چیز ہے کہ معصیت کا برا ہونا بھی ذہن سے اٹھ جائے۔ (منازعۃ الہوی)

آج کل کی رسموں کے ممنوع اور ناجائز ہونے کے شرعی دلائل

پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ گناہ کیا چیز ہے گناہ کی حقیقت خدا کے احکام کو بجا نہ لانا۔ آپ نے جو فہرست گناہوں کی بنائی ہے اس میں بہت سی کوتاہیاں ہیں۔ شریعت کی دی ہوئی فہرست میں اور بھی گناہ ہیں آپ کی نظر چونکہ اپنی فہرست پر ہے اس واسطے رسموں کو گناہ نہیں سمجھتے میں نے بتا دیا کہ شریعت کی فہرست میں ایک گناہ تفاخر بھی ہے جس عمل میں پایا جائے گا اسی کو فاسد کر دیتا ہے۔

(خوب) سمجھ لیجئے کہ شریعت نے جو گناہوں کی فہرست دی ہے اس میں اور بھی گناہ ہیں جو آپ کی رسوم کا جز ہیں یعنی اس میں تکبر اور تفاخر وغیرہ بھی داخل ہیں۔

حق تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾

''بے شک اللہ تعالیٰ ایسوں کو پسند نہیں کرتے جو اپنے کو بڑا سمجھتے ہوں شیخی کی باتیں کرتے ہوں۔''

اور فرماتے ہیں: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ﴾

''بے شک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنَ الْكِبْرِ۔

''جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔''

اور دوسری حدیث میں ہے: مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ (الخ)

''جو شخص شہرت کے واسطے کوئی کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو شہرت دے گا (اور قیامت کے دن اس کو رسوا کرے گا)۔''

اور ایک حدیث میں ہے:

من لبس ثوب شهرة البسه الله ثوب الذل يوم القيامة

''جو شخص دکھاوے اور شہرت کی غرض سے کوئی کپڑا پہنے گا خدا تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائے گا۔''

ان آیات اور احادیث سے عجب اور تکبر اور تصنع اور دکھلاوے کی برائی ثابت ہے اب دیکھ لیجئے کہ رسوم کی بناء ان ہی پر ہے یا نہیں۔

ہمارے پاس دلیل موجود ہے جس کی بنا پر ہم ان رسوم کو برا کہتے ہیں وہ دلیل یہ ہے کہ تکبر اور تفاخر اور دکھلاوے کو شریعت نے معصیت قرار دیا ہے۔ جس فعل میں یہ معصیت موجود ہوگی وہ بھی معصیت ہوگا۔

اب آپ دیکھ لیجئے کہ آپ کی رسموں کا یہ جزو اعظم ہے یا نہیں اور یہ جزو ایسا ہے کہ تمام ان اجزاء کو جن کو آپ نے مباح کہا تھا سب کو اباحت سے نکال دیتا ہے۔

دیکھئے کپڑا پہننا جائز ہے مگر جب تفاخر شامل ہو جائے تو جائز نہیں کھانا کھلانا جائز ہے مگر تفاخر کے ساتھ جائز نہیں۔ کسی کو لینا دینا رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا سب سے اچھا ہے مگر تفاخر کے ساتھ جائز نہیں۔ یہ تفاخر حلال چیزوں کو ایسا گندہ کرتا ہے جیسے نجاست کنویں کو جس کو آپ نے بہت سہل سمجھ رکھا ہے اور اس کا نام ہی اپنی فہرست سے اڑا دیا ہے حالانکہ غور سے دیکھا جائے تو رسموں کی بنا اور اصل بھی تفاخر ہے حتی کہ بیٹی کو جو چیز جہیز میں دی جاتی ہے اس کی اصل بھی یہی ہے بیٹی لخت جگر کہلاتی ہے ساری عمر تو اس کے ساتھ یہ برتاؤ کر رکھا کہ چھپا چھپا

کر اس کو کھلاتے تھے دوسرے کو دکھانا پسند نہ تھا شاید نظر لگ جائے نکاح کا نام آتے ہی ایسا کایا پلٹ ہوا کہ ایک ایک چیز مجمع کو دکھائی جاتی ہے برتن اور جوڑے اور صندوق حتی کہ آئینہ کنگھی تک شمار کر کے دکھائے جاتے ہیں اگر آپ غور کریں گے تو اس کی وجہ صرف تفاخر پائیں گے۔ برادری کو دکھانا ہے کہ ہم نے اتنا دیا یہ منظور نہیں ہوتا کہ ہماری بیٹی کے پاس سامان زیادہ ہو جائے اسی واسطے تمام جہیز ایسا تجویز کیا جاتا ہے کہ ظاہری بناوٹ میں بہت اجلا ہو اور قیمت کے اعتبار سے یہی کوشش کی جاتی ہے کہ سب چیزیں ہلکی رہیں بامار خریدے جاتے ہیں تو کہتے ہیں شادی کا سامان خریدنا ہے لینے دینے کا سامان دکھاؤ۔ (منازعۃ الھوی)

بیاہ شادی کی رسموں کے ناجائز ہونے کی قوی دلیل

﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ﴾ (المائدة)

''شیطان کی جوئے اور شراب سے یہ غرض ہے کہ آپس میں دشمنی ڈال دے اور ذکر اللہ اور نماز سے روک دے۔''

حق تعالیٰ نے اس آیت میں جوئے اور شراب کے دو نقصان بتلائے ہیں ایک یہ کہ شیطان ان کے ذریعہ سے تمہارے آپس میں نفاق ڈال دے دوسرے یہ کہ خدا تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روک دے اس سے صاف ظاہر ہے کہ عداوت اور بغض نماز اور ذکر اللہ سے غافل کرنے کے لیے یہ دونوں چیزیں آتی ہیں۔ اور آلہ اور علت ایک ہی چیز ہے اسی واسطے اس کی شرح میں جناب رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ كُلُّ مَا اَلْهَاكَ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ فَهُوَ مَيْسَرٌ یعنی جو چیز تجھ کو ذکر اللہ سے غافل کر دے وہ سب جوا ہے حدیث میں جو اس کو جوا کہا گیا ہے وہ علت کے اشتراک کی بنا پر اس کی تصریح ہوگئی کہ نھی عن الخمر والمیسر کی علت الھاء عن ذکر اللہ (یعنی اللہ کے ذکر اور نماز سے غفلت کرنا) پایا جائے گا وہ سب حکماً خمر اور میسر (یعنی شراب اور جوا کے حکم میں ہوگا)

اب اسی سے اپنی رسموں کا حکم نکال لیجئے۔ حدیث کے الفاظ صاف کہتے ہیں کہ (جو چیز نماز اور ذکر سے غافل کر دے) ان کا حکم بھی جوئے اور شراب کا سا ہے کیونکہ نماز سے غافل ہونے کا سبب ہو گئیں۔

اگر اور دلیلوں سے قطع نظر بھی کر لیا جائے تو یہ دلیل میں نے ایسی پیش کی ہے کہ اس کے سامنے کسی اور دلیل کی حاجت نہیں اور اس کا جواب آپ کچھ بھی نہیں دے سکتے۔ جب چاہے مشاہدہ کر لیجئے کہ جہاں یہ رسمیں ہوتی ہیں وہاں نماز کی (پابندی) نہیں ہوتی۔ تو رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق (یہ رسمیں) میسر یعنی جوئے کے حکم میں ہوئیں۔ اور میسر کو قرآن شریف میں رجس (ناپاک گندی شے) اور شیطان کا عمل فرمایا گیا ہے تو میں نہیں کہتا بلکہ قرآن ان (رسوم) کو عمل شیطان کہتا ہے۔

پس اور دلیلوں کو جانے دیجئے یہی کیا کم خرابی ہے کہ اس کا نام عمل شیطان ہوا۔ حکم شرعی تو یہی ہے کہ جس کے لیے ایسی دلیل بتلائی گئی ہے کہ موٹی سے موٹی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے۔ (منازعۃ الہوی)

قائلین جواز کے دلائل پر تبصرہ

آج کل کی بعض رسمیں خوب صورت مباحات ہیں ان میں چالاکی کی گئی ہے اور ان کو کھینچ تان کر جائز کیا گیا ہے۔

جب علماء سے دریافت کیا تو اس طرح کہ آپس میں ملنا جائز ہے یا نہیں؟ اور کسی رشتہ دار کے ساتھ سلوک کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ان سوالوں کا جواب مجیب (مفتی) کیا دے سکتا ہے؟ سوائے اس کے کہ جائز ہے پس آپ نے یہ جواب لے کر گناہوں کی فہرست میں ان افعال کو علیحدہ کر لیا اور ان افعال کو جائز رکھا اور سمجھ لیا کہ جس مرکب کا ہر جزء مباح ہے تو مرکب ناجائز کیسے ہوگا یہ دلیل ہے آج کے رسوم کی جو اکثر پڑھے لکھے لوگوں کو یاد ہے لیکن سمجھ لیجئے کہ شریعت میں اور بھی گناہ ہیں جو آپ کی رسوم کا جز ہیں۔) یعنی تکبر، تفاخر (نام نمود، شہرت، دکھلاوا)

اب دیکھ لیجئے کہ رسوم کی بنا ان ہی پر ہے (یا نہیں؟) پس اس مرکب کا ہر جز جائز کہاں ہوا پس آپ کی دلیل تو نہ چلی اور ہمارے پاس دلیل ہے جس کی بنا پر ہم ان رسوم کو برا کہتے ہیں۔ (جس کا بیان ماقبل میں گزر چکا)

پس جز معصیت کو ذکر نہ کرنا اور صرف مباحات کا نام لے کر استفتاء کرنا چالاکی نہیں تو اور کیا ہے۔

خدارا ان چالاکیوں کے مفاسد میں نہ پڑیئے مفاسد تو اپنا اثر ضرور لائیں گے گو کیسی ہی

تاویل کر کے کہے کہ شکر بھی سفید ہوتی ہے اور یہ بھی سفید ہے تو ہم اس کو شکر کیوں نہ کہیں کیا اس تاویل سے سنکھیا اپنا اثر چھوڑ دے گا؟

ایسے ہی کھانے اور پینے اور لباس اور اٹھنے بیٹھنے میں جب شرعی مفاسد موجود ہوں تو کیا ان مفاسد کا ازالہ آپ کے اس سمجھانے سے ہو جائے گا کہ لباس بھی جائز ہے۔ اٹھنا بیٹھنا بھی جائز ہے لینا دینا بھی جائز ہے تو ان سب کا مجموعہ کیسے ناجائز ہوگا؟ اگر تحقیق مقصود ہے تو سوال میں اس ناجائز جز کو بھی ظاہر کر کے جس عالم سے چاہے پوچھ لیجئے کہ لباس بطور تفاخر کے پہننا کیسے ہے؟ جواب یہ ہی ملے گا کہ ناجائز ہے۔ اور اسی طرح اگر یہ پوچھا جائے کہ تفاخر کے لیے رسمیں کرنا کیسا ہے تو دیکھئے کیا جواب ملے گا۔ (منازعۃ الہوی)

شرعی دلیل

آپ کا خیال تھا کہ کھانا کھلانا جائز ہے۔ اور مفتی فتویٰ دیتے ہیں کہ جائز ہے مگر شریعت کی فہرست میں تو دیکھو اس میں حدیث کا یہ مضمون بھی گناہوں میں لکھا ہوا ہے۔ حدیث میں ہے:

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ طَعَامِ الْمُتَبَارِئِيْنَ۔ (مشکوۃ شریف)

"یعنی رسول اللہ ﷺ نے ان دو شخصوں کے کھانا کھانے سے منع فرمایا جو آپس کی بخشا بخشی کے کھانا کھلاتے ہیں۔"

دیکھئے یہ کھانا کھلانا جائز ہے کہ آپ کا یہ کہنا صحیح نہ رہا کہ کھانا کھانے میں کیا حرج ہے۔

اسی پر تمام کاموں کو قیاس کر لیجئے جن کے مجموعہ کا نام رسم ہے آپ نے رسموں کے جواز میں یہ دلیل پیش کی تھی کہ کھانا کھلانا' دینا' لینا آنا جانا علیحدہ علیحدہ سب افعال مباح ہیں ان کے جمع ہونے سے ممانعت کیسے لازم آ گئی۔

میں کہتا ہوں دیکھ لیجئے کپڑا پہننے کو آپ جائز سمجھتے ہیں مگر اس کیلئے شریعت میں ایک قید ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ الخ میں یعنی جو شخص کوئی کپڑا دکھاوے کی غرض سے پہنے گا اس کو خدا تعالیٰ قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائیں گے۔ (اسی طرح) کھانا کھلانے کو آپ جائز کہتے ہیں اس میں بھی ایک قید ہے اب ان رسموں میں دیکھ لیجئے کہ وہ افعال مع ان قیدوں کے موجود ہیں یا بلا قیدوں کے اس میں آج کل عقل مند بھی دھوکہ کھاتے ہیں۔ (منازعۃ الہوی)

فصل:۲

رسوم میں عقلی خرابیاں اور دنیوی نقصانات

رسوم میں عقلی خرابیاں دیکھئے کہ جس مال کو محنت و جانفشانی سے حاصل کیا گیا ہو اس کو ائن بے دردی سے خرچ کر دیا جائے کہ مالک کے قرض تک ادا نہ ہوں اور اس کے بچے محتاج ہو کر رہ جائیں ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ جن کے باپ خوش حال تھے اور بہت کچھ ترکہ (میراث کا مال) چھوڑا تھا مگر انہوں نے برادری کی خوشی اور نمود (دکھلاوے) کے لیے سب (رسوم) میں لگا دیا۔ تھوڑی دیر کے لیے خوب واہ واہ ہوئی اپنے آپ محتاج ہو گئے پھر پھونک کر تماشا دیکھا یہ کون سی عقل کی بات ہے کہ ایک ایک لقمہ برادری کو کھلا کر خود فقیر ہو گئے دین سے قطع نظر عقل سے بھی کام لیا جائے تو اس کا عکس (الٹا) ہونا چاہیے۔ یعنی برادری سب مل کر پیسہ پیسہ دیں تا کہ ایک شخص کے پاس کافی رقم جمع ہو جائے اور برادری کو معلوم بھی نہ ہو مگر جب کہ ہم کو دین یا عقل سے کام کرنا بھی ہو تو ہمارا امام تو ہوائے نفسانی اور خواہش نفسانی ہے۔ اس کے سامنے ہمیں کچھ نہیں سوجھتا کہ کیا کر رہے ہیں اور اس کا انجام کیا ہو گا نفس اور شیطان آپ کا دشمن ہے کبھی آپ کے فائدے کی بات نہ بتلائے گا۔ ہمیشہ وہ باتیں بتلائے گا جو دین کے خلاف اور عقل سے بھی خارج ہوں...... ہماری طینت (طبیعت) میں ایسی جہالت داخل ہو گئی ہے کہ اچھے برے میں تمیز ہی نہیں رہی اپنا نفع نقصان بھی نظر نہیں آتا بس خواہش کو امام بنا لیا ہے۔ (منازعۃ الہوی)

ان رسوم کی بدولت لوگ مقروض اور کنگال ہو گئے

شادی بیاہ سب کو پیش آتے ہیں غریب آدمی کو بھی خبط سوجھتا ہے کہ اگر ذرا بھی گھٹیا کام کروں گا تو ساری عمر کو برادری منہ کالا کرے گی۔ اس واسطے سود پر قرض لینا گوارا کرتا ہے برادری کے دباؤ سے غریب آدمی بھی عاقبت برباد کرتا ہے اور غریب ہی کی کیا تخصیص ہے غریب کے اخراجات غریب ہی کے سے ہوتے ہیں اور امیر کے اخراجات امیر کے سے ہوتے ہیں۔

امیر لوگ بھی ان رسوم کے بدولت قرض سے نہیں بچتے۔ امیروں کی تو منگنی بھی معمولی شادیوں سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے اان کو ان کی حیثیت کے موافق برادری زیر بار کرتی ہے اور دین کے برباد کرنے کے ساتھ دنیا میں بھی ان کو ذلیل کر کے چھوڑتی ہے۔ اچھی اچھی ریاستیں

دیکھی گئی ہیں کہ ایک شادی کی بدولت غارت ہوگئیں۔ (منازعۃ الہوی)

ابھی لوگوں کی آنکھیں نہیں کھلیں جب سارا گھر نیلام ہو جائے اس وقت شریعت کے موافق شادی کرنے کی سوجھے گی۔

صاحبو! شادیوں میں بہت اختصار کرنا چاہیے تاکہ بعد میں افسوس نہ ہو کہ ہائے ہم نے یہ کیا کیا۔ اگر کسی کے پاس بہت ہی زیادہ رقم ہو تو اس کو اس طرح برباد کرنا مناسب نہیں بلکہ دنیا دار کو کچھ رقم جمع بھی کرنا چاہیے اس سے دل مطمئن رہتا ہے اور طاعات میں یکسوئی نصیب ہوتی ہے۔ (الکمال فی الدین للنساء)

بیاہ شادی میں اسراف اور خرچ کی زیادتی

شادی بیاہ میں لوگ آنکھیں بند کر لیتے ہیں اس سے کچھ بحث نہیں ہوتی کہ اس موقع پر خرچ کرنا بھی چاہیے یا نہیں۔ خوب سمجھ لو خرچ کرنے کی بھی حدود ہیں جیسے نماز، روزہ کی حدود ہیں۔ اگر کوئی شخص نماز بجائے چار رکعت کے چھ رکعت پڑھنے لگے یا کوئی عشاء تک روزہ رکھنے لگے تو گنہگار ہوگا۔

رؤسا (مالدار) لوگ شادی وغیرہ میں بڑی بے احتیاطیاں کرتے ہیں مسلمانوں کے حال پر بڑا افسوس ہوتا ہے کہ وہ آگے پیچھے کا کچھ خیال نہیں کرتے بری طرح فضول خرچی کرتے ہیں یہاں تک کہ تباہ ہو جاتے ہیں۔ بعض کی لنگوٹی بندھ جاتی ہے۔ یہ نوبت مسلمانوں کی اس وجہ سے ہوئی کہ اسلام کے آہنی قلعہ کا پھاٹک کھول دیا ورنہ اسلامی اصول پر چلنے سے کبھی ذلت نہیں ہو سکتی۔ حقوق مالیہ کی حفاظت نہایت ضروری ہے۔ (التبلیغ)

شادی میں زیادہ خرچ کرنا حماقت ہے

ایک رئیس صاحب تھے انہوں نے شادی کی اور بے انتہاء خرچ کیا۔ مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے یہاں آئے اور کہا کہ ماشا اللہ آپ نے بہت ہی خرچ کیا آپ کی بلند حوصلگی میں کچھ شبہ نہیں مگر آپ نے بہت خرچ کر کے ایسی چیز خریدی ہے کہ اگر ضرورت کے وقت اس کو فروخت کر دیں تو اسے کوئی کھوٹی کوڑی (ایک پیسہ) کی بھی نہ لے وہ کیا ہے ''نام'' اور (شہرت) ان رسموں نے مسلمانوں کو تباہ کر ڈالا ہے۔ اس لیے میں نے منگنی کا نام قیامت صغریٰ اور شادی کا نام قیامت کبریٰ رکھا ہے ان شادیوں کی بدولت گھروں کو گھن لگ جاتا ہے حتیٰ

کہ رفتہ رفتہ سارے گھر کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ (عضل الجاہلیۃ)

اسراف کی قباحت بخل کے مقابلہ میں اسراف زیادہ برا ہے

اگر آدمی فضول خرچی سے بچے تو بڑی برکت ہوتی ہے۔ فضول خرچی بڑی مضر چیز ہے۔ اس کی بدولت مسلمانوں کی جڑ ہی کھوکھلی ہوگئی ہے بخل کے مقابلہ میں اسراف زیادہ برا ہے۔ جس چیز کا انجام پریشانی ہو وہ زیادہ بُری ہے اس سے جس سے پریشانی نہ ہو۔ بخل میں پریشانی نہیں ہوتی اور اسراف میں پریشانی ہوتی ہے۔

مسرف (فضول خرچی کرنے والے) سے اندیشہ ہے کہ کہیں دین نہ کھو بیٹھے ایسے واقعات بکثرت موجود ہیں کہ اسراف کا نتیجہ کفر ہو گیا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ مسرف کو اپنی حاجتوں کے پورا کرنے میں اضطرار ہوتا ہے اور مال ہوتا نہیں اس لیے دین فروشی بھی کر لیتا ہے۔ اور بخیل کو یہ اضطرار نہیں ہوتا کہ اس کے ہاتھ میں ہر وقت پیسہ ہے گو وہ خرچ نہ کرے۔ (الافاضات)

اسی لیے میں کہا کرتا ہوں کہ آج کل پیسہ کی قدر کرنی چاہیے اس کے نہ ہونے کی وجہ سے بھی انسان بہت سی آفات میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ دین فروشی بھی اس آفت کی ایک فرد ہے۔

کس نکاح میں برکت نہیں ہوتی

فرمایا حدیث ہے اَعْظَمُ النِّکَاحِ بَرَکَةً اَیْسَرُهٗ مُؤْنَةً ''زیادہ برکت والا نکاح وہ ہوتا ہے جو خرچ کے اعتبار سے آسان ہو۔'' اس سے صاف ظاہر ہے کہ جتنا زیادہ نکاح میں خرچ کیا جائے برکت کم ہوگی۔ (ملفوظات اشرفیہ)

شادی میں زیادہ خرچ کرنے کے صحیح اور مفید طریقے

(ا) ایک شخص نے مجھ سے بطور اشکال کے کہا کہ خوشی میں ہم ایک کافی رقم خرچ کرنا چاہتے ہیں اور جب خدا نے مال دیا ہے تو کیوں نہ خرچ کریں۔ سو ان طریقوں کو تو آپ منع کرتے ہیں آخر کوئی طریقہ خرچ کا بھی تو بتلائیے میں نے کہا اگر آپ کو خرچ کرنا ہی مقصود ہے تو اس کا طریقہ عمل کے موافق یہ ہے کہ غریبوں کی ایک فہرست بنائیے اور جتنی رقم آپ کو خرچ کرنی ہو ان کو بانٹ دیجئے۔ (غریب گھرانہ کی لڑکیوں کی شادی میں وہ رقم صرف کر دیجئے) دیکھئے کتنی شہرت بھی ہو جائے گی گو اس کی نیت نہ چاہیے اور (اس صورت میں غریبوں کو) نفع بھی کس قدر پہنچے۔ (التبلیغ)

(۲) (اور اگر اپنے ہی گھرانہ داماد بیٹا) پر خرچ کرنا ہو تو اس کا بہتر طریقہ وہ ہے جو ایک مالدار نے اختیار کیا تھا وہ یہ کہ) ایک مالدار نے اپنی لڑکی کا نکاح کیا (اور بجائے دھوم دھام سے شادی کرنے کے) ایک لاکھ روپیہ کی جائیداد بیٹی کے نام کر دی اور کہا کہ میری نیت اس شادی پر ایک لاکھ روپیہ خرچ کرنے کی تھی۔ اور یہ رقم اسکے واسطے پہلے سے تجویز کر لی تھی خیال تھا کہ خوب دھوم دھام سے شادی کروں گا مگر پھر میں نے سوچا کہ اس دھوم دھام سے میری بیٹی (اور داماد) کو کیا نفع ہوگا بس لوگ کھا پی کر چل دیں گے میرا روپیہ برباد ہوگا۔ اور بیٹی کو کچھ نہ حاصل ہوگا۔ اس لیے میں نے ایسی صورت اختیار کی جس سے بیٹی اور (داماد) کو نفع پہنچے اور جائیداد سے بہتر اس کے لیے نفع کی کوئی چیز نہیں اس سے وہ اور اس کی اولاد پشتہا پشت تک بے فکری سے عیش کرتے رہیں گے اور اب کوئی مجھے بخیل اور کنجوس بھی نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ میں نے دھوم دھام نہیں کی تو رقم اپنے گھر میں بھی نہیں رکھی۔ یہ ہوتا ہے عقلاء کا طرز۔ (الحقوق الھیت)

فصل:۳

شادی میں شہرت اور دھوم دھام

موجودہ رسمیں اور طریقے ایسے لغو ہیں کہ جن سے کسی کا فائدہ اور نہ شہرت کا فائدہ نہ ہونے کا ثبوت تو دیکھ لیجئے کہ ریاستیں ایک ایک تقریب میں غارت ہو گئیں۔

اور شہرت کی حالت یہ ہے کہ آج کسی نے (ستر) ہزار روپیہ تقریب میں لگایا کل کو دوسرے نے ذرا سی بات اور ایجاد کر لی تو کہتے ہیں کہ ارے فلاں نے کیا کیا تھا۔ اور شہرت ہے کیا چیز' شہرت خود ایک مذموم چیز ہے۔ (دواء العیوب التبلیغ)

جتنی دھوم دھام سے شادی کرو گے اتنی ہی بدنامی ہوگی

میں تو کہتا ہوں جتنی نام کی کوشش کرتے ہیں اتنی ہی بدنامی ہوتی ہے۔ ایک مہاجن نے بڑی دھوم دھام سے شادی کی۔ بہت خرچ کیا براتیوں میں سے ہر شخص کو ایک ایک اشرفی بھی دی جب برات واپس ہوئی تو آپ کو یہ خیال ہوا کہ ہر گاڑی میں میرا ہی تذکرہ اور تعریف ہو رہی ہوگی اس کو کسی بہانہ سے سننا چاہیے۔ چنانچہ وہ ایک مقام پر خفیہ طور پر کھڑے ہو گئے برات وہاں سے گزری مگر کسی گاڑی میں اپنا تذکرہ نہ پایا آخر ایک گاڑی میں انہوں نے دیکھا کہ دو

شخص میرا تذکرہ کر رہے ہیں انہوں نے بڑے شوق سے کان لگائے ایک نے کہا کہ دیکھو کیسے نام کا کام کیا ایک ایک اشرفی سب کو دی یہ کام کسی نے نہیں کیا۔ دوسرے نے کہا کہ سسرے نے ایک ایک دی اگر دو دو دیتا تو مر جاتا۔ غرض یہ کہ نام کے لیے مال برباد کرتے ہیں۔ مگر وہ بھی میسر نہیں۔ (التبلیغ)

جن کے واسطے تم مال لٹاتے ہو وہ تمہارے بدخواہ ہیں

اور جن کے واسطے خرچ کرتے ہو۔ جس وقت مصیبت آتی ہے ان میں کوئی پاس کھڑا نہیں ہوتا۔ بلکہ تباہی ہونے پر یوں کہہ دیتے ہیں کہ مال برباد کرنے کو کس نے کہا تھا اپنے ہاتھوں برباد ہوئے ہم نے دیکھا ہے کہ جو لوگ آسودگی (خوشحالی) میں کہتے تھے کہ جہاں تمہارا پسینہ گرے وہاں ہم خون گرانے کو تیار ہیں۔ لیکن جس وقت تباہی آتی ہے ان میں سے ایک بھی پاس کھڑا نہیں ہوتا۔ سب آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور بدل جاتے ہیں (التبلیغ)

دھوم دھام سے شادی کرنے کا زبردست نقصان

اس دھام کو دیکھ کر دوسرے مال داروں کے دل میں حسد پیدا ہوتا ہے کہ یہ تو ہم سے بھی بڑھنے لگا اب وہ اس کی کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح انتظام میں کوئی عیب نکالیں اگر کچھ بھی انتظام میں کمی رہ گئی تو پھر کیا ٹھکانا ہے ہر طرف اس کا چرچا سن لیجئے کوئی کہتا ہے کہ میاں صاحب کیا ہمیں تو حقہ بھی نصیب نہ ہوا اور دوسرا کہتا ہے میاں بھوکے مر گئے۔ رات کو دو بجے کھانا نصیب ہوا۔ جب انتظام نہیں ہوسکتا تھا تو اتنے آدمیوں کو بلایا ہی کیوں تھا غرض اس کم بخت کا تو روپیہ برباد ہوا اور ان کی ناک بھی سیدھی نہ ہوئی۔ بعض دفعہ حسد میں کوئی یہ حرکت کرتا ہے کہ پکتی دیگ میں ایسی چیز ڈال دیتا ہے جس سے کھانا خراب ہو جائے پھر اس کا ہر محفل میں چرچا ہوتا اور اچھی طرح ناک کٹتی ہے اور اگر سارا انتظام عمدگی سے بھی ہو گیا تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی برا نہ کہے تو بھلا بھی نہیں کہتا۔ (دین و دنیا)

دھوم دھام والی شادی میں نماز سے لاپرواہی

جہاں شادی دھوم دھام سے اور رواج کے مطابق ہوتی ہے وہاں عورتوں اور مردوں کو اور صاحب خانہ کو اور نوکروں کو نماز کا مطلق (بالکل) ہوش نہیں ہوتا۔ رات بھر جاگنے اور کھانہ دانہ

میں اور مہمان داری اور لینے دینے میں کٹ جاتی ہے۔ مگر نماز کی فرصت کسی کو نہیں ہوتی۔ یہ حد شرعی سے خروج (آگے بڑھنا) ہے یا نہیں؟ نماز جس کا چھوڑنا کسی ضرورت سے بھی جائز نہیں ہے۔ بے ضرورت چھوڑ دی جاتی ہے۔

بعض عورتوں کو یہ ہی عذر ہوتا ہے کہ گھر میں اتنا مجمع ہو گیا ہے کہ نماز کے لیے جگہ ہی نہیں۔ اتنی عورتیں کہاں نماز پڑھیں۔

کیوں بیبیو! سارے کاموں کے لیے جگہ ہے اور نماز کے لیے جگہ نہیں؟ کیا جس وقت سونے کا وقت آئے گا اس وقت ان کو لیٹنے کے لیے بھی جگہ نہ ملے گی لیٹنے کے لیے تو ضرور جگہ ملے گی اگر کسی بی بی کو ذرا سی بھی تکلیف ہوگئی تو ساری برادری کی ناک کٹ جائے گی۔ اگر بیبیاں سونے کے برابر بھی نماز کو ضروری سمجھتیں تو نماز کی جگہ نہ ملنے پر بھی برادری میں ناک کٹ ہی جاتی۔ مگر نماز پڑھنا ہی نہیں یہ سب حیلے بہانے ہیں۔

اور کچھ بھی ہو فرض کر لیجئے کہ جگہ بالکل نہیں تو حق تعالیٰ کب اس کے ذمہ دار ہیں۔ کیا حق تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ ایسے مجمع میں جاؤ۔ جہاں نماز بھی نہ پڑھ سکو جب وقت آئے تو لاکھ تدبیر کرو اور نماز ادا کرو مجمع میں پڑھو یا مجمع میں خاک ڈالو۔ گھر جا کر نماز ادا کرو۔ جس صورت سے بھی ہو نماز چھوڑ کر گناہ سے نہیں بچ سکتیں اگر مجمع نماز پڑھنے کو مانع ہوتا ہے تو شریعت اس مجمع کو بھی جائز نہیں رکھتی۔ اگر ایک نماز بھی تقریبات میں چھوٹ گئی تو ان کے قبیح ہونے کے لیے کافی ہے مگر ہم کو ان کے حسن و قبیح (اچھائی و برائی) کی خبر ہی نہیں۔ (منازعۃ الھویٰ)

فصل: ۴

شادی کے لیے قرض

عورتیں جب شادی بیاہ کے خرچ مردوں کو بتلاتی ہیں اور خاوند پوچھتا ہے کہ اتنا خرچ کہاں سے کروں۔ مجھ میں تو اتنی گنجائش نہیں ہے تو وہ کہتی ہے قرضہ لے لو۔ شادی کا قرضہ رہا نہیں کرتا سب ادا ہو جاتا ہے۔ خدا جانے یہ انہوں نے کہاں سے سمجھ رکھا ہے کہ شادی اور تعمیر کا قرضہ ادا ہی ہو جاتا ہے چاہے وہ سودی ہی قرض ہو اور چاہے خرچ بے تکا ہی ہو۔

صاحب! ہم نے تو ان قرضوں میں جائیدادیں نیلام ہوتے دیکھی ہیں اور جب یہ نوبت

پہنچ گئی تو اب لوگ خود بھی ان کی برائی کچھ سمجھ گئے ہیں مگر پھر بھی پوری عقل نہیں آئی۔ ابھی بہت کچھ رسوم باقی ہیں۔

شرک و بدعت کی رسمیں تو کم ہوگئیں لیکن تفاخر کی رسمیں بڑھ گئی ہیں برتنوں اور فرش و فروش میں قسم قسم کے تکلف پیدا ہو گئے ہیں پہلے یہ حالت تھی کہ اس قسم کی بڑھیا چیزیں کسی ایک دو شخص کے یہاں ہوتی تھیں۔ شادی بیاہ میں سب لوگ ان سے مانگ کر کام نکال لیا کرتے تھے۔ (دین و دنیا)

شادی کے لیے قرض دینے کا حکم

فرمایا کہ (ایسی) شادی بیاہ میں قرض دینا جس سے رسومات ادا کیے جائیں یا اسراف کیا جائے ممنوع ہے کیونکہ گو اس مقروض (قرض دینے والے) کی نیت اتلاف مال (مال کو برباد کرنے) کی نہ ہو مگر تکلف کا وقوع تو ہوا۔ یعنی مال برباد تو ہوا جس کا سبب اس شخص کا فعل ہے (جس نے قرض دیا ہے) اور امر منکر کا مباشر بننا اس طرح منکر (گناہ) ہے اسی طرح سبب بننا بھی (گناہ) ہے:

دلیله قوله تعالی:

ولا تَسُبُّو الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لایۃ (کمالات اشرفیہ)

☆☆☆

باب: ۱۷

فصل (۱) عورتیں اور رسوم کی پابندی

عورتوں کی حالت بہت زیادہ خراب ہے۔ یہ اپنے ذہن کی ایسی پکی ہوتی ہیں کہ دین تو کیا دنیا کی بھی بربادی کا ان کو خیال نہیں رہتا۔ رسموں کے سامنے اور اپنی ضد کے سامنے چاہے کچھ بھی نقصان ہو جائے کچھ پرواہ نہیں کرتیں۔ بعض عورتیں ایسی دیکھی جاتی ہیں کہ ان کے پاس مال تھا کسی تقریب یا شادی میں لگا کر کوڑی کوڑی کی محتاج ہو گئیں اور ہر وقت مصیبت اٹھاتی ہیں مگر لطف (اور تعجب) یہ ہے کہ اب تک بھی ان رسموں کی برائی ان کو محسوس نہیں ہوئی۔ یوں کہتی ہیں کہ ہم نے فلانے کے ساتھ بھلائی کی۔ ان کی شادی ایسی دھوم دھام سے کر دی۔ ہماری یہ سب رقم خدا کے یہاں جمع ہے۔ جیسی جمع ہے آنکھ بند ہی معلوم ہو جائے گا۔ جب دنیا کی تکلیفیں جو کہ ان کے سامنے ہیں ان پر اثر نہیں کرتیں حالانکہ وہ بالکل محسوس ہیں تو آخرت کی تکلیفوں کو وہ کب خیال میں لاتی ہیں جو ابھی مخفی ہیں۔ (۲ منازعۃ الہوی)

ایک مرض ان عورتوں میں ہے جو مفسدہ میں سب سے بڑھ کر ہے وہ یہ کہ عورتیں رسوم کی سخت پابند ہیں۔ خاوند کے مال کو بڑی بے دردی سے اڑاتی ہیں۔ خاص کر شادی بیاہ کی رسموں میں اور شیخی کے کاموں میں بعض جگہ صرف عورتیں خرچ کی مالک ہوتی ہیں۔ پھر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مرد رشوت لیتا ہے۔ یا مقروض ہوتا ہے تو زیادہ تر جو مرد حرام آمدنی میں مشغول ہیں اسکا بڑا حصہ عورتوں کی فضول خرچی ہے۔ مثلاً کسی گھر میں شادی ہوئی تو یہ فرمائش ہوتی ہے کہ قیمتی جوڑا بنانا چاہیے اب وہ سو دو سو روپے میں (اور آج کل ہزار دو ہزار میں) تیار ہوتا ہے مرد.......... کہ خیر سو دو سو ہی میں پاپ کٹا مگر بیوی نے کہا کہ یہ تو شاہانہ جوڑا ہے۔ چوتھی کا الگ ہونا چاہیے وہ بھی (اسی ہزار) کے قریب لاگت میں تیار ہوا۔ پھر فرمائش ہوتی ہے کہ جہیز میں دینے کو بیس پچیس جوڑے اور ہونے چاہئیں غرض کپڑے ہی کپڑے میں سینکڑوں (ہزاروں) روپے لگ جاتے ہیں۔

جب برادری میں خبر مشہور ہوتی ہے کہ فلاں گھر میں تقریب ہے تو ہر بی بی کو نئے قیمتی جوڑے کی فکر ہوتی ہے کبھی خاوند سے فرمائش ہوتی ہے کبھی خود۔ بزاز (کپڑے بیچنے والے) کو

دروازہ پر بلا کر اس سے ادھار لیا جاتا ہے یا سودی قرض لے کر اس سے خریدا جاتا ہے۔ شوہر کو اگر وسعت نہیں ہوتی تب بھی اس کا عذر قبول نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے یہ جوڑا محض ریا اور تفاخر کے لیے بنتا ہے۔ اس غرض سے مال خرچ کرنا اسراف ہے۔ خاوند پر اس کی وسعت سے زیادہ بلا ضرورت فرمائش کرنا اس کو ایذا پہنچانا ہے اگر خاوند کی نیت ان فرمائشوں سے بگڑ گئی اور حرام آمدنی پر اس کی نظر پہنچی کسی کا حق تلف کیا یا رشوت لی اور فرمائشیں پوری کیں اب سب گناہوں کا باعث یہ بی بی بنی۔ اس رسموں کے پورا کرنے میں اکثر مقروض بھی ہوتے ہیں گو باغ ہی فروخت یا گروی ہو جائے اور گو سود دینا پڑے اس میں التزام، لایلزم اور نمائش، شہرت اسراف وغیرہ سب خرابیاں موجود ہیں اس لیے یہ بھی ممنوعات میں داخل ہیں۔ (اصلاح الرسوم)

رسوم ورواج کی جڑ بنیاد عورتیں ہیں

جتنے سامان بیاہ شادی کے ہیں سب کی بنا تفاخر اور نمود (شہرت) پر ہے اور یہ تفاخر گو مرد بھی کرتے ہیں مگر اصل جڑ اس میں عورتیں ہی ہیں یہ اس فن کی امام ہیں اور ایسی مشاق اور تجربہ کار ہیں کہ نہایت آسانی سے تعلیم دے سکتی ہیں۔ جو آدمی جس فن کا ماہر ہوتا ہے اس کو اس فن کے کلیات خوب معلوم ہوتے ہیں۔ یہ ایک کلیہ (قاعدہ) میں سب کچھ سکھا دیتی ہیں۔ جب ان سے پوچھا جائے کہ بیاہ شادی میں کیا کیا کرنا چاہیے تو ایک ذرا سا کلمہ چٹکلہ سا سمجھا دیتی ہیں کہ زیادہ نہیں اپنی شان کے موافق تو کرلو۔ یہ کلیہ نہیں بلکہ کلیہا ہے۔ اور کلیہا بھی ایسی ہے کہ ہاتھی بھی اس میں سما جائے۔ یہ تو اتنا سا جملہ کہہ کر الگ ہو گئیں کرنے والوں نے جب اس کی شرح پوچھی تو وہ اتنی طویل ہوئی کہ ہزاروں جزئیات اس میں سے نکل آئیں جن سے دنیا کی بھی بربادی ہوئی اور آخرت کا بھی کوئی گناہ نہیں بچا۔ انہوں نے تو صرف ایک لفظ یہ کہہ دیا تھا کہ بی بی شان کے موافق کرلو جس کو مردوں نے شرح کرا کرا اتنا بڑھا لیا کہ ریاستیں کی ریاستیں غارت ہو گئیں ہزاروں گناہ کبیرہ سرزد ہو گئے۔ (التبلیغ)

عورتوں کے جمع ہونے کے مفاسد اور خرابیاں

مستورات (عورتوں) کے جمع ہونے میں بہت سی خرابیاں اور گناہ ہیں جو عقل مند دیندار کو مشاہدہ اور غور کرنے سے بے تکلف معلوم ہو سکتے ہیں اس لیے میری رائے یہ ہے کہ ام المفاسد (تمام برائیوں کی جڑ) یہ عورتوں کا جمع ہونا ہے۔ اس کا انسداد (بندوبست) سب سے زیادہ

ضروری ہے۔(اشرف المعمولات) میں رائے دیتا ہوں کہ عورتوں کو آپس میں ملنے نہ دیا کرو۔ خربوزہ سے دوسرا خربوزہ رنگ بدلتا ہے۔

میری رائے بلا شک وشبہ قطعی طور سے یہ ہے کہ ان عورتوں کو ایک جگہ جمع ہی نہ ہونے دیں اور اگر کسی ایسی ضرورت کے لیے جمع ہوں جس کو شارع نے بھی ضرورت قرار دیا ہو تو مضائقہ نہیں۔ مگر اس میں بھی خاوندوں کو چاہیے کہ عوتوں کو اس پر مجبور کریں کہ کپڑے بدل کر مت جاؤ۔ جس طرح اور جس حالت میں باورچی خانہ میں بیٹھی ہو چلی جاؤ۔(اصلاح الرسوم)

تقریبات میں عورتیں چند موقعوں پر جمع ہوتی ہیں اس اجتماع میں جو خرابیاں ہیں ان کا شمار نہیں ہوتا مثال کے طور پر بعض کا بیان ہوتا ہے۔(اصلاح الرسوم)

بیاہ شادیوں میں عورتوں کے مفاسد کی تفصیل

(۱) شیخی عورتوں کی گویا سرشت میں داخل ہے۔ اٹھنے بیٹھنے میں بولنے میں چلنے میں کہیں جائیں گی۔ تو بے دھڑک اتر کر گھر میں داخل ہوں گی یہ احتمال ہی نہیں کہ شاید گھر میں کوئی نامحرم پہلے سے ہو۔ اور بارہا ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ ایسے موقع پر نامحرم کا سامنا ہو جاتا ہے مگر عورتوں کو تمیز ہی نہیں کہ پہلے گھر میں تحقیق کر لیا کریں۔

(۲) اب گھر میں پہنچیں حاضرین کو سلام کیا۔ بعضوں نے زبان کو تکلیف ہی نہیں دی فقط ماتھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ بس سلام ہو گیا۔ جس کی ممانعت حدیث آئی ہے۔ بعضوں نے لفظ سلام کہا تو صرف لفظ سلام یہ بھی سنت کے خلاف ہے۔ السلام علیکم کہنا چاہیے۔ اب جواب ملاحظہ فرمایئے جیتی رہو۔ ٹھنڈی رہو' سہاگن رہو' بھائی جیئے' بچہ جیئے' غرض کنبہ بھر کی فہرست شمار کرنا آسان اور وعلیکم السلام کہنا مشکل جو سب کو جامع ہے۔

(۳) وہاں پہنچ کر ایسی جگہ بیٹھیں گی کہ سب کی نظر ان پر پڑے ہاتھ کان ضرور دکھلائیں گی۔ ہاتھ کسی چیز میں گھرا ہوا ہو تب بھی کسی بہانہ سے نکالیں گی اور کان کو ڈھکے ہوئے ہوں مگر گرمی کے بہانہ سے یا کسی ضرورت کے بہانہ سے کھول کر ضرور دکھلائیں گی کہ ہمارے پاس اتنا زیور ہے۔ اگر کسی کی نظر نہ بھی پڑے تو کھجلی اٹھا کر کان تو دکھا ہی دیں گی۔ جس سے اندازہ کیا جائے کہ جب اتنا زیور ان کے کانوں میں ہے تو گھر میں نا معلوم کتنا ہوگا۔

(۴) اب مجلس جمی تو شغل اعظم یہ ہوا کہ گپیں شروع ہوئیں۔ بیٹھتے ہی سوائے غیبت کے کوئی اور

دوسرا مشغلہ ہی نہیں جو سخت ممنوع اور قطعی حرام ہے ان عورتوں کو شیخی کے دو موقعے ملتے ہیں ایک خوشی کا ایک غمی کا انہیں دو موقعوں میں اجتماع ہوتا ہے۔

(۵) باتوں کے درمیان ہر بی بی اس کی کوشش میں ہے کہ میری پوشاک اور زیور پر سب کی نظر پڑ جانا چاہیے ہاتھ سے پاؤں سے زبان سے غرض تمام بدن سے اس کا اظہار ہوتا ہے جو صریح ریا ہے اور جس کا حرام ہونا سب کو معلوم ہے۔

(۶) اور جس طرح ہر بی بی (دوسروں کو اپنا زیور) دکھاتی ہے اسی طرح دوسروں کی مجموعی حالت دیکھنے کی بھی کوشش کرتی ہے چنانچہ اگر کسی کو اپنے سے کم پایا تو اس کو حقیر اور ذلیل سمجھا اور اپنے کو بڑا یہ صریح تکبر اور گناہ ہے اور اگر دوسری کو اپنے سے بڑھا ہوا پایا تو حسد اور ناشکری اور حرص اختیار کی یہ تینوں گناہ ہیں۔

(۷) اکثر اس طوفان اور بے ہودہ مشغولی میں نمازیں اڑ جاتی ہیں ورنہ وقت تو ضرور تنگ ہو جاتا ہے۔

(۸) اگر تقریب والے گھر کے مرد بے احتیاطی اور جلدی میں بالکل دروازہ میں گھر کے روبرو کھڑے ہو جاتے ہیں (بلکہ گھر کے اندر گھس جاتے ہیں) اور بہتوں پر نگاہ پڑتی ہے ان کو دیکھ کر کسی نے منہ پھیر لیا کوئی آڑ میں آ گئی۔ کسی نے سر نیچا کر لیا بس پردہ ہو گیا۔

(۹) فراغت کے بعد جب گھر جانے کو ہوتی ہیں تو یاجوج ماجوج کی طرح وہ تموج ہوتا ہے کہ ایک پر دوسری اور دوسری پر تیسری غرض دروازہ پر سب لپٹ جاتی ہیں کہ پہلے میں سوار ہوں۔

(۱۰) پھر کسی کی کوئی چیز گم ہو گئی تو بلا دلیل کسی کو تہمت لگانا اس پر تشدد کرنا اکثر شادیوں میں پیش آتا ہے۔ (اصلاح الرسوم)

لباس، زیور، میک اپ (زینت) کا مفسدہ

(۱) غضب یہ کہ ایک شادی کے لیے ایک جوڑا بنا وہ دوسری شادی کے لئے کافی نہیں۔ اس کے لیے پھر دوسرا جوڑا چاہیے۔ یہ تو پوشاک کی تیاری تھی اب زیور کی فکر ہوئی۔ اگر اپنے پاس نہیں ہوتا تو مانگ مانگ کر پہنا جاتا ہے اور اس کی عاریت (مانگا ہوا) ہونے کو پوشیدہ رکھا جاتا ہے۔ اس کو اپنی ہی ملکیت ظاہر کیا جاتا ہے۔ یہ ایک قسم کا جھوٹ ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص بہ تکلف اپنی آسودگی (خوشحالی) ظاہر کرے ایسی چیز سے

جو اس کی نہیں ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی نے دو کپڑے جھوٹ اور فریب کے پہن لیے یعنی سر سے پاؤں تک جھوٹ ہی جھوٹ لپیٹ لیا۔

پھر اکثر ایسا زیور پہنا جاتا ہے جس کی جھنکار دور تک جائے تا کہ محفل میں جاتے ہی سب کی نگاہیں انہیں کے نظارہ میں مشغول ہو جائیں۔ بجتا زیور پہننا خود ممنوع ہے۔ حدیث میں ہے کہ ہر باجے کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے۔

(۲) بعض عورتیں ایسی بے احتیاط ہوتی ہیں کہ ڈولی (سواری) سے پلہ لٹک رہا ہے یا کسی طرف سے پردہ کھل رہا ہے یا عطر پھلیل اس قدر ملا ہے کہ راستہ میں خوشبو مہکتی جاتی ہے۔ یہ نامحرموں کے روبرو زینت ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ جو عورت گھر سے عطر لگا کر نکلے یعنی اس طرح کہ دوسروں کو بھی خوشبو پہنچے تو وہ ایسی ویسی ہے (یعنی بدکار زانیہ ہے)۔ (اصلاح الرسوم)

عورتوں کی زبردست غلطی

یہ عجیب بات ہے کہ گھر میں تو بھنگنوں اور ماماؤں کی طرح رہیں اور ڈولی (رکشہ) آتے ہی بن سنور کر بیگم صاحب بن جائیں کوئی ان سے پوچھے کہ اچھے کپڑے پہننے کی غرض کیا صرف غیروں کو دکھانا ہے؟ تعجب ہے کہ جس واسطے یہ کپڑے بنے اور جس کے دام لگے اس کے سامنے کبھی نہ پہنا جائے اور غیروں کے سامنے پہنا جائے حیرت ہے کہ خاوند سے کبھی سیدھے منہ بات نہ بولیں۔ کبھی اچھا کپڑا اس کے سامنے نہ پہنیں اور دوسروں کے گھروں میں جائیں تو شیریں زبان بن جائیں اور کپڑے بھی ایک سے ایک بڑھے چڑھے پہن کر جائیں کام آئیں غیروں کے اور دام لگیں خاوند کے یہ کیا انصاف ہے۔ اس تصنع کی یہاں تک نوبت پہنچی۔ (التبلیغ دواء العیوب)

ارشاد نبوی ﷺ اور ضروری مسئلہ

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص کوئی کپڑا دکھاوے کی غرض سے پہنے گا اس کو خدا تعالیٰ قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائیں گے کیا عورتوں کے ان معمولی افعال کو دیکھ کر کوئی کہہ سکتا ہے کہ رسوم میں ان کی نیت درست ہے۔ عورتوں کو اس طرف التفات بھی نہیں ہوتا کہ نیت درست اور نادرست (صحیح غلط) کیسے ہوتی ہے۔

اور یہاں کوئی بھی شبہہ نہ کرے کہ جب کوئی کپڑا بناتا ہے تو دو چار کپڑوں میں سے اچھا

ہی چھانٹ کر لیتا ہے تو یہ سب ترفع یا دکھلاوا ہوا؟ اس کا گر یاد رکھو کہ اپنا جی خوش کرنے کو کپڑا پہنا جائے تو مباح ہے اور دوسرے کی نظر میں بڑا ہونے کے لیے پہنا جائے تو ناجائز ہے۔ (حقوق الزوجین)

عورتوں کو شادیوں میں جانے سے باز رکھنے کا طریقہ

ایک ترکیب میں نے مردوں کو سکھلائی ہے گو عورتیں اس سے بہت خفا ہوتی ہیں۔ مگر وہ شیخی کا علاج ہے۔ وہ ترکیب یہ ہے کہ عورتوں سے یہ تو مت کہو کہ جمع نہ ہو (یعنی شادیوں میں شرکت نہ کرو) یہ تو ہونا مشکل ہے اور اس میں وہ بہت معذور بھی ہیں کیونکہ اَلْجِنْسُ یَمِیْلُ اِلَی الْجِنْسِ جنس کا میلان اپنی جنس ہی کی طرف ہوتا ہے۔ عورتوں کا دوسری بیبیوں سے ملنے کو بھی تو جی چاہتا ہی ہے مگر یہ کرو کہ کہیں جاتے وقت کپڑے نہ بدلنے دیا کرو اس کیلئے مردانہ حکومت سے کام لو۔ اور جب کہیں جائیں تو سر پر کھڑے ہو کر مجبور کرو کہ کپڑے نہ بدلنے پائیں۔

شادیوں میں عورتوں کو منع کرنے کا سہل طریقہ یہی ہے کہ جانے کو منع نہ کریں مگر اس پر مجبور کریں کہ کپڑے زیور وغیرہ کچھ نہ پہنیں جس حیثیت سے اپنے گھر میں رہتی ہیں اسی طرح چلی جائیں خود جانا بند ہو جائے گا۔ (اشرف المعمولات)

اگر عورتیں شادی میں شرکت اور رسم ورواج سے باز نہ آئیں

ایک شخص مولانا محمد قاسم صاحب کی خدمت میں تقریبات میں رسوم کی ممانعت پر کہنے لگا کہ بیوی نہیں مانتی۔ فرمایا کہ انہیں جا کر سمجھاؤ۔ مان جائے گی اس نے کہا بہت سمجھا چکا کسی طرح نہیں مانتی مولانا کو غصہ آ گیا اور فرمایا کہ اگر وہ کسی مرد کی بغل میں سونے کی اجازت مانگے تو کیا اس کی بھی اجازت دے دو گے؟ بس وہ صاحب چپ ہی رہ گئے۔

عورتوں کے لیے شادی میں شرکت کا فی نفسہ حکم شادیوں میں عورتوں کے لیے شرکت کی گنجائش ہے یا نہیں؟

ولائم (دعوت ولیمہ شادی) اور نامحرموں میں جانے سے منع کرنے کی علت احتمال فتنہ ہے۔ اور فتنہ عام ہے ہر امر غیر مشروع (ناجائز کام کو) جس کی تفصیل میرے نزدیک وہی ہے جس کو اصلاح الرسوم میں بندہ نے لکھا ہے۔ (جس کا ذکر ماقبل میں گزر چکا)

باقی جس کے نزدیک نہی کا مدار جو فتنہ ہو وہ ہے۔ اور علت کے ارتفاع (ختم ہو جانے) سے معلول (ممانعت) بھی مرتفع (ختم) ہو جائے گی۔ یعنی اگر احتمال فتنہ نہ ہو تو جانے کی گنجائش ہے۔

اور جہاں جانے کی اجازت ہے وہ مشروط ہے عدم تزئین (بناؤ سنگھار نہ کرنے) کے ساتھ اور اس کا مدار بھی وہی احتمال فتنہ ہے عورتوں میں جب بے پردگی ہوتی ہے تب فتنہ ہوتا ہے۔ (الاشرف رمضان)

عورتیں بھی سن لیں اگر کپڑے بالکل ہی میلے ہوں تو خیر بدل لو وہ بھی سادے ورنہ ہرگز نہ بدلو۔ سیدھے سادھے کپڑوں میں مل آیا کرو ملنے سے جو غرض ہے وہ اس صورت میں بھی حاصل ہوگی اور اخلاق کی درستگی بھی ہوگی۔

اور اگر یہ خیال ہو کہ اس میں ہماری حقارت ہوگی تو ایک تو جواب اس کا یہ ہے کہ نفس کی حقارت تو ہونی ہی چاہیے۔

دوسرا جواب تسلی بخش یہ ہے کہ جب ایک بستی کی بستی میں اس کا رواج ہو جائے گا سیدھی سادھی طرح سے مل لیا کریں گی تو انگشت نمائی اور تحقیر بھی نہ رہے گی۔ اور اگر غریب مزدور کی بیوی بن کر جاتی بھی ہے مگر جن عورتوں کو اس کے گھر کی حالت معلوم ہے وہ تو یہی کہیں گی کہ نگوڑی مانگے کا کپڑا اور زیور پہن کر آئی ہے۔ اس پر اتراتی ہے۔ (التبلیغ)

کوئی صاحب یہ شبہ نہ کریں کہ میں اچھے لباس کو منع کرتا ہوں میں خود اچھے لباس کو منع نہیں کرتا بلکہ اس مفسدہ سے بچاتا ہوں جو اس کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ وہ ریا اور عجب ہے جو ان سے بچ سکے۔ وہ پہنے (حقوق الزوجین)

کپڑے کے اچھے ہونے کے دو مرتبے ہیں ایک یہ کہ برا نہ ہو جس سے اپنا دل خوش ہو اور دوسروں کے سامنے ذلیل نہ ہونا پڑے۔ اس کا کچھ حرج نہیں۔

اور ایک یہ کہ دوسروں سے بڑھا چڑھا ہو کہ اس کی طرف نظریں اٹھیں یعنی دوسرے کی نظر میں بڑا ہونے کے لیے پہنا جائے یہ ابرا اور ناجائز ہے۔ (حقوق الزوجین)

رسوم کی پابندی میں بوڑھی عورتوں کی کوتاہی

بعض عورتوں نے مجھ سے مرید ہونا چاہا تو میں نے ان سے شرط لگا دی کہ رسمیں چھوڑنا پڑیں

گی۔ کہنے لگی کہ میرے کچھ ہے ہی نہیں۔ نہ بال نہ بچہ میں کیا رسمیں کروں گی۔ میں نے کہا کرو گی تو نہیں لیکن صلاح (مشورہ تو ضرور) دو گی۔

یہ پرانی بوڑھیاں (رسموں کے معاملہ میں گویا) شیطان کی خالہ ہوتی ہیں۔ خود اگر نہ کریں تو دوسروں کو بتلاتی ہیں۔ چنانچہ دیکھتا ہوں کہ جن عورتوں کے اولاد نہیں ہوتی وہ خود تو کچھ نہیں کرتیں لیکن دوسروں کو تعلیم دیتی ہیں۔ کوئی پوچھے تو اس کو کیا شامت سوار ہوئی ہے۔ اس کو تو یہ مناسب تھا کہ تسبیح لے کر مصلے پر بیٹھ جاتی۔ کچھ فکر تو ہے نہیں اللہ تعالیٰ نے سب فکروں سے خالی رکھا تھا۔ (کاش) وقت کی قدر جانتیں مگر یہ ہرگز نہ ہوگا بس یہ مشغلہ ہوگا کہ کسی کی غیبت کر رہی ہیں کسی کو رائے دے رہی ہیں گویا یہ بڑی بنتی ہیں۔ بات بات میں دخل دیتی ہیں۔

یاد رکھو زیادہ بولنے سے کچھ عزت حاصل نہیں ہوتی۔ عزت اسی عورت کی ہوتی ہے جو خاموش رہے اگر خاموش ہو کر ایک جگہ بیٹھ کر اللہ کا نام لے (تسبیح پڑھے) تو اس کی بڑی قدر اور وقعت ہوتی ہے۔ مگر باتیں کرنے کی جن کو عادت ہو جاتی ہے یہ کیسے چھوٹ سکتی ہے؟ خواہ ذلت خواری ہو کوئی ان کی بات بھی کان لگا کر نہ سنے لیکن ان کو اپنی ہانکنے سے کام۔ عورتیں اس کو سن کر کہا کرتی ہیں کہ بیٹھ تو جائیں لیکن کوئی چین تو لینے دے میں کہتا ہوں کہ تم اپنے منہ کو جب لگام لگا کر بیٹھو گی یعنی بالکل خاموش رہو گی تو کیا کسی کا سر پھرا ہے (کوئی پاگل ہے) جو تم سے مزاحمت (مقابلہ) کرے۔ زیادہ فساد اور گناہ بولنے ہی سے ہوتے ہیں۔

واقعی زیادہ گناہ ہم لوگوں کے اس زبان ہی کی بدولت ہوتے ہیں۔ اس مضمون کو مرد اور عورتیں سب یاد رکھیں۔ لیکن آج کل مشکل یہ ہے کہ آنسو بہالیں گے آہیں بھر لیں گے اور سن کر کہیں گے کہ بس جی ہمارا کیا ٹھکانہ ہے۔

صاحبو! ان باتوں سے کام نہیں چلتا کام تو کرنے ہی سے ہوتا ہے۔ پس کام کرو اور باتیں نہ بھگارو۔ (دنیا و آخرت)

فصل ۲

عورتوں کے رسوم میں اصل قصور مردوں کا ہے

جس کی وجہ یہ ہے کہ جن کاموں سے عورتوں کو منع کرتے ہیں ان کاموں میں مردوں کو بھی

حظ (مزہ) آتا ہے۔ان کا منع کرنا برائے نام ہوتا ہے حتی کہ عورتیں جب رسمیں کرتی ہیں اور مرد ان کو منع کرتے ہیں تو وہ جواب دیتی ہیں کہ مجھے کیا مل جائے گا تمہارا ہی نام کروں گی۔ بس اس وقت مرد خاموش ہو جاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ نام کرنے کی خواہش ان کو خود بھی ہے۔ جب ان ہی کے افعال میں کوتاہی ہے تو ان کے محکوموں کے افعال میں کیوں نہ ہوگی۔

آپ یہ نہ کہیں کہ عورتیں راہ پر آتی ہی نہیں (بات مانتی ہی نہیں) کیونکہ خدا تعالیٰ نے آپ کو حاکم اوران کو محکوم بنایا ہے۔

الرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ. مرد عورتوں پر حاکم ہیں حاکم کا محکوم پر بڑا قبضہ ہوتا ہے۔ یہ صرف حیلہ ہے کہ وہ مانتی نہیں اس کو ہم سچ سمجھیں کہ وہ کھانے میں نمک تیز کر دیں اور آپ دو چار مرتبہ کہنے کے بعد چپکے بیٹھ کر کھالیا کریں مگر دنیا کے کاموں میں یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ سستا تو دین ہے کہ اس کو جس طرح چاہیں رکھیں بات درحقیقت یہ ہے کہ عورتوں کو ایک دو بار نصیحت کر کے خاموش ہو جانے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا منع کرنا برائے نام ہوتا ہے (ورنہ) ان کاموں میں مردوں کو بھی حظ (لطف) آتا ہے۔(منازعۃ الھوی)

مردوں نے عورتوں کو امام بنا رکھا ہے

مردوں نے ان کاموں میں امام بھی عورتوں ہی کو بنا رکھا ہے خود کچھ بھی نہیں کرتے۔ تقریبات (بیاہ شادی) کے تمام کام عورتوں سے پوچھ پوچھ کر کرتے ہیں۔

کانپور میں ایک بارات آئی تو لڑکی والے سے احباب نے پوچھا کہ بارات کہاں ٹھہرائیں اس نے کہا اس میں تمہیں کیا دخل ہے منی کی اماں سے پوچھ لو۔ اتنی سی بات کے لیے چنی منی کی اماں سے پوچھنے کی ضرورت تھی۔

غرض مردوں نے ایسی اپنی مہار (نکیل) عورتوں کے ہاتھ میں دے دی ہے کہ اتنی اتنی سی بات میں بھی ان کے خلاف نہیں چل سکتے۔ حالانکہ ان کو شریعت سے پوچھ کر کام کرنا چاہیے تھا۔ بت کدہ سے نکل کر مسجد میں آنا چاہیے تھا۔ مگر یہ تو پیرانی صاحب سے پوچھ رہے ہیں کہ مدرسے سے کعبہ کی طرف جاؤں یا میکدہ کی طرف کبھی کسی مرد نے کسی مولوی سے جا کر نہ پوچھا کہ شادی میں فلاں فلاں کام کریں یا نہ کریں یہ استفتاء عورتوں ہی سے ہوتے ہیں۔ پھر جیسی وہ مفتی ہیں ویسے ہی فتوے بھی ہوتے ہیں مردوں کو بے وقوف بناتی ہیں۔ اور خود تقریبات میں ایسی منہمک

ہوتی ہیں کہ کچھ بھی ہوش نہیں رہتا۔ (التبلیغ دواء العیوب)

رسوم سے منع کرنے والے دو قسم کے لوگ

تعجب ہے کہ اکثر مرد بھی عورتوں کے رسوم میں ان کے تابع ہو جاتے ہیں اور بعض مرد جو اس میں مخالفت کرتے ہیں وہ دو قسم کے ہیں۔ ایک تو اہل دین جو دین کی حیثیت سے ان کی مخالفت کرتے ہیں دوسرے انگریزی تعلیم یافتہ جو دینی حیثیت سے ان کی مخالفت نہیں کرتے ہاں عقل کے خلاف سمجھتے ہیں۔ سو پہلے لوگ قابل قدر ہیں۔ باقی دوسروں کی ایسی مخالفت ایسی ہے کہ فَرَّمِنَ الْمَطَرِ وَقَفَ تَحْتَ الْمِيْزَابِ۔ یعنی بارش سے بھاگ کر پرنالہ کے نیچے کھڑے ہو گئے۔

وجہ یہ ہے کہ عورتیں تو رسوم میں دو تین بار ہی عمر بھر میں خرچ کرتی ہوں گی اس پر ان کو ملامت کی جاتی ہے کہ بہت فضول خرچی کرتی ہو؟ اور خود رات دن اس سے بڑھ کر فضول خرچی میں مبتلا ہیں۔ کہیں فوٹوگراف آ رہا ہے کہیں ہارمونیم ہے کہیں ولایتی فضول چیزوں سے کمرہ سجایا جا رہا ہے۔ چھ چھ جوڑے جوتے رکھتے ہیں۔ فیشن کے کپڑے قیمتی قیمتی سلوائے جا رہے ہیں۔ بعض لوگوں کے کپڑے لندن سلنے اور دھلنے جاتے ہیں۔ یہ لوگ رات دن اسی قصہ میں مشغول ہیں خود کی تو یہ حالت ہے اور عورتوں کو فضول خرچ بتاتے ہیں۔

یہ حضرات جو عورتوں کو رسوم سے روکتے ہیں تو صرف اس لیے کہ دو طرف خرچ نہ ہوں۔ یہ روکنا قابل قدر نہیں ہاں دین کی وجہ سے روکنا البتہ مطلوب ہے جس میں روکنے والا اپنے نفس کو بھی شریک رکھتا ہے۔ یعنی وہ بھی اس کا عامل (اس کے مطابق عمل کرنے والا) ہے۔ (العاقلات الغافلات)

مردوں سے شکایت

عورتوں کی کیا شکایت میں مردوں کو بھی کہتا ہوں کہ شاذ و نادر ایسا ہوتا ہوگا کہ ایک بات کو کسی کا جی چاہے پھر وہ اتنا سوچ لے کہ یہ کام اللہ و رسول ﷺ کے حکم کے موافق ہے یا نہیں بس جو جس کے جی میں آتا ہے وہ کر گزرتا ہے۔

کبھی کسی مرد نے کسی مولوی سے جا کر نہ پوچھا کہ شادی میں فلاں فلاں کام کریں یا نہ کریں۔

اور اس کام (رسم وغیرہ) میں دنیا کی بھی کوئی مصلحت ہو تو اس صورت میں یہ خیال آنا تو درکنار کہ یہ کام اللہ و رسول ﷺ کے خلاف ہے یا نہیں۔ اگر کوئی یاد بھی دلائے کہ یہ کام جائز نہیں تو کبھی نہ سنے۔ اور جو سنے بھی تو کھینچ تان کر اس کو جائز ہی کر کے چھوڑے۔ ویسے کرنا تو ایک ہی گناہ تھا اب یہ جہل مرکب ہو گیا اور اصرار علی المعصیت کا مرتبہ اور گناہ ہو گیا۔ (التبلیغ)

فصل ۳

رسوم و رواج کے ختم کرنے کے طریقے

(۱) ان رسوم کو ختم کرنے کے دو طریقے ہیں ایک تو یہ کہ سب برادری متفق ہو کر یہ سب بکھیڑے موقوف کر دے۔ دیکھا دیکھی اور لوگ بھی ایسا ہی کریں گے اسی طرح چند روز میں یہ طریقہ عام ہو جائے گا اور کرنے کا ثواب اس شخص کو ملے گا اور مرنے کے بعد بھی وہ ثواب لکھا جائے گا۔ (اصلاح الرسوم)

(۲) دیندار کو چاہیے کہ نہ خود ان رسموں کو کرے اور جس تقریب میں یہ رسمیں ہوں ہرگز وہاں شریک نہ ہو۔ صاف انکار کر دے۔ برادری کنبہ کی رضامندی اللہ تعالیٰ کے ناراضی کے روبرو کچھ کام نہ آئے گی۔

(۳) اس بات کا التزام کر لو کہ بلا پوچھے اور بلا سمجھے محض اپنے نفس کے کہنے سے کوئی کام نہ کرو تاکہ کمال ایمان میسر ہو۔ اسی کو جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ **لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى تَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ.** تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش ان احکام کے تابع نہ ہو جائے جن کو میں لایا ہوں۔

(بعض لوگ) کہتے ہیں کہ ہم تو دنیا دار ہیں ہم سے کہیں شریعت نبھ سکتی ہے۔ کیوں صاحبو! جس وقت جنت سامنے کی جائے گی اس وقت یہ کہہ دو گے کہ ہم تو دنیا دار ہیں ہم کیسے اس میں جائیں شریعت کو ایسی ہولناک چیز فرض کر لیا ہے کہ جو دنیا داروں کے بس نہیں۔ (حالانکہ) شریعت میں بہت وسعت ہے۔ (حقوق الزوجین)

سوم و رواج کو ختم کرنے کا شرعی طریقہ

رسوم و رواج میں عمل کی تبدیلی بھی ضروری ہے۔ (کیونکہ) سینہ سے حرج (اور لزوم) نکلتا

نہیں مگر عمل کو ایک مدت تک بدل دینے سے اسی لیے اخراج حرج (یعنی دل سے اس کی برائی ختم کرنے کے لیے) ایسا کرنے سے ضرور عند اللہ ماجور ہوگا۔ اس کی نظیر میں حدیث شریف موجود ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ بعض روغنی برتوں میں نبیذ بنانے سے منع فرما دیا تھا۔ پھر فرماتے ہیں کہ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ فَانْبُذُوْا فِيْهَا فَإِنَّ الظَّرْفَ لَا يَحِلُّ شَيْئًا وَلَا يُحَرِّمُ یعنی پہلے میں نے روغنی برتوں میں نبیذ بنانے سے منع کر دیا تھا اب اس میں نبیذ بنایا کرو اور علت ارشاد بیان فرماتے ہیں کہ برتن نہ کسی چیز کو حرام کرتا ہے اور نہ حلال کرتا ہے۔ پھر اس کے باوجود منع فرمایا دیا تھا وجہ صرف یہ تھی کہ لوگ شراب کے عادی ہیں تھوڑے سے نشہ کو محسوس نہ کر سکیں گے اور ان برتنوں میں پہلے شراب بنائی جاتی تھی' اس لیے خمر (شراب) سے پورا اجتناب نہ کر سکیں گے اور گنہگار ہوں گے پس پورے اجتناب (بچنے) کا طریقہ یہی ہے کہ ان برتنوں میں نبیذ بنانے سے مطلقاً روک دیا جائے جب طبیعتیں شراب سے بالکل متنفر ہو جائیں اور ذرا سے نشہ کو پہنچاننے لگیں تو پھر اجازت دے دی جائے۔

اسی طرح ان رسموں کی حالت ہے کہ ظاہری اباحت کو دیکھ کر لوگ اس کو اختیار کرتے ہیں اور ان منکرات کو نہیں پہچانتے جو ان کے ضمن میں پائے جاتے ہیں تو اسکے لیے اصلاح کا کوئی طریقہ نہیں ہوسکتا سوائے اس کے چند روز تک اصل عمل ہی کو ترک کر دیں اور یہ بات کہ اصل عمل باقی رہے اور منکرات عام طور سے دور ہو جائیں سو ہمارے امکان سے تو باہر ہے جب رسول اللہ ﷺ ہی نے یہ طریقہ اختیار فرمایا تھا تو ہم کیا ہے کہ اس کے سوا تدبیریں اختیار کرتے پھریں۔ جب ایک تدبیر عقلاً بھی مفید معلوم ہوتی ہے اور نقلاً بھی ثابت ہو چکی تو ضرورت ہی کیا ہے کہ اس سے عدول کیا جائے۔ (تطہیر رمضان)

سب رسموں کو یکبار منع کرنے کے متعلق حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

ایک شخص نے شادی کی رسموں کے متعلق مجھ سے کہا کہ ایک دم سے سب رسموں کو منع نہ کیا کرو۔ ایک ایک کر کے منع کرو۔ میں نے کہا کہ سلام ہے جب میں ایک کو منع کروں گا ایک کو منع نہ کروں گا تو مجھ سے بدگمان ہوں گے کہ رسوم ہونے میں تو دونوں برابر ہیں پھر ایک کو کیوں منع کیا اور ایک کو کیوں منع نہ کیا پھر بار بار منع کرنے سے قلب میں تنگی پیدا ہوگی کہ یہ تو روز آیہ بات

کو منع ہی کرتے رہتے ہیں۔ خدا جانے کہاں تک قید کریں گے اس لیے منع تو سب کو کروں گا مگر مجبور نہیں کرتا کہ سب کو ایک دم سے چھوڑ دو، تم چھوڑنے میں ایک ایک کر کے چھوڑ دو۔

بہر حال اگر کسی میں بہت سے عیوب ہوں تو بتا تو دے سب کو مگر پہلے ایک کو چھڑا دے پھر دوسرے کو چھڑا دے پھر تیسرے کو چھڑا دے۔ (تطہیر رمضان)

رسوم کی مخالفت کرنے والا ولی اور خدا کا مقبول بندہ

بعض لوگ طعن و تشنیع کے خوف سے رسوم پر عمل کر لیتے ہیں مگر جس شخص میں احکام کی تعمیل کا مادہ ہوگا وہ رسوم کو ترک کرنے میں کسی کی طعن و تشنیع کا کبھی خیال نہ کرے گا اور گو باہمت مسلمان سے یہ کچھ بعید نہیں لیکن آج کل مخالفت عامہ کی وجہ سے ایسا شخص قابل تعریف ہے ایسا شخص آج کل ولی اور خدا کا مقبول بندہ ہے۔ (العاقلات والغافلات)

رسوم کی پابندی کرنے والے لعنت کے مستحق ہیں

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا چھ شخصوں پر میں اور حق تعالیٰ اور فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک وہ شخص ہے جو رسم جاہلیت کو تازہ کرے۔

(ایک حدیث میں) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے زیادہ بغض اللہ تعالیٰ کو تین شخصوں کے ساتھ ہے ان میں سے ایک یہ بھی فرمایا جو شخص اسلام میں آ کر جاہلیت کا کام برتنا چاہے مضامین مذکورہ کی بہت سی احادیث موجود ہیں۔

اس بارہ میں تم لوگ شریعت کا مقابلہ کر رہے ہو خدا کے لیے ان کفار کی رسوم کو چھوڑ دو۔ (اصلاح الرسوم عضل الجاہلیۃ)

تمام مسلمانوں کی ذمہ داری

ہر مسلمان مرد عورت پر لازم ہے کہ ان سب بیہودہ رسموں کو مٹانے پر ہمت باندھے، اور دل و جان سے کوشش کرے کہ ایک رسم بھی باقی نہ رہے اور جس طرح حضرت محمد ﷺ کے مبارک زمانہ میں سادگی سے سیدھے سادھے طور پر کام ہوا کرتے تھے اس کے موافق اب پھر ہونے چاہیے جو مرد اور جو عورتیں یہ کوشش کریں گے انکو بڑا ثواب ملے گا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ سنت کا طریقہ مٹ جانے کے بعد جو کوئی (اس سنت کے

طریقہ) کو زندہ کر دیتا ہے اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔ (بہشتی زیور)

عورتوں سے درخواست عورتیں چاہیں تو سارے رسوم رواج ختم ہو جائیں

میں عورتوں سے درخواست کرتا ہوں کہ ان کو چاہیے کہ جالینوس مردوں کو (رسوم) سے روکیں ان کا روکنا بہت موثر ہے ایک تو اس وجہ سے کہ ان قصوں (رسوم رواج) کی اصل بانی وہی ہیں جب یہ خود رکیں گی اور مردوں کو روکیں گی تو کوئی بھی قصہ نہ ہوگا۔

اس کے علاوہ ان کا لب ولہجہ اور ان کا کلام بے حد موثر ہوتا ہے ان کا کہنا دل میں گھس جاتا ہے۔ اس لیے اگر یہ چاہیں تو بہت جلد روک سکتی ہیں۔ (التبلیغ دواء العیوب)

☆☆☆

باب:۱۸

مختلف رسمیں

مائیوں میں بٹھلانے اور ابٹن ملنے کی رسم

شادی سے پہلے ہی یہ مصیبتیں اس بیچاری پر آ جاتی ہیں کہ پہلے اس کو سخت قید میں رکھا جاتا ہے جس کو آپ کی اصطلاح میں مائیوں بیٹھنا کہتے ہیں۔ برادری اور کنبہ کی عورتیں جمع ہو کر لڑکی کو الگ مکان میں معتکف کر دیتی ہیں۔ یہ رسم بھی چند خرافات سے مرکب ہے۔

اول اس کو الگ بٹھلانے کو ضروری سمجھنا خواہ گرمی ہو یا جس کو گو حکیم جالینوس اور بقراط بھی کہیں کہ اس کو کوئی بیماری ہو جائے گی کچھ بھی ہو مگر یہ فرض قضا نہ ہو۔

ایک کوٹھڑی میں بند کر دی جاتی ہے جہاں اس کو ہوا تک نہیں پہنچتی سارے گھر سے بولنا بند ہو جاتا ہے۔ اپنی ضروریات میں دوسرے کی محتاج ہو جاتی ہے۔ اپنے آپ پاخانہ پیشاب کو نہیں جا سکتی۔ ان رسموں کی بدولت دنیا کی سزائیں بھگتیں۔

غضب یہ ہے کہ اس قرنطینہ میں نماز تک نہیں پڑھتیں کیونکہ اپنے منہ سے پانی نہیں مانگ سکتیں اور اوپر والیوں (بوڑھی عورتوں) کو اپنی ہی نماز کی پرواہ نہیں اس کی کیا خبر لیں۔ وہ نماز جو مرتے وقت بھی معاف نہیں مگر اس میں وہ قضا کی جاتی ہے۔

اور اگر اس کے بیمار ہونے کا احتمال ہو تو کسی مسلمان کو ضرر پہنچانے کا الگ گناہ ہوگا جس میں ساری برادری شریک ہے۔

حیا اور بے حیائی کا امتحان بھی عورتیں کرتی ہیں چنانچہ لڑکی کے گدگدی اٹھاتی ہیں اگر وہ ہنس پڑے تو بے حیا اور نہ ہنسے تو حیادار۔ کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ ان منکرات کے باوجود یہ رسمیں جائز ہو سکتی ہیں؟ حاشا وکلاء

دین سے قطع نظر یہ بات عقل کے بھی تو خلاف ہے کہ اس کو آدمی سے حیوان بلکہ جمادات (پتھر) بنا دیا جائے اس کا کھانا پینا بند کیا جاتا ہے محض اس لیے کہ اگر کم کھانے کی عادت نہ ہوگی تو سسرال میں کھائے گی پھر پاخانہ جائے گی جو قانون حیا کے خلاف ہے حتی کہ بہت جگہ یہ دیکھا گیا کہ فاقہ کرتے کرتے لڑکیاں بیمار ہو گئیں لَا حول ولا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ جب دین کو کوئی چھوڑتا

ہے تو عقل بھی سلب ہو جاتی ہے۔شادی کے مفاسد کو کہاں تک بیان کروں جس رسم کو چاہے دیکھ لیجئے وہ دین کے خلاف ہونے کے ساتھ عقل سے بھی خارج ثابت ہوگی۔ (حقوق الزوجین، اصلاح الرسوم، الافاضات)

ابٹن ملنے کی رسم

اگر بدن کی صفائی اور نرمی کی مصلحت سے بٹنا (ابٹن) ملنے کی ضرورت ہو تو اس کا مضائقہ نہیں۔مگر معمولی طور سے بلا کسی رسم کی قید کے (پردہ کی رعایت کے ساتھ) مل دو بس فراغت ہو گئی اس کا اس قدر طور مار کیوں باندھا جائے۔ (اصلاح الرسوم)

سلامی اور ملیدہ کی رسم

(عورتیں) دولہا کی زیارت بارات کے تماشہ کو دیکھنا فرض اور تبرک سمجھتی ہیں جس طرح عورت کو اپنا بدن اجنبی مرد کو دکھانا جائز نہیں۔اسی طرح بلا ضرورت اجنبی مرد کو دیکھنا بھی احتمال فتنہ کی وجہ سے ممنوع ہے۔ (لیکن کچھ بھی ہو) نوشہ گھر میں بلایا جاتا ہے۔اور اس وقت پوری بے پردگی ہوتی ہے۔اور بعض باتیں بے حیائی کی اس سے پوچھی جاتی ہیں جس کا گناہ اور بے غیرتی ہونا محتاج بیان نہیں۔نوشہ کے گھر میں جانے کے وقت کوئی احتیاط نہیں رہتی بڑی گہری پردہ کرنے والیاں آرائش وزیبائش کیے ہوئے اس کے سامنے آ کھڑی ہوتی ہیں اور یہ سمجھتی ہیں کہ یہ تو اس کا شرم کا وقت ہے یہ کسی کو نہ دیکھے گا بھلا یہ غضب کی بات نہیں؟ اول تو یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ کسی کو نہ دیکھے گا مختلف طبیعتوں کے لڑکے ہوتے ہیں جن میں اکثر تو آج کل شریر بھی ہیں پھر اگر اس نے نہ بھی دیکھا تو تم کیوں اس کو دیکھ رہی ہو۔

حدیث شریف میں ہے کہ لعنت کرے اللہ تعالیٰ دیکھنے والے پر اور (اس پر) جس کو دیکھے۔غرض اس موقع پر دولہا اور عورتیں سب گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں۔

جوتا چھپانے اور ہنسی مذاق کرنے کی رسم

دولہا جب گھر میں جاتا ہے تو سالیاں (اس کا جوتا چھپا کر جوتا چھپائی کے نام سے کم از کم ایک روپیہ اور آج کل دس روپیہ لیتی ہیں)۔

شاباش ایک تو چوری کریں اور الٹا انعام پائیں اول تو ایسی مہمل ہنسی کہ کسی کی چیز اٹھائی اور

چھپا دی حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

پھر یہ ہنسی دل لگی کا خاصہ ہے کہ اس سے ایک بے تکلفی بڑھتی ہے۔ بھلا اجنبی مرد (بہنوئی) سے ایسا تعلق وارتباط پیدا کرنا خود شرع کے خلاف ہے پھر اس انعام کا حق لازم سمجھنا یہ بھی جبراً اور تعدی (زیادتی) حدود ہے بعض جگہ جوتا چھپانے کی رسم نہیں مگر اس کا انعام باقی ہے کیا واہیات بات ہے۔ (اصلاح الرسوم)

دلہن کا قرآن ختم کرانے کی رسم

سوال: یہاں رسم ہے کہ دلہن کی رخصتی کے وقت سب عورتیں دلہن کا ختم قرآن کراتی ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ معلّمہ جس نے لڑکی کو قرآن پڑھایا ہے وہ آتی ہے اور لڑکی دلہن بنی ہوئی قرآن پڑھنا شروع کرتی ہے گھر میں شور وغل مچا رہتا ہے اور لڑکے والوں کا جلد رخصت کرنے کا تقاضا ہوتا ہے مگر جب تک لڑکی قرآن ختم نہ کر لے رخصت نہیں کی جاتی ختم کرنے پر نقدی روپے دوپٹے جوڑے دیئے جاتے ہیں اس کو اتنا ضروری سمجھا جاتا ہے کہ لوختم قرآن بھی نہ ہونے دیا اور اس کو بھی ناجائز کہہ دیا پس علما دین سے استفتا ہے کہ رخصتی کے وقت ختم قرآن کی کچھ اصلیت ہے یا نہیں اور اس رسم کو توڑنے والا گنہگار ہے یا مستحق ثواب؟

الجواب: اہل علم کے سمجھنے کے لیے تو اتنا ہی کافی ہے کہ غیر لازم کو لازم سمجھنا بدعت‘ ضلالت (گمراہی) اور اس کے ترک (نہ کرنے والے) یا مانع (منع کرنے والے) پر ملامت کرنا اس کے بدعت ہونے کو اور زیادہ موکدہ کر دیتا ہے۔

اور غیر اہل علم کے لیے اتنا اور اضافہ کیا جاتا ہے کہ اگر دلہن کے سسرال والے بھی انہیں مصالح کی بنا پر جس کے سبب میکے میں اس رسم پر عمل کیا جاتا ہے اس کا التزام کریں کہ (یعنی) رخصتی کے بعد جب تک پورا قرآن ختم نہ کرالیں۔ میکے نہ بھیجیں تو کیا میکے والے اس کو پسند کریں گے؟ اگر پسند نہ کریں تو دونوں میں فرق کیا ہے؟

اگر طبیعت میں سلامتی اور انصاف ہو تو اب ماننے میں کوئی عذر نہیں باقی جمود کا کوئی علاج نہیں۔ (امداد الفتاوی)

سب باراتیوں کو کرایہ دینے کی رسم

کرایہ کا اپنے پاس سے دینا خواہ دل چاہے یا نہ چاہے محض نمود اور اظہار شان کے لیے ہے

اسی طرح آنے والوں کا یہ سمجھنا کہ کرایہ ان کے ذمہ واجب ہے یہ ایک قسم کا جبر ہے ریاء اور جبر دونوں کا خلاف شرع ہونا ظاہر ہے۔ (اصلاح الرسوم)

تبرعات میں جبر حرام ہے اور جبر کے کیا یہی معنی ہیں کہ لاٹھی ڈنڈا مار کر کسی سے کچھ لے لیا جائے بلکہ یہ بھی جبر ہے کہ اگر نہ دیں گے تو بدنام ہوں گے پھر لینے والے خود جھگڑ کر مانگ کر لیتے ہیں اور بے چارہ اپنی عزت کے لیے دیتا ہے یہ سب حرام ہے۔

بغیر پیسے لیے ہوئے بہو کو نہ اترنے دینے کی رسم

بہو کو ڈولہ میں سے اتارنے نہیں دیتیں کہ جب تک ان کو حق نہ دیا جائے گا ہم دلہن کو گھر میں گھسنے نہ دیں گے یہ بھی جبر فی الشرع ہے جو کہ حرام ہے۔ اگر یہ انعام ہے تو انعام میں جبر کیسا؟ اور اگر اجرت ہے تو اجرت کی طرح ہونا چاہیے اس وقت مجبور کرنا اتباع رسم کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ (اصلاح الرسوم)

دلہن کو گود میں اتارنے کی رسم

ایک رسم یہ ہے کہ بہو ڈولہ سے (یا کسی بھی سواری سے) خود نہیں اترتی بلکہ دوسرے اتارتے ہیں ہٹی کٹی، موٹی ہتھنی گود میں چڑھتی پھرتی ہے کبھی گرتی بھی ہے چوٹ بھی کھاتی ہے بعض جگہ دولہا بیوی کو اتارتا ہے لا حول و لا قوۃ ان لوگوں کو شرم بھی نہیں آتی کیا سب خرافات فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح میں ہوئیں تھیں؟ ہرگز نہیں۔

شادی ایسی کرو جیسی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کی:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ کے معنی یہی ہیں۔ (الاتمام لنعمۃ الاسلام)

بعض جگہ دولہا کو گود میں لے کر اتارا جاتا ہے کس قدر بے غیرتی کی بات ہے۔ (اصلاح الرسوم)

فصل: ۲

بہو کے پیر دھلانے کی رسم لغو ہے

ایک عمل مشہور ہے کہ دلہن کے پاؤں دھو کر گھر میں جگہ جگہ پانی چھڑکا جاتا ہے۔ (تزکرہ

الموضوعات میں اس کو موضوع (لغو) قرار دیا ہے)۔ (۱۳ اصلاح الرسوم)

نئی دلہن کو ضرورت سے زائد شرم کرنا

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے بعد اگلے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے کہا کہ تھوڑا پانی پلاؤ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خود اٹھ کر ایک پیالہ پانی لائیں اس سے معلوم ہوا کہ نئی دلہن کو شرم میں اس قدر مبالغہ کرنا کہ چلنا پھرنا اور اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرنا عیب سمجھا جائے یہ بھی سنت کے خلاف ہے۔ (حقوق الزوجین)

نئی دلہن کے لیے قید خانہ

دلہن ۔۔۔ بیاہ ہو جانے کے بعد وہ عجائب المخلوقات میں سے ہو جاتی ہے دور دور سے اس کو دیکھنے والیاں آتی ہیں اور وہ اس طرح انسان سے جماد بنادی جاتی ہے کہ نہ اس کی آنکھ رہے نہ زبان رہے نہ کسی طرف دیکھ سکتی ہے نہ بول سکتی ہے پاخانہ پیشاب کو جب تک نہ ہوتو دوسرے پکڑ کر لے جاتے ہیں منہ پر ہاتھ ہوتا ہے بلکہ ہاتھ پر منہ ہوتا ہے کیونکہ دلہن دونوں گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر ہاتھوں پر منہ رکھتی ہے اس وقت دلہن بالکل مردہ بدست زندہ ہو جاتی ہے اوپر والے جس طرح رکھیں اس طرح رہنا پڑتا ہے یہ سب کیا خرافات ہیں کون سی عقل ان باتوں کو اچھا بتاتی ہے اور اس قرنطینہ میں نماز تو بالکل ہی ناجائز ہو جاتی ہے تلاوت وغیرہ کا تو ذکر ہی کیا۔

سب کام تو ہوں گے لیکن جب نماز کا وقت آئے گا تو وہ خلاف حیاء ہے نماز کیسے پڑھوائیں اور اگر دلہن نماز کا نام لے اور وضو کے لیے پانی ہی مانگے تو بوڑھی عورتیں کائیں کائیں کر کے اس کے پیچھے پڑ جائیں کہ افسوس اب تو وہ زمانہ آ گیا ہے کہ نئی دلہنوں کا دیدہ بھی نہیں چھپتا۔ (التبلیغ)

اگر کبھی وہ اپنے منہ سے پانی تک بھی مانگ بیٹھے تو چاروں طرف سے غل مچ جائے کہ ہائے ہائے کیسی بے حیائی کا زمانہ آ گیا۔ (حقوق الزوجین)

منہ دکھائی کی رسم

بہو کو اتار کر گھر میں لاتے اور بٹھاتے ہیں اس کے بعد بہو کا منہ کھولا جاتا ہے اور سب سے

پہلے ساس یا خاندان کی سب سے بڑی عورت بہو کا منہ دیکھتی ہے اور کچھ منہ دکھلائی دیتی ہے جو ساتھ والی کے پاس جمع ہوتا رہتا ہے اس کی ایسی پابندی ہے کہ جس کے پاس منہ دکھلائی نہ ہو وہ ہرگز ہرگز منہ نہیں دیکھ سکتی غرض اس کو واجبات میں سے قرار دیا ہے جو صریح حدود شرعیہ سے تعدی (زیادتی) ہے پھر اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ اس کے ذمہ منہ پر ہاتھ رکھنا یہ کیوں؟

فرض کیا گیا ہے کہ اس طرح اگر کوئی نہ کرے تو تمام برادری میں بے حیاء بے عزت بے شرم مشہور ہو جائے بلکہ ایسا تعجب کریں جیسے کوئی مسلمان کافر بن جائے پھر بتلائیے یہ تعدی ہے یا نہیں۔

اسی شرم میں اکثر دلہنیں نماز قضا کر ڈالتی ہیں اگر ساتھ والی نے پڑھوا دی تو خیر ورنہ مستورات کے مذہب میں اس کو اجازت نہیں کہ خود اٹھ کر یا کسی سے کہہ سن کر نماز کا انتظام کر لے اس کو حرکت کرنا بولنا چالنا اگر بدن میں کھجلی اٹھے تو کھجلانا' اگر جمائی یا انگڑائی کا غلبہ ہو تو جمائی یا انگڑائی لینا یا نیند آنے لگے تو لیٹ رہنا اگر پیشاب پاخانہ خطا ہونے لگے تو اسکی اطلاع تک کرنا بھی عورتوں کے مذہب میں حرام بلکہ کفر ہے خدا جانے اس نے کیا جرم کیا تھا کہ سخت کالی کوٹھڑی میں یہ مظلومہ قید کی گئی ہے۔

پھر سب عورتیں منہ دیکھتی ہیں اور بعض شہروں میں یہ خرافات ہے کہ مرد بھی دلہن کا منہ دیکھتے ہیں اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ۔ (اصلاح الرسوم)

بہو کے آنے سے اگلے دن اس کے عزیز و اقارب دو چار گاڑیاں اور مٹھائی وغیرہ لے کر آتے ہیں اس کا نام چوتھی ہے اس میں بھی التزام مالا یلزم کی علت لگی ہوئی ہے اس کے علاوہ یہ رسم کفار ہند سے ماخوذ ہے اور تشبہ بالکفار کا ممنوع ہونا ظاہر ہے۔ (اس چوتھی میں بہو کے بھائی وغیرہ) رشتہ دار جو نامحرم بھی ہوتے ہیں بلائے جاتے ہیں بہو کے پاس الگ مکان میں بیٹھتے ہیں اکثر اوقات یہ لوگ شرعاً نامحرم بھی ہوتے ہیں مگر اسکی کچھ تمیز نہیں ہوتی کہ نامحرم کے پاس تنہا مکان میں بیٹھنا خصوصاً زیب و زینت کے ساتھ کس قدر گناہ اور بے عزتی کی بات ہے۔

لفظ دیور کا استعمال مناسب نہیں

فرمایا دیور کا لفظ جو ہمارے یہاں مستعمل ہے بہت برا ہے اور ہندی میں شوہر کو کہتے ہیں اور

دے کے معنی ثانی (دوسرے) کے ہیں پس دیور کے معنی شوہر ثانی کے ہوئے بعض جہلاء نے یہاں دیور کو شوہر کے قائم مقام سمجھا جاتا ہے اس لیے یہ لفظ بدلنے کے قابل ہے اسی طرح مجھے سالہ کا لفظ بھی بہت برا معلوم ہوتا ہے۔ (ملفوظات اشرفیہ)

ہر رخصتی میں غلہ مٹھائی اور جوڑے دینے کی رسم

نکاح کے بعد سال دوسال تک بہو کی روانگی کے وقت کچھ مٹائی اور کچھ نقد جوڑے وغیرہ طرفین سے بہو کے ہمراہ کر دیئے جاتے ہیں اور عزیزوں میں بھی خوب دعوتیں ہوتی ہیں مگر وہی جرمانہ کی دعوت کہ بدنامی سے بچنے یا ناموری اور سرخروئی حاصل کرنے کو سارا بکھیڑا ہوتا ہے پھر اس میں معاوضہ ومساوات کا پورا لحاظ ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات خود شکایت وتقاضا کر کے دعوت کھاتے ہیں وہاں سے دو تین من جنس مثلاً سویاں، چاول، آٹا، میوہ وغیرہ بھیجا جاتا ہے اور دولہا دلہن کا جوڑا دیا جاتا ہے یہ ایسا فرض اور ضروری ہے کہ گو سودی روپیہ قرض لینا پڑے مگر یہ قضا نہ ہو غرض تھوڑے دنوں تک یہ آؤ بھگت سچی یا جھوٹی رہتی ہے پھر اس کے بعد کوئی نہیں پوچھتا کہ بھئی کون ہو سب خوشیاں بنانے والی جھوٹی خاطر داری کرنے والے الگ ہوئے اب جو مصیبت پڑے بھگتو کاش جس قدر روپیہ بے ہودہ اڑایا ہے ان دونوں کے لیے اس سے کوئی جائیداد خریدی جاتی یا تجارت کا سلسلہ شروع کر دیا جاتا تو کس قدر راحت ہوتی۔ (اصلاح الرسوم)

آپ جن رسوم کو منع کرتے ہیں دوسرے لوگ کیوں نہیں منع کرتے

ایک شخص نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ جن رسوم کو منع کرتے ہیں اور لوگ کیوں نہیں منع کرتے، میں نے ان سے کہا کہ یہ سوال جیسے آپ ہم سے کرتے ہیں اور لوگوں سے کیوں نہیں کرتے کہ آپ جن رسوم کو منع نہیں کرتے فلاں کیوں کرتا ہے اگر اس کی تحقیق ضروری ہے اور آپ کو تردد ہے تو جیسے ہم پر سوال ہوتا ہے تو ان پر بھی ہوتا ہے یہ عجیب اندھیر کی بات ہے۔

مولانا خلیل احمد صاحب سے کسی نے عرض کیا کہ آپ نے اس تقریب میں شرکت فرمائی اور فلاں شخص نے یعنی میں نے شرکت نہیں کی یہ کیا بات ہے؟ حضرت نے جواب میں فرمایا کہ بھائی ہم نے فتوی پر عمل کیا اور اس نے تقویٰ پر عمل کیا یہ تو تواضع کا جواب ہے مگر اسی طرح کا سوال مولانا محمود حسن صاحب سے کسی نے کیا تھا۔ حضرت نے محققانہ جواب دیا کہ عوام الناس کے مفاسد کی جیسی اس کو خبر ہے ہم کو نہیں حضرت نے حقیقت کو ظاہر فرما دیا۔ (الافاضات)

باب: ۱۹
دستور العمل شادی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق شادی کرنے کی ضرورت

شریعت نے نکاح کو مسنون قرار دیا ہے اور رسوم کو اس کا جزء نہیں قرار دیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تقریب کو کر کے دکھلایا اور قرآن شریف میں ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

جس کے معنی یہ ہیں کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ کی ذات مبارک میں اچھا نمونہ دیا ہے نمونہ دینے سے کیا غرض ہوتی ہے یہی کہ اس کے موافق دوسری چیز تیار ہو۔

خوب یاد رکھئے کہ حق تعالیٰ نے احکام نازل کئے جو بالکل مکمل قانون ہے اور ان کا عملی نمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا سو اگر آپ کے اعمال نمونے کے موافق ہیں تو صحیح ہیں ورنہ غلط ہیں اگر نماز آپ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے موافق ہے تو نماز ہے ورنہ کچھ نہیں۔

اسی طرح معاملات اور طرز معاشرت کو سمجھ لیجئے سب میں یہی حکم ہے حق تعالیٰ نے ہمارے پاس کسی فرشتہ کو رسول بنا کر نہیں بھیجا اس میں حکمت یہی ہے کہ اگر فرشتہ آتا تو وہ ہمارے لیے نمونہ نہیں بن سکتا تھا۔ اس کو نہ کھانے کی ضرورت ہوتی نہ پہننے کی نہ ازدواج (بیاہ شادی) نہ معاشرت کی ان چیزوں کے احکام میں وہ صرف یہ کرتا ہے کہ ہم کو پڑھ کر سنا دیتا ہے۔

حق تعالیٰ نے یہ نہیں کیا بلکہ ہماری جنس سے پیغمبر بنائے کہ وہ ہماری طرح کھاتے پیتے بھی ہیں ازدواج و تعلقات بھی رکھتے ہیں تمکن و معاشرت کے بھی خوگر ہیں اور ان کے ساتھ کتابیں بھیجیں تا کہ کتاب میں احکام ہوں اور وہ خود بنفس نفیس ان کی تعمیل کر کے دکھائیں تا کہ ہم کو سہولت ہو جتنی باتیں انسان کو پیش آتی ہیں سب آپ کو پیش آئیں خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیویاں رکھیں اور اپنی اولاد کا نکاح کیا۔ اب آپ دیکھ لیجئے کہ کون سا فعل ہمارا نمونہ کے موافق ہے کوئی تقریب خوشی کی ہوتی ہے تو ہم نہیں دیکھتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستور العمل میں کیا ہے۔ (منازعۃ الہوی)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اور رخصتی

نکاح کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا کہ جو کوئی مل جائے اسے بلا لو پہلے سے کوئی اہتمام نہ کیا نہ اس کے لیے مجمع کیا گیا اور نہ کوئی خاص اہتمام ہوا حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو آسمان کے فرشتوں کو بھی بلا لیتے آپ نے صرف چند آدمیوں کو بلایا ان میں حضرت انس، طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہم اور ایک دو اور صحابی تھے اور یہ سن کر حیرت ہوگی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے آپ کی غیبت میں نکاح معلق کر دیا گیا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی تب آپ نے قبول کیا اب رخصتی سنیے نکاح کے بعد ام ایمن سے فرمادیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پہنچا دو وہ برقعہ چادر پہنا کر ہاتھ پکڑ کر جا کر پہنچا آئیں (الغرض) حضرت فاطمہ کو ام ایمن کے ہمراہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہاں پہنچا دیا نہ پالکی تھی نہ رتھ تھا نہ عماری تھی اپنے پاؤں چلی گئیں۔

آپ نے امت کو نمونہ دکھا دیا کہ کیا کیا کرو یہ ساری باتیں قصہ کہانی ہیں یا اس واسطہ کی گئی تھیں کہ ہم لوگ سیکھیں؟

صاحبو! یہ دونوں جہاں کی شہزادی کی رخصتی ہے جس میں نہ دھوم دھام نہ میانہ پالکی نہ بکھیر (نہ بارات) ہم لوگوں کو لازم ہے کہ اپنے پیغمبر سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں اور اپنی عزت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر نہ سمجھیں۔ (حقوق الزوجین)

رخصتی کرتے وقت مناسب وقت کا لحاظ کرنا چاہیے

(آج کل) رخصت کے وقت ماں باپ کچھ خیال نہیں کرتے کہ یہ بات مناسب ہے یا نہیں جب چاہیں برات کے ساتھ کر دیتے ہیں چاہے راستہ میں ڈاکو ہی مل جائیں بھلا لڑکے والوں کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ ان باتوں کا خیال کریں مگر لڑکی والوں کو تو سمجھ کر رخصت کرنا چاہیے۔

اکثر عصر کے وقت برات چلتی ہے اور لڑکی کے ماں باپ بھی غضب کرتے ہیں کہ اسی وقت رخصت کر دیتے ہیں شاید یہ سمجھتے ہوں کہ اب ہماری چیز نہیں رہی ورنہ حفاظت کی اب پہلے سے زیادہ ضرورت ہے کیونکہ زیب و زینت کی حالت میں ہے خدا جانے کیا بات پیش آئے جب انسان دین چھوڑتا ہے تو عقل بھی رخصت ہو جاتی ہے۔ (حقوق الزوجین)

بیاہ شادی تو سب سے آسان عمل ہے

اس کے متعلق شریعت میں کتنی راحت کی تعلیم ہے برخلاف ان رسموں کے جو ہم نے ایجاد کر رکھی ہیں کہ ان میں کتنی مشکلات ہیں دیکھئے نکاح کتنا مختصر ہے کہ کوئی چیز ایسی مختصر نہیں ہے سب چیزوں میں پیسہ لگتا ہے مگر اس میں ایک پیسہ بھی سرف نہیں ہوتا آدمی کو رہنے کے لیے مکان کی ضرورت ہوتی ہے اس میں بھی پیسہ لگتا ہے کھانے پینے میں پیسہ لگتا ہے لیکن نکاح میں ایک پیسہ بھی نہیں لگتا کیونکہ نکاح کا رکن ہے ایجاب وقبول صرف زبان سے دو لفظ کہنا اس میں کیا لگا ہے۔

اگر یہ کہو کہ نکاح میں لگتا کیوں نہیں؟ چھوارے تقسیم ہوتے ہیں اور مہر میں تو پیسہ لگتا ہی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ چھوارے تقسیم کرنا واجب نہیں رہا مہر سو اکثر ادھار ہوتا ہے اصل چیز جس سے مفر نہیں وہ عقد ہے اور عقد نکاح میں ایک پیسہ کا بھی خرچ نہیں۔

رہا ولیمہ سو وہ بھی سنت ہے واجب اور فرض نہیں پھر وہ نکاح کے بعد کا قصہ ہے اور ولیمہ بھی پہلے زمانہ میں سنت تھا اور آج کل ہم نے اس کو واجب سمجھ رکھا ہے اس وقت جو اکثر رسمی ولیمہ ہوتا ہے اور وہ محض تفاخر کے لیے ہوتا ہے اس میں روپیہ بالکل برباد ہی جاتا ہے غور کیا جائے تو ہمارا زیادہ تر روپیہ تفاخر ہی میں برباد ہو جاتا۔ (لاتمام لنعمۃ الاسلام ملحقہ محاسن اسلام)

بیاہ شادی میں سادگی ہی مطلوب ہے

احادیث سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ نکاح نہایت سادہ چیز ہے بعض روایات میں ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ مجلس میں بھی موجود نہ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھ کر یوں فرمایا تھا اِنْ رَضِيَ عَلِيٌّ بِذَالِكَ یعنی اگر علی اس نکاح کو منظور کریں۔ جب حضرت علی کو خبر ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے قبول کیا۔ کیسا سادہ نکاح ہے جہاں دولہا بھی موجود نہ تھا۔

بعض لوگ اس سادگی کی وجہ میں یہ کہہ دیتے ہیں کہ آپ کے پاس تھا ہی کیا فقر و فاقہ کی حالت تھی جہاں جبریل دربانی کریں اگر آپ چاہتے تو ملائکہ آتے جنت سے جوڑے جہیز لاتے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کیا پوچھتے ہو اولیاء اللہ عجیب عجیب شان کے ہوئے ہیں کہ ان کی مرادیں مسترد نہیں ہوئیں۔ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خواہش کرتے اور وہ مسترد ہوتی؟ حاشا وکلا (ہرگز

نہیں)۔ (العاقلات الغافلات)

شادی کا مختصر نہایت آسان اور سادہ طریقہ

منگنی میں زبانی وعدہ کافی ہے نہ حجام کی ضرورت نہ جوڑا اور نشانی اور شیرنی کی حاجت اور جب دونوں (لڑکا لڑکی) نکاح کے قابل ہو جائیں زبانی یا بذریعہ خط و کتابت کوئی وقت ٹھہرا کر دولہا کو بلالیں' ایک اس کا سرپرست اور ایک خدمت گزار اس کے ہمراہ کافی ہے نہ بری کی ضرورت نہ برات کی حاجت نکاح کے فوراً یا ایک آدھ روز مہمان رکھ کر اس کو رخصت کر دیں اور اپنی گنجائش کے بقدر جو ضروری سامان اور کار آمد چیزیں جہیز میں دینا منظور ہوں بلا اعلان کے اس کے گھر بھیج دیں یا اپنے گھر میں اس کے سپرد کر دیں نہ سسرال کے جوڑوں کی ضرورت نہ چوتھی بہوڑوں کی حاجت اور جب چاہیں دلہن والے بلالیں اور جب موقع ہو دولہا والے بلالیں اگر توفیق ہو تو شکریہ میں حاجت مندوں کو دے دو۔

کسی کام کے لیے قرض مت دو البتہ ولیمہ مسنون ہے وہ بھی خلوص نیت و اختصار کے ساتھ نہ کہ فخر و اشتہار کے ساتھ ورنہ ایسا ولیمہ بھی جائز نہیں حدیث میں ایسے ولیمہ کو شر الطعام فرمایا گیا ہے نہ ایسا ولیمہ جائز نہ اس کا قبول کرنا جائز ہے۔ (اصلاح الرسوم)

سادگی اور سہولت کے ساتھ شادی کرنے کا عمدہ نمونہ

فرمایا کہ میاں محمد مظہر (حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے سب سے چھوٹے بھائی) کی بالکل سادہ ہوئی تھی صرف ایک بہلی تھی اس میں تو مظہر اور ایک مولوی شبیر جو اس وقت بچے تھے ان اس لیے ساتھ لیا تھا کہ شاید گھر میں آنے جانے یا کسی بات کے کہلانے کی ضرورت ہو۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہاں بھی کوئی گڑبڑ نہیں خاص خاص عزیزوں کی دعوت ہے جن کی تعداد چھ سات سے زائد نہ تھی اور یہ لوگ وہ تھے جو خاندان کے تھے مگر یہ لوگ محض اس وجہ سے خفاء تھے کہ رسوم کیوں نہیں کی گئیں مجھ کو جب یہ معلوم ہوا تو میں نے لڑکی والوں سے کہا کہ صاف کہہ دو اگر جی چاہے شریک ہو جائیں ورنہ اپنے گھر بیٹھے رہیں ہمیں ان کے شریک کرنے کی ضرورت نہیں ان لوگوں نے دعوت ہی قبول نہ کی تھی۔ مگر میرا یہ صفائی کا جواب سن کر سب سیدھے ہو گئے اور سب ہاتھ دھو دھو کر دستر خوان پر آ کے بیٹھ گئے۔

بعد میں معلوم ہوا کہ لڑکی کی ماں اس اختصار (اور سادگی) سے بڑی شکر گزار ہوئیں اور کہنے

لگیں اگر زیادہ بکھیڑا ہوتا تو میرے پاس ایک سونے کا ہار تھا وہ بھی جاتا اور قرض لینا پڑتا۔

یہ لڑکی کی ماں میرے گھر کی حقیقی خالہ ہوتی تھیں اس لیے میں بھی اس کو عرفاً خالہ ہی کہتا تھا میں نے ان سے پوچھا کہ لڑکی کو کس وقت رخصت کرو گی کہنے لگی جلدی تو ہو نہیں سکتی اس لیے کہ جلدی میں نہ تو کچھ کھاؤ گے نہ ٹھہرو گے میں نے کہا کہ کھانا تو پکا کر ساتھ کر دو بھوک لگے گی کھالیں گے اور ٹھہرنے کی کوئی ضرورت نہیں جب انہوں نے پھر اپنی رائے کا اعادہ کیا تب میں نے کہا بہت اچھا جب تم رخصت کرو گی ہم اسی وقت چلے جائیں گے لیکن یہ بات یاد رکھو کہ اگر دیر سے رخصت کیا تو ظہر کی نماز کا وقت راستہ میں ہوتا اور میں اپنے اہتمام میں لڑکی کی نماز قضا نہ ہونے دوں گا تو لڑکی کو گاڑی سے اترنا پڑے گا اور یہ بھی تم سمجھتی ہو کہ لڑکی نئی نویلی ہوگی اور زیور پہنے اوڑھے ہوگی عطر تیل خوشبو وغیرہ بھی لگا ہوگا اور یہ مشہور ہے کہ کیکر وغیرہ درخت پر بھتنی (چڑیل) وغیرہ رہا کرتی ہیں سو اگر کوئی بھتنی چمٹ گئی تو میں ذمہ دار نہیں چونکہ عورت کے مذاق کے مطابق گفتگو کی تھی سمجھ میں آ گئی فوراً کہنے لگیں نہ بھائی میں نہیں روکتی جب تمہارا جی چاہے جا سکتے ہو میں نے کہا فجر کی نماز کے بعد فوراً ہی سوار کر دو۔ انہوں نے قبول کر لیا۔

پیسے بکھیرنے اور لٹانے کی رسم

اب جب صبح ہوئی اور چلنے کا وقت ہوا تو ایک رسم ہے ''بکھیر'' کہ دلہن کو رخصت کے وقت بستی کے اندر اندر کچھ روپے پیسے کی بکھیر کی جاتی ہے (یعنی لٹائے جاتے ہیں) میں نے یہ کیا کہ کچھ روپے مساکین کو تقسیم کر دیے اور کچھ مسجدوں میں دے دیئے محض اس وجہ سے کہ لوگ بخل و دنانیت کا شبہ نہ کریں۔

اس سادگی کے متعلق یہ روایت سنی گئی ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ شادی اس کو کہتے ہیں کہ قلب کے اندر تازگی، شگفتگی، انشراح معلوم ہوتا ہے یہ دنیا داروں نے کہا واقعی شریعت پر عمل کرنے سے ایک نور پیدا ہوتا ہے۔ (الطافاضات الیومیہ)

ایک نکاح میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی کا قصہ

ہم ایک شادی میں دولہا کے سرپرست بن کر گئے تھے اور یہ پہلے سے طے ہو گیا تھا کہ کوئی رسم نہیں ہوگی۔ خیر عصر کے بعد نکاح تو ہو گیا اور مغرب کے بعد کھانا آیا تو نائی ہاتھ دھلا کر منتظر تھا کہ اب کچھ ملے گا مگر کچھ بھی نہ ملا کھانے کے بعد پھر منتظر رہا آخر ایک طباق میرے سامنے رکھ کر

(گویا جھولی اور دامن پھیلا) کر زبان سے کہا کہ حضور ہمارا حق دیجئے ہم نے کہا کہ کیسا حق؟ حق قانونی یا حق رسمی؟ میں نے کہا اپنے آقا سے کہو انہوں نے تمام رسوم کے بند ہونے کیوں منظور کرا لیا تھا؟ اس وقت ایک مولوی صاحب بھی کھانے میں موجود تھے انہوں نے آہستہ سے کہا یہ تو رسم نہیں ہے بلکہ حق خدمت ہے خدمت گزار کو دینا اچھی بات ہے مگر میں نے با آواز بلند کہا کہ حق خدمت اپنے خادم کو دیا جاتا ہے دنیا بھر کے خادموں کو۔ میرے نائی نے میری خدمت کی اس کو اگر ہم کچھ دیں تو اس کا حق ہو سکتا ہے دوسرے کے خدمت گزار کا ہم پر کیا حق ہے؟ اس تقریر سے مولوی صاحب کی آنکھیں کھل گئیں۔

صبح ہوئی تو فرد خرچ کے متعلق گفتگو ہوئی اہل رسوم میں ایک فرد ہوتی ہے کمپنیوں کی جس میں ان کا نیگ لکھا ہوا ہوتا ہے مگر کسی کی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ ہمارے سامنے پیش کرے میرے ایک دوست تھے ان کے ذریعہ سے پنسی ہوئی انہوں نے کہا کہ اس میں کیا رائے ہے میں نے کہا کہ وہی رات کی رائے۔ اور میں نے یہ بھی کہا کہ لوگوں کو شرم نہیں آتی فرد پیش کرتے ہوئے نائی سے کام تو خود اپنا کرایا سقے سے پانی بھرایا اور اجرت دیں ہم۔

اپنے مہمان سے اجرت دلانا کس قدر بے غیرتی کی بات ہے مگر ان رسموں کی پابندی میں عقل تو رخصت ہوئی تھی غیرت بھی جاتی رہی۔

اب رخصتی کا وقت آیا لڑکی والوں نے تقاضا کیا کہ پالکی یا میانہ لاؤ ہم بغیر پالکی یا ڈولہ کے رخصتی نہ کریں گے میں نے کہا ہم (اس طرح) رخصتی ہی نہیں چاہتے ساتھیوں نے کہا کیا رائے ہے؟ میں نے کہا رائے یہی ہے نکاح تو ہو ہی چکا ہم اپنے گھر جاتے ہیں تم خود دلہن کو ہمارے پیچھے پیچھے لاؤ گے اب سیدھے ہو گئے۔

پھر کہنے لگے کہ جہیز کے لیے چھکڑا لاؤ میں نے کہا جہیز نہیں لے جاتے آخر چھکڑا بھی خود لائے عورتیں کوستی رہیں مگر ہم مظلوم تھے ظالم کے کوسنے سے مظلوم کا نقصان نہیں ہوتا غرض ایسی برکت کا نکاح ہوا کہ دونوں طرف کا نکاح ہوا ایک پیسہ خرچ نہ ہوا (کیونکہ برکت والا نکاح وہی ہوتا ہے جس میں کم سے کم خرچ ہو جیسا کہ حدیث میں بھی آیا ہے)۔

اسی دولہا کے ایک دوسرے بھائی کا نکاح رسم کے ساتھ ہوا تو وہ قرض دار ہو گیا میں نے کہا ایک نکاح ہوا تو اس میں قرض ہوا اگر دوسرا ہوا تو ختم ہی ہو جائے گا اس قرض دار کی دلہن کوستی تھی ماں باپ کو بھی کہ ان کا کیا نقصان ہوا روٹی کی کمی تو ہم پر ہو گئی (یعنی تنگی ہو گئی)۔

اگر میری لڑکیاں ہوتیں تو کس طرح شادی کرتا

اگر ایسا اتفاق مجھ کو پڑا ہوتا تو اس وقت خیال یہ ہے کہ میں یوں کرتا کہ اس کام کے لیے وطن آنے کی ضرورت نہ سمجھتا اور سفر کے مصارف میں اتنا روپیہ ضائع نہ کرتا لڑکے والوں کو لکھ دیتا کہ لڑکا اور اس کا مخدوم سرپرست اور دو اس کے خادم کل چار آدمی یہاں آ جائیں اور اسی مکان میں یا کوئی اچھا وسیع مکان کرایہ پر لے کر ان کا قیام کراتا اور لڑکیوں کو اپنے گھر کا جوڑا پہناتا اور لڑکوں (داماد) کو مجبور کرتا کہ اپنا پہن کر آؤ اور نکاح کی مجلس میں کسی کو اہتمام کر کے نہ بلاتا محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے سب کو لے جاتا ہے اور نماز کے بعد کہہ دیا جاتا کہ سب صاحب ذرا ٹھہر جائیں وہی مجمع اعلان وشہادت کے لیے کافی ہوتا اور خود یا کسی عالم کی وساطت (ذریعہ) سے نکاح پڑھ دیتا اور روپیہ دو روپیہ کے خرما (چھوارے) تقسیم کر دیتا ہے اس میں مسجد میں نکاح پڑھنے کی بھی تعمیل ہو جاتی۔

وہاں سے مکان پر آ کر اسی وقت یا جس وقت متوقع ہوتا ہے لڑکیوں کو بلا جہیز کے اس کرایہ کے مکان میں رخصت کر دیتا اور ایک معتبر خادمہ کو ان کے ہمراہ کر دیتا ہے اور دوسرے روز کرایہ کے مکان سے اپنے سکونت کے مکان پر بلاتا اور ایک روز دو روز رکھ کر پھر اس کرایہ کے مکان میں بھیج دیا جاتا دیکھتا کہ لڑکیاں مانوس ہو چکی ہیں تو لڑکوں کے ساتھ ان کی بستی کو روانہ کر دیتا۔

جہیز میں پانچ پانچ جوڑے پچاس پچاس روپے کے زیور اور پانچ پانچ سو روپے کی جائیداد صحرائی دیتا برتن، پلنگ، خوان پوش، بٹوے، گھوٹے، ٹھپے، مٹھائی وغیرہ کچھ نہ دیتا اور دولہا یا دولہن کے کسی عزیز قریب کو ایک پارچہ (ٹکڑا) نہ دیتا اور تمام عمر متفرق طور پر لڑکیوں کو وقتاً فوقتاً جو چیز دینے کو میرا دل چاہتا ہے نہ کہ برادری وکنبہ اہل عرف کی خواہش کے مطابق ان کو دیتا رہتا اور جائیداد اگر ان بستیوں میں ہوتی ان کو انتظام سپرد کرتا اور اگر اپنے وطن میں ہوتی خود انتظام کرتا اور ان کو ان کے محاصل (آمدنی) ششماہی یا سالانہ حساب کے ساتھ دیتا رہتا۔

باقی میں اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتا میں قسم کھا کر کہتا ہوں میں نہ زور ڈالنا چاہتا ہوں نہ دخل دینا پسند کرتا ہوں صرف اپنے خیال کا اظہار کر دیا دوسروں کو مجبور و تنگ نہیں کرتا اگر کوئی شخص درجہ مباح تک وسعت کرے تو اس کو دل میں برا نہ سمجھوں گا، گنہگار نہ کہوں گا، شرعاً قابل ملامت نہ جانوں گا۔ (امداد الفتاویٰ)

باب: ۲۰

رخصتی کے بعد زیبائش ونمائش اور سجاوٹ کا شرعی ضابطہ اور اصولی بحث

یہ امر قابل تحقیق ہے کہ اگر کوئی شخص زینت ہی کے لیے اور اسی قصد سے کسی چیز کا استعمال کرے مثلاً عمدہ لباس پہنے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جائز۔ ہے مگر اطلاق کے ساتھ نہیں جس سے اہل تفاخر (ریاکریں اور متکبرین) کو گنجائش مل سکے بلکہ اس میں تفصیل ہے جس کو میں موارد سے سمجھا ہوں۔

وہ تفصیل یہ ہے کہ عمدہ لباس اپنا جی خوش کرنے کے لیے یا اپنے کو ذلت سے بچانے کے لیے یا دوسرے شخص کے اکرام کے لیے پہنے تو جائز ہے ہاں عمدہ لباس اس نیت سے پہننا حرام ہے کہ اپنی عظمت ظاہر کی جائے اور دوسروں کی نظر میں بڑائی ثابت کی جائے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ لباس (وغیرہ) میں چار درجے ہیں ایک تو ضرورت کا درجہ ہے دوسرا آسائش کا درجہ تیسرا معنی زینت کا یہ تین درجہ تو مباح ہیں بلکہ پہلا درجہ واجب ہے اور چوتھا درجہ نمائش کا ہے یہ حرام ہے اور یہ تفصیل وحکم لباس ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر چیز میں یہی چار درجے ہیں ایک ضرورت دوسرے آسائش تیرے آرائش چوتھے نمائش غرض دوسروں کی نظر میں اپنی وقعت بڑھانے کو زینت کرنا حرام باقی نفس زینت حرام نہیں۔ (التبلیغ قدیم وعظ النعم المرغوبۃ)

(۱) بالفاظ دیگر ضرورت کے بھی درجے ہیں ایک یہ کہ جس کے بغیر کام نہ چل سکے تو مباح کیا یہ واجب ہے۔

(۲) دوسرے یہ کے ایک چیز کے بغیر کام تو چل سکتا ہے مگر اسکے ہونے سے راحت ملتی ہے اگر نہ ہو تو تکلیف ہوگی گو کام چل جائے گا ایسے سامان رکھنے کی بھی اجازت ہے۔

(۳) ایک سامان اس قسم کا ہے جس پر کوئی کام نہیں اٹکتا نہ اس کے بغیر تکلیف ہوگی مگر اس کے ہونے سے اپنا دل خوش ہوگا تو اپنا جی خوش کرنے کے واسطے بھی کسی کے سامان رکھنے کا بشرط وسعت مضائقہ نہیں یہ بھی جائز ہے۔

(۴) ایک یہ کہ دوسرے کو دکھانے اور ان کی نظر میں بڑا بننے کے لیے کچھ سامان رکھا جائے یہ حرام ہے۔

اور ضرورت و غیر ضرورت کا معیار یہ ہے کہ جس کے بغیر تکلیف ہو وہ ضروری ہے اور جس کے بغیر تکلیف نہ ہو وہ غیر ضروری ہے اب اگر اس (غیر ضروری) میں اپنا دل خوش کرنے کی نیت ہو تو مباح ہے اور اگر دوسروں کی نظر میں بڑا بننے کی نیت ہو تو حرام ہے۔ اس معیار کے موافق عمل کرنا چاہیے۔ (غریب الدنیا التبلیغ)

نئی دلہن کو ضرورت سے زائد شرم کرنا

ہندوستان میں ایسی بری رسم ہے کہ نکاح ہو جانے کے باوجود دولہا دولہن میں پردہ رہ جاتا ہے حالانکہ حضرت فاطمہ کی رخصتی کے بعد اگلے دن حضور ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے کہا کہ تھوڑا پانی پلاؤ۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خود اٹھ کر ایک پیالہ میں پانی لائیں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پانی منگایا جس سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ کا پانی لانا حضرت علی کے سامنے تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ نئی دلہن کو شرم میں اس قدر مبالغہ کرنا کہ چلنا پھرنا اور اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرنا عیب سمجھا جائے یہ بھی سنت کے خلاف ہے ذرا اپنی دلہنوں کو دیکھیے کہ سال بھر منہ پر ہاتھ رہتے ہیں۔ (منازعۃ الہوی اصلاح الرسوم)

نکاح کے بعد میاں بیوی میں علیحدگی

بعض عقل مند لوگ رخصت کے وقت شوہر سے کہتے ہیں کہ خبردار ابھی لڑکی سے کچھ کہنا نہیں یہ بہت واہیات بات ہے ؎

درمیاں قعر دریا تختہ بندم کردہ ای
بازی گوئی دامن ترمکن ہوشیار باش

ترجمہ شعر: ”تو نے مجھے لکڑی کے تختے سے باندھ کر دریا کی گہرائی میں ڈال دیا ہے اور کہتا ہے کہ دیکھ ہوشیار رہنا دامن تر نہ ہونے پائے۔“ (عضل الجاہلیہ)

نکاح کے بعد ذرا بیوی سے الگ رہنا دشوار ہوتا ہے لڑکوں کی اس میں کیا شکایت کبھی تم نے بھی ایسا ہی کیا تھا کہ ایسی حالت کے بعد علیحدہ رہتے۔ (روح الصیام)

فصل:۲

پہلی رات شب اول میں نفل نماز

(شب زفاف) نماز پڑھنا تو کسی حدیث میں نہیں دیکھا مگر بعض علما سے سنا ہے کہ پہلے دو رکعت شکرانہ کی پڑھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر کرے کہ تو نے مجھ کو حرام سے بچالیا اور حلال عنایت فرمایا پھر اسکے بعد دعائیں پڑھے (جو آگے آرہی ہیں) پس سنت سمجھ کر نماز نہ پڑھے محض شکر کے طور پڑھنے میں مضائقہ نہیں۔(امدادالفتاوی)

شریعت نے عقل کے فتوے کو رد کر کے یہ حکم دیا ہے کہ نکاح کرو اور بیوی کے سامنے حیا کو الگ کرو حیا میں ایسا غلو محمود نہیں کہ بیوی میاں سے یا شوہر بیوی سے بھی حیا کرے۔ (انفاس عیسی)

حیا وغیرہ اس وقت تک مطلوب ہیں جب تک کہ موجب قرب ہوں اور اگر موجب بعد (دوری کا ذریعہ) ہونے لگیں تو اب ان کی ضد مطلوب ہوگی بعض لوگ غلبہ حیا کی وجہ سے عورت پر قادر نہیں ہوتے ان کو چاہیے کہ یہ حیا کی تکلیف کو کم کردیں اور دل لگی مذاق کریں۔ (انفاس عیسی)

دستورالعمل

(۱) سلام کیا کرو اس سے محبت بڑھتی ہے جو شخص پہلے سلام کرتا ہے اس کو زیادہ ثواب ملتا ہے۔ چلنے والا (داخل ہونے والا) بیٹھنے والے کو اور کم عمر والا زیادہ عمر والے کو سلام کرے۔ مصافحہ کرنے سے دل صاف ہوتا ہے اور گناہ معاف ہوتے ہیں۔(تعلیم الدین)

(۲) کسی کے پاس جاؤ سلام یا کلام سے غرض کسی طرح سے اس کو اپنے آنے کی خبر کرو، بغیر اطلاع کے (چھپ کر) آڑ میں ایسی جگہ مت بیٹھو کہ اس کو تمہارے آنے کی خبر نہ ہو۔ (آداب زندگی)

(۳) جب ملو کشادہ روئی سے ملو بلکہ تبسم (مسکرا کر) ملنا مناسب ہے تاکہ وہ خوش ہو جائے۔ (حقوق الزوجین)

(۴) بیوی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی دوست نہیں ہوسکتا۔ اور دوستوں سے باتیں کرنا بھی

عبادت ہے کیونکہ تطییب قلب (مومن کا جی خوش کرنا) بھی عبادت ہے۔ (حقوق الزوجین)

(۵) حدیث میں ہے کہ بیوی کے منہ میں جو ایک لقمہ شوہر رکھ دے تو یہ بھی صدقہ ہے۔ اس کا بھی ثواب ملتا ہے۔ (رفع التحباس)

(۶) غیرت کا مقتضی یہی ہے کہ عورت کی مہر کی معافی قبول نہ کرو بلکہ عورت معاف بھی کردے پھر بھی ادا کر دینا چاہیے کیونکہ یہ غیرت کی بات ہے بلا ضرورت عورت کا احسان نہ لے۔ (انفاس عیسیٰ)

دل لگی اور مذاق کی ضرورت

بعض لوگ غلبہ حیا کی وجہ سے عورت پر قادر نہیں ہوتے ان کو چاہیے کہ حیا کی تکلیف کو کم کریں اور دل لگی مذاق کریں۔ (انفاس عیسی)

جس مذاق (یعنی مذاق دل لگی) سے مقصود اپنا یا مخاطب کا انشراح قلب ورفع القباض (یعنی بے تکلف بنانا ہو) تو وہ عین مصلحت ہے۔ (انفاس عیسی)

کسی کا دل خوش کرنے کے لیے خوش طبعی (ہنسی مذاق کرنے کا) مضائقہ نہیں مگر اس میں دو باتوں کا لحاظ رکھو ایک یہ کہ جھوٹ نہ بولو دوسرے یہ کہ اس شخص کا دل نہ دکھاؤ۔ (تعلیم الدین)

مرد کو اظہار محبت کرنا چاہیے

بعض مردوں کو بڑا شبہ ہوتا ہے کہ مرد تو اظہار محبت کرتا ہے اور عورت اظہار محبت نہیں کرتی مگر اسکی وجہ یہ ہے کہ مرد کے لیے تو اظہار محبت زینت ہے اور عورت کے لیے عیب ہے اس کو حیا و شرم مانع ہوتی ہے گو اس کے دل میں سب کچھ ہوتا ہے۔ (الافاضات الیومیہ)

عرب اور ہندوستان کے رواج کا فرق اور ضروری تنبیہ

فرمایا عرب کے اندر رسم ہے کہ شوہر جب اول شب (پہلی رات) میں دلہن کے پاس آتا ہے تو دلہن شوہر کے آتے وقت تعظیم کے لیے کھڑی ہوتی ہے اور سلام کرتی ہے اور شوہر اپنے زائد کپڑے جو اتارتا ہے ان کو لے کر سلیقہ سے موقع پر رکھتی ہے خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ بہت اچھی بات فرمایا کہ واقعی اچھی بات ہے مگر ہندوستان کے لیے میں اس کو پسند نہیں کرتا اس لیے کہ وہاں پر تو یہ رسم بے تکلفی کے درجہ میں اور یہاں پر کج طبعی یعنی طبیعتوں میں سلامتی نہ

ہونے کے سبب سے اس کا نتیجہ آزادی و بے حیائی ہو جائے گا جو چیز حیا کا سبب ہو اس کو باقی رکھنے کو جی چاہتا ہے۔

دلہن کی پیشانی پر قل ہو اللہ لکھنے کی رسم

بعض جگہ یہ رسم کہ قل هو الله دلہن کی پیشانی پر لکھتے ہیں قل هو الله تو اخلاص کا مضمون ہے دلہن سے اس کو کوئی مناسبت نہیں معلوم ہوتی مگر لوگ اسی خیال سے لکھتے ہیں کہ میاں بیوی میں محبت واخلاص رہے پس اخلاص کے معنی محبت کے سمجھے ورنہ آیات حب (محبت والی آیتیں) لکھے تو اخلاص کے معنی محبت ہی غلط ہیں اسماء الٰہیہ میں برکت ضرور ہے مگر جبکہ مناسبت ہو (مثلاً آیات حب) پڑھ لی جائیں نیز اگر لکھنا ہی ہو تو مناسب آیات لکھوائی جائیں پھر دلہن کی پیشانی پر لکھانے کے لیے محرم ہونا بھی شرط ہے یعنی بعض لوگ نامحرم سے لکھواتے ہیں یہ ہرگز جائز نہیں اس کی اصلاح بھی ضروری ہے۔ (الافاضات الیومیہ دین ودنیا)

شب زفاف کی مخصوص دعائیں

سنت یہ ہے کہ پہلے اس کے موئے پیشانی (پیشانی کے بال) پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے برکت کی دعا کرے اور بسم اللہ کہہ کر یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَهَا وَ خَیْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَیْهِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَ شَرِّمَا جَبَلْتَهَا عَلَیْهِ

اور جس وقت صحبت کا ارادہ کرے تو یہ دعا پڑھے:

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطٰنَ وَ جَنِّبِ الشَّیْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا.

پہلی دعا کی برکت یہ ہے کہ زوجہ (بیوی) ہمیشہ تابع رہے گی دوسری دعا کی برکت یہ ہے کہ اگر اولاد ہوگی تو صالح ہوگی اور شیطان کے ضرر سے محفوظ رہے گی۔

شب زفاف میں صبح کی نماز کا اہتمام

بیوی میاں کو نماز سے نہیں روکتی لیکن آپ دیکھ لیں کہ شادی کر کے شب زفاف میں کتنے لوگ نماز کی پابندی کرتے ہیں موجودہ حالت یہ ہے کہ نکاح شادی میں دولہا دلہن کا تو کیا کہنا سارے باراتی اور گھر والے ہی بے نمازی ہو جاتے ہیں اور اس وقت دلہن تو بالکل مردہ بدست

زندہ ہوتی ہے۔ اوپر والے (بوڑھی بوڑھی عورتیں) جس طرح رکھیں اس طرح رہنا پڑتا ہے اور ان کی دین داری کی حالت یہ ہوتی ہے کہ دلہن سے پردہ میں وہ کام تو کرادیں گی جو حد سے زیادہ بے حیائی کے ہیں یہ سب کام تو ہوں گے لیکن جب نماز کا وقت آئے گا تو وہ خلاف حیا ہے نماز کیسے پڑھوائیں اور خود دلہن بول بھی نہیں سکتی۔ اور اگر کوئی دلہن نماز کا نام لے اور پانی مانگے تو بوڑھی عورتیں کائیں کائیں کر کے اس کے پیچھے پڑ جائیں۔

لیکن اگر قلب میں نماز کا داعی اور فکر ہو تو وہ نمازی آدمی کو نماز کے وقت بے چین کر دیتا ہے۔ بغیر نماز کے اس کو چین ہی نہیں آتا خواہ کچھ بھی ہو جائے۔ (حقوق الزوجین)

شب اول میں بعض عورتوں کی بے حیائی

پہلی رات میں جب دولہا دلہن تنہائی میں ہوتے ہیں تو بعض عورتیں کان لگاتی پھرتی ہیں یہ بڑی بے شرمی کی بات ہے۔

شب کا وقت بے حیا کا واسطہ ہوتا ہے جس میں بے حیا عورتیں جھانکتی تاکتی ہیں اور ایک حدیث کے مضمون کے مطابق لعنت کے دائرہ میں داخل ہوتی ہیں۔

صبح کے وقت بے حیائی ہوتی ہے کہ شب خوابی (سونے والا) بستر چادر وغیرہ دیکھتے ہیں۔

کسی کا راز معلوم کرنا مطلقاً حرام ہے۔ بالخصوص ایسی بے حیائی کی بات کی شہرت کرنا سب اس کو جانتے ہیں کس قدر بے غیرتی کی بات ہے مگر افسوس ہے کہ عین وقت پر کسی کو ناگوار نہیں معلوم ہوتا۔ دولہا سے بعض باتیں بے حیائی کی پوچھی جاتی ہیں جس کا گناہ اور بے غیرت ہونا محتاج بیان نہیں۔

اول شب میں بعض علاقوں میں (خصوصاً دیہاتوں میں) تو عورتیں کان لگاتی پھرتی ہیں۔ کیونکہ یہاں پر یہ بھی رسم ہے کہ پہلے رات میں دولہن دولہا سے نہیں بولتی اگر کوئی بولی تو صبح چرچا ہوتا ہے کہ ایسی بے شرم ہے کہ ساری رات میاں سے بولتی رہی۔ اور بعض رسمیں (اور باتیں) تو ایسی ہیں کہ ان کا ذکر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ (التبلیغ)

حضرت سید صاحب اور مولانا عبدالحئی صاحب کا واقعہ

فرمایا کہ جب حضرت سید صاحب بریلوی کا عقد ہو گیا (یعنی شادی ہو گئی) تو آپ نے رات گھر میں رہنے کی اجازت چاہی کیونکہ شادی سے پہلے تو باہر ہی سویا کرتے تھے۔ رات ختم

ہونے کے بعد صبح کو حضرت کو غسل کرنے میں ذرا دیر ہوگئی اور جماعت کی دوسری رکعت میں آ کر شامل ہوئے نماز ختم ہونے کے بعد مولانا عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ لوگ اتباع سنت کا بڑا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور تکبیر اولیٰ تو الگ رہی نماز کی رکعتیں تک چھوڑتے ہیں کیا اور سویرے جلدی غسل کرنے کا انتظام نہیں ہو سکتا تھا؟ اس پر سید صاحب نے مولانا عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جو کہ سید صاحب کے مرید تھے نہایت نرمی سے فرمایا کہ مولوی صاحب آئندہ ایسا نہیں ہوگا مجھ سے بڑی کوتاہی ہوئی۔

حضرت (تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ میری رائے میں جب اصرار کرتا ہوا دیکھے تب ادب سے کہہ دے۔ اور اگر نازک مزاج ہو تو نہ کہے کہ برا مانے گا۔

☆☆☆

باب:۲۱

دعوت ولیمہ

ولیمہ کے فوائد وحدود

ایک جدید نعمت کا حاصل ہونا شکر سرور وخوشی کا سبب ہے اور آدمی کو مال خرچ کرنے پر آمادہ کرتا ہے اور اس خواہش کی پیروی کرنے سے سخاوت کی عادت وخصلت پیدا ہوتی ہے اور بخل کی عادت جاتی رہتی ہے اس کے علاوہ بہت سے فوائد ہیں اس سے بیوی اور اس کے کنبہ کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک پایا جاتا ہے کیونکہ اس کے مال کا خرچ کرنا اور لوگوں کو اس کے لیے جمع کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ خاوند کے نزدیک بیوی کی وقعت ہے۔

اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے اس کی طرف رغبت اور حرص دلائی اور خود بھی اس کو عمل میں لائے اور آنحضرت ﷺ نے ولیمہ کی بھی کوئی حد مقرر نہیں کی مگر اوسط درجہ کی حد بکری ہے۔

اور آپ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ولیمہ میں لوگوں کو ملیدہ کھلایا تھا اور آپ نے بعض اپنی بیویوں کا ولیمہ دو مد جو سے بھی کیا ہے اور آپ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو ولیمہ مسنون میں بلایا جائے تو چلا جائے۔ (المصالح العقلیہ ص ۲۲۱)

ولیمہ کا مسنون طریقہ

ولیمہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ بلا تکلف وبلا تفاخر (بغیر فخر کے) اختصار کے ساتھ جس قدر میسر ہو جائے اپنے خاص لوگوں کو کھلا دے۔ (اصلاح الرسوم)

مسنون ولیمہ کے حدود وشرائط

ولیمہ اسی حد تک مسنون ہے جس کو اسلام نے متعین کر دیا ہے۔ (۱) جس میں غربا بھی ہوں۔ (۲) اور حسب طاقت (اپنی حیثیت کے مطابق ہو)۔ (۳) سودی قرض سے نہ کیا گیا ہو۔ (۴) ریا اور سمعہ (ناموری) کا دخل نہ ہو (۵) تکلفات نہ ہوں۔ (۶) خالصاً لوجہ اللہ ہو وہ ولیمہ مسنون ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ

حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ قدرے جو کا کھانا تھا اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ولیمہ میں ایک بکری ذبح ہوئی تھی اور گوشت روٹی لوگوں کو کھلائی گئی تھی اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا (کا ولیمہ اس طرح ہوا تھا کہ) جو کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس تھا سب جمع کر لیا گیا یہی ولیمہ تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (اپنے ولیمہ کی بابت فرماتی ہیں کہ) نہ اونٹ ذبح ہوا نہ بکری' سعد بن عبادہ کے گھر سے دودھ کا ایک پیالہ آیا تھا بس وہی ولیمہ تھا۔ (اصلاح الرسوم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ولیمہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولیمہ کیا اور ولیمہ میں یہ سامان تھا چند صاع جو ساڑھے تین سیر کے قریب ہوتا ہے اور کچھ خرمہ اور کچھ مالیدہ۔ (اصلاح الرسوم)

دعوت حلال مال سے کرو اگرچہ دال روٹی ہو

دعوت میں اس کی ہمیشہ رعایت کرو کہ حلال کھانا کھلاؤ خود حرام کھاؤ تو دوسرے کو تو نہ کھلاؤ۔ دیکھو حرام کھانے سے دل میں ظلمت (تاریکی) ہوتی ہے اور اہل اللہ کو پتہ بھی چل جاتا ہے اور ان کو سخت تکلیف ہوتی ہے حتی کہ کبھی قے ہو جاتی ہے جیسے مولانا ظفر حسین صاحب کاندھلوی کی مشہور کرامت تھی کہ مولانا کو مشتبہ کھانا کبھی ہضم نہیں ہوا اسی وقت نکل جاتا ورنہ ظلمت اور پریشانی دل کو تو ضرور ہوتی ہے۔

کھانا تو ایسا ہونا چاہیے جس میں (حرام کا شبہ) نہ ہو کیونکہ دعوت واجب تو ہے نہیں مستحب ہے اور حرام کھانا کھلانا حرام ہے تو جس کے پاس حلال کھانا نہ ہو اس کو کسی کی دعوت نہیں کرنا چاہیے اور اس کی ضرورت ہی کیا ہے کہ کھانا مرغن ہی (بریانی وغیرہ) کھلاؤ۔ سادہ کھلاؤ مگر حلال ہو (اگر حرام مال ہو تو) کسی مسلمان بھائی کو مت کھلاؤ کوئی خود گوہ کھائے مگر دوسروں کو تو نہ کھلائے۔ (تعظیم الشعائر سنت ابراہیم)

ذلت اور بدنامی کے ڈر سے مہمان نوازی کرنے کا حکم

کسی نے عرض کیا کہ خلوص کے خلاف محض تکلیف کی وجہ سے کسی کی مہمانی وغیرہ کرنا کیسا ہے؟ فرمایا تحصیل جاہ (محض عزت اور بڑائی) کے لیے تو حرام ہے اور اگر ذلت کے دفع

(مٹانے) کے لیے ہوتو مضائقہ نہیں مگر شرط یہ ہے کہ تحمل (حیثیت) سے زیادہ نہ ہو کہ مدیون یا مقروض ہو جائے۔ (احسن العزیز)

ولیمہ کی ایک آسان صورت

اب ولیمہ کا قصہ سنیے میں نے کسی کی دعوت نہیں کی کھانا پکوا کر گھروں میں بھیج دیا ایک عورت نے کھانا واپس کر دیا کہ یہ کیسا ولیمہ ہے۔ میں نے کہا نہیں قبول کرتیں ان کی قسمت جانے دو ان کا خیال یہ تھا کہ یہ منائیں گے خوشامد کریں گے مگر ہمیں ضرورت ہی کیا تھی گھر سے کھلائیں اور الٹی خوشامد کریں۔

صبح کو وہی بی بی آئیں اور کہنے لگیں کہ رات کا کھانا لاؤ میں نے کہا کہ وہ تو رات ہی کو ختم ہو گیا تھا یہ سن کر وہ بڑی دل گیر اور (رنجیدہ) ہوئیں کہ میری ایسی قسمت کہاں تھی کہ ایسی برکات کا کھانا نصیب ہوتا ان دنیا داروں کا دماغ یوں ہی درست ہوتا ہے اہل دین کو قدرے استغنا برتنا چاہیے ان کو جتنا زیادہ چٹوا تنا ہی زیادہ اینٹھ مروڑ کرتے ہیں۔ (الافاضات الیومیہ)

ناجائز ولیمہ

ولیمہ مسنون ہے وہ خلوص نیت واختصار کے ساتھ نہ کہ فخر واشتہار کے ساتھ ورنہ ایسا ولیمہ بھی جائز نہیں حدیث میں ایسے ولیمہ کو شر الطعام فرمایا گیا ہے نہ ایسا ولیمہ جائز نہ اس کا قبول کرنا جائز اس سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ برادری کو اکثر کھانے جو کھلائے جاتے ہیں ان کا کھانا کھلانا کچھ جائز نہیں دین دار کو چاہیے کہ نہ خود ان رسموں کو کرے اور جس تقریب میں یہ رسمیں ہوں ہرگز وہاں شریک نہ ہو صاف انکار کر دے برادری کنبہ کی رضامندی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے مقابلہ میں کچھ کام نہ آئے گی۔ (اصلاح الرسوم)

بدترین ولیمہ

ولیمہ سنت ہے لیکن بعض صورتوں میں اسکی ممانعت بھی ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں شَرُّ الطَّعَامِ الْوَلِيْمَةُ يُدْعٰى لَهَا الْاَغْنِيَاءَ وَيُتْرَكُ لَهَا الْفُقَرَاءُ یعنی کھانوں میں برا کھانا اس ولیمہ کا ہے جس میں امراء کو بلایا جائے اور فقراء کو چھوڑ دیا جائے۔

ولیمہ سنت ہے لیکن اس عارض کی وجہ سے شر (برا) ہو گیا افسوس آج کل اکثر ولیمے اسی قسم

کے ہوتے ہیں جن میں محض برادری کے معززین کو بلایا جاتا ہے اور غرباء کو نہیں پوچھا جاتا ہے۔ بلکہ اس جگہ سے نکال دیا جاتا ہے حالانکہ جن فقراء کو ولیمہ سے نکالا جاتا ہے ان کی نسبت رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَاءِ کُمْ تمہاری جو مدد کی جاتی ہے اور تمہیں جو رزق دیا جاتا ہے وہ فقراء وضعفاء کی وجہ سے تو دیا جاتا ہے پس نہایت بے حیائی ہے کہ جن کی وجہ سے رزق دیا گیا ہے انہیں اس رزق سے دھکے دیئے جائیں ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اگر مخلوق میں ایسے بوڑھے نہ ہوتے جن کی کمریں جھک گئی ہیں اور بہائم (جانور) نہ ہوتے اور شیر خوار بچے نہ ہوتے تو تم پر عذاب کی بارش ہوتی معلوم ہوا کہ عذاب خداوندی سے بوڑھوں اور بچوں اور بہائم وغیرہ کی وجہ سے بچے ہوئے ہیں۔ (سنت ابراہیم)

بدترین اور ناجائز ولیمہ میں شرکت کرنا جائز نہیں

ایک حدیث میں شرکت کرنے والوں کے لیے بھی صاف ممانع میں فرمایا گیا ہے:

نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ طَعَامِ الْمُتَبَارِيَيْنِ اَنْ يُّؤْكَلَ (رواہ ابوداؤد مرفوعًا)

''یعنی رسول اللہ ﷺ نے ایسے دو شخصوں کا کھانا کھانے سے منع فرمایا ہے جو باہم فخر لیے کھانا کھلاتے ہیں یہ کھانا ناجائز ہے۔''

جتنے لوگوں کی دعوت ہے اس سے زائد لوگوں کو لے کر پہنچ جانا جائز نہیں

آج کل لوگ کیا کرتے ہیں کہ دعوت میں اپنے ساتھ بغیر بلائے دو دو اور تین تین آدمی ساتھ لے جاتے ہیں اور اپنے تقویٰ کے لیے میزبان سے پوچھ لیتے ہیں کہ بھائی ہمارے ساتھ دو اور ہیں یا تین اور ہیں اور دلیل پکڑ لیتے ہیں اس حدیث سے کہ ایک صحابی نے حضور ﷺ کی دعوت کی راستہ میں ایک آدمی باتیں کرتا ہوا ساتھ ہولیا جب میزبان کے دروازے پر پہنچے تو میزبان سے دریافت کیا کہ ایک آدمی میرے ساتھ زائد ہے کہو تو آئے ورنہ لوٹ جائے میزبان نے بخوشی منظور کرلیا۔

لوگ اس حدیث سے تمسک کرتے ہیں حالانکہ یہ قیاس مع الفارق ہے جہاں یہ دیکھا کہ حضور ﷺ نے اپنے ساتھی کے لیے پوچھ لیا تھا یہ بھی تو دیکھا ہوتا کہ پوچھنے سے پہلے حضور ﷺ نے ان میں کیا مذاق (اور کیسا بے تکلف مزاج) پیدا کر دیا تھا وہ مذاق آزادی کا تھا۔

میں ایک نظیر اس بات کی بیان کرتا ہوں کہ حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم میں آزادی کا مذاق کس طرح پیدا کر دیا تھا وہ اتنی بڑی نظیر ہے کہ جس کے قریب بھی آج کل نہیں مل سکتی وہ یہ ہے۔

مسلم شریف میں ہے کہ ایک فارسی شوربہ (سالن) نہایت اچھا پکاتا تھا ایک دن حضور ﷺ کے دربار میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آج میں نے بہت اچھا شوربہ پکایا ہے نوش فرما لیجئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اس شرط کے ساتھ کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی شریک ہوں گی وہ کہتا ہے کہ نہیں غور کیجئے حضرت عائشہ حضور ﷺ کی محبوبہ ہیں ان کے لیے بھی کس آزادی کے ساتھ انکار کر دیا یہ مذاق (اور مزاج) کس کا پیدا کیا ہوا تھا؟ حضور ہی کا اسی مذاق کے بھروسہ پر حضور ﷺ نے اپنے میزبان سے اپنے ساتھی کے لیے پوچھا تھا اور حضور ﷺ کو پورا اطمینان تھا کہ اگر جی چاہے گا تو منظور کر لے گا ورنہ انکار کر دے گا آج کل یہ بات کہاں۔

پس جو شخص ہم سے مغلوب ہوا اور جس کے بارے میں یقین نہ ہو کہ اگر جی نہ چاہا تو کچھ لحاظ نہ کرے گا اور آزادی سے انکار کر دے گا اس سے اس طرح پوچھنا کب جائز ہے؟ اور اگر ایسے پوچھنے پر وہ اجازت بھی دے دے تو وہ اجازت عندالشرع ہرگز معتبر نہیں نہ اس پر عمل جائز ہے۔ (احسن العزیز)

جتنوں کی دعوت ہو اس سے زائد یا اپنے ساتھ بچوں وغیرہ کو لے جانا جائز نہیں

دعوت ہو کم آدمیوں کی اور آئیں زیادہ یہ مرض بھی کچھ عام سا ہو رہا ہے کہ اکثر لوگ شادی بیاہ میں اس کی پرواہ نہیں کرتے خواہ اہل خانہ کے یہاں اتنا سامان بھی نہ ہو ایک ظریف آدمی تھے انہوں نے جو دیکھا کہ شادی بیاہ وغیرہ عام دعوتوں میں ایک ایک آدمی دو دو کو ضرور ساتھ لے جاتے ہیں انہوں نے کیا دل لگی کی کہ ایک دفعہ جو دعوت میں گئے تو ایک بچھڑے (گائے کے بچے) کو بھی ساتھ لے گئے اور جب کھانا رکھا جانے لگا تو انہوں نے بچھڑے کے حصے کی بھی پلیٹ رکھوائی لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ یہ کیا حرکت ہے؟ انہوں نے کہا بھائی اور لوگ تو اپنی اولاد کو لاتے ہیں میری کوئی اولاد نہیں میں اس کو عزیز رکھتا ہوں میں اس کو لایا ہوں' غرض سب شرمندہ ہوئے اور اس رسم کو موقوف کیا گیا۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ دعوت میں ایک آدمی ویسے

(بلا دعوت) کے چلے گئے آپ نے مکان پر پہنچ کر صاحب خانہ سے صاف فرمایا کہ یہ ایک آدمی ہمارے ساتھ ہولیا ہے اگر تمہاری اجازت ہو تو آئے ورنہ چلا جائے صاحب خانہ نے اس کی اجازت دے دی اور وہ شریک ہوگیا۔

رہا یہ شبہ کہ شاید آنحضرت ﷺ کے لحاظ سے اس نے اجازت دے دی ہو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے امور میں رسول اللہ ﷺ نے اس قدر آزادی دے رکھی تھی کہ جس کا جی چاہتا قبول کرتا تھا اور جس کا جی چاہتا تھا انکار کر دیتا تھا چنانچہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا قصہ مشہور ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا چونکہ جانتی تھیں کہ آنحضرت ﷺ سفارش میں بوجھ نہیں ڈالتے اس لیے انہوں نے پوچھا کہ آپ حکم فرماتے ہیں یا سفارش۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حکم نہیں دیتا سفارش کرتا ہوں اس پر بریرہ رضی اللہ عنہا نے انکار کر دیا چونکہ معلوم تھا کہ آپ ناخوش نہ ہوں گے انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ (حقوق وفرائض)

سود خور اور بدعات ورسوم کرنے والے کی دعوت کا حکم

سوال: اس مقام پر اکثر لوگ سود لیتے ہیں اور وہ لوگ کاشت بھی کرتے ہیں بعض کے یہاں آدھی آمدنی حلال اور آدھی حرام ہے۔ اور کہیں آدھی سے زیادہ حلال ہے اور آدھی سے کم حرام، اور بعض اس کا الٹ۔

ان لوگوں کے مکان میں پردہ بھی نہیں اور مرجہ میلاد وغیرہ کی مجلسیں بھی کرتے ایسے لوگوں کی دعوت قبول کرنا درست ہے یا نہیں۔ لیکن اکثر ایسی مجلسوں میں جانے سے بعض لوگوں کی اصلاح بھی ہوتی ہے۔

الجواب: بے پردگی اور مرجہ مجلس میلاد اور تمام معاصی اور بدعات کو اموال کی حرمت (یعنی ان باتوں کو مال کے حلال وحرام ہونے) میں کچھ دخل نہیں پس اس بنا پر دعوت کا رد کرنا (قبول نہ کرنا) بے اصل ہے البتہ اگر دعوت رد کرنے سے مقصود زجر (تنبیہ) واصلاح کا ہو تو رد کر دیں اور اگر قبول کرنے میں تالیف قلب (ان کے قریب ہونے) اور نصیحت کے قبول کرنے کی امید ہو تو قبول کرنا اولیٰ ہے۔

البتہ سود کے اختلاط کو حرمت میں اثر ہے اگر نصف یا اس سے زائد سود ہے تو سب حرام ہے اور اگر نصف سے کم ہے تو حلال ہے۔ (امداد الفتاویٰ)

جس کی اکثر آمدنی حرام کی ہو اس کی دعوت قبول کرنے کی جائز صورت

سوال: جس کا اکثر مال یا برابر مال حرام ہو اور وہ یہ ظاہر کرے کہ میں اپنے حلال مال سے مہم (دعوت) یا ہدیہ دیتا ہوں تو بغیر کسی شہادت وتصدیق کے محض اس کا بیان قابل اعتبار ہوگا یا نہیں؟

الجواب: اگر قلب اس کے صدق (سچائی) کی شہادت دے تو عمل کرنا جائز ہے ورنہ نہیں البتہ اگر وہ رشوت سے کھلائیں تو نرمی سے عذر کر دیا جائے۔ فی خبر الفاسق بنجاسة الماء و خبر المستور ثم یعمل بغالب الظن (فی الدر المختار و یتحری)

شبہ کی دعوت کا حکم

شبہ کا مال اور شبہ کی دعوت یعنی جہاں حرام آمدنی کا شبہ ہو بچنا لینا چاہیے خصوصاً جہاں دعوت قبول کرنے میں علم کی توہین وذلت ہوتی ہو وہاں تو ہرگز نہ جانا چاہیے۔ (انفاس عیسیٰ)

لیکن بھرے مجمع میں داعی (دعوت دینے والے) کو اس طرح ذلیل کرنا (مثلاً یہ پوچھے کہ دودھ کہاں سے آیا گوشت کس طرح لیا یہ تقویٰ کا ہیضہ ہے) غلو اور دوسرے کو ذلیل کرنا ہے جو کہ ناجائز ہے۔ (انفاس عیسیٰ)

جس کی آمدنی پر اطمینان نہ ہو اور شبہ قوی ہو تو کیا کرنا چاہیے

اگر کسی شخص (کی آمدنی) پر اطمینان نہ ہو تو اس کی دعوت ہی منظور نہ کرے لطیف پیرایہ سے (کسی بہانہ سے) عذر کر دے لیکن یہ نہ کہے کہ آپ کی آمدنی حرام ہے اس لیے دعوت قبول نہیں کر سکتا کیونکہ اس عنوان سے اس کی دل شکنی ہوگی۔ (اور فتنہ ہوگا)

اور اگر داعی کی آمدنی کے حرام ہونے کا شبہ قوی ہو تو بہترین صورت یہ ہے کہ مجمع کے سامنے تو بلا شرط قبول کرے پھر تنہائی میں لے جا کر ان سے کہہ دے کہ ذرا کھانے میں اس کی رعایت رکھی جائے کہ تمام سامان (انتظام) تنخواہ کی (یعنی حلال کی) رقم سے کیا جائے۔ (انفاس عیسیٰ)

دعوت میں شریک کرنے کے چند ضروری احکام

(۱) زیادہ تحقیق وتفتیش اور کھود کرید کی ضرورت نہیں مگر تاہم جن لوگوں کے یہاں بظن غالب اکثر آمدنی حرام ہے اور ان کی دعوت قبول کرنا جائز نہیں جیسے رشوت کی آمدنی سو ایسے لوگوں کی

دعوت قبول نہ کرے۔

ہاں اگر غالب (اکثر) مال حلال ہوتو جائز ہے لیکن اگر زجر کے لیے نہ کھائے تو بہتر ہے۔

(۲) اگر معصیت کے مجمع میں دعوت ہوتو قبول نہ کرے اور اگر اس کے جانے کے بعد معصیت کا فعل شروع ہو جائے۔ مثلاً راگ باجا اکثر شادیوں میں ہوتا ہے تو اگر خاص اس جگہ پر ہے جہاں پر یہ بیٹھا ہوا ہے تو چھوڑ کر چلا جائے اور اگر فاصلہ سے ہے تو اگر یہ شخص مقتداء دین ہے تب بھی اس کو وہاں سے اٹھ آنا چاہیے اور اگر مقتداء دین نہیں تو خیر کھا کر چلا آئے۔ (حقوق المعاشرت)

غریبوں کی دعوت میں بھی شرکت کرنا چاہیے

بعض آدمی تکبر کی وجہ سے غریب کی دعوت قبول نہیں کرتے یہ تکبر مذموم اور قبیح ہے ایک حکایت یاد آئی ایک بے چارے غریب نے ایک مولوی صاحب کی دعوت کی مولوی صاحب اس کے ساتھ دعوت کھانے جا رہے تھے راستہ میں ایک رئیس صاحب نے پوچھا مولوی صاحب کہاں تشریف لے چلے؟ مولوی صاحب نے جواب دیا اس سقے نے دعوت کی ہے اس کے یہاں جا رہا ہوں رئیس صاحب ملامت کرنے لگے کہ مولوی صاحب آپ نے تو بالکل ہی بات ڈبو دی اور ایسی ذلت اختیار کی (کہ سقے کے ہاں بھی دعوت کھانے کو چل دیئے) مولوی صاحب نے ایک لطیفہ کیا اس سقے سے فرمایا کہ بھائی اگر ان کو بھی دعوت میں لے چلو تو چلتا ہوں ورنہ میں بھی نہیں چلتا اب وہ سقہ امیر صاحب کے پیچھے پڑ گیا منت وسماجت کرنے لگا پہلے تو عذر کئے مگر خوشامد عجیب چیز ہے پھر اور لوگ بھی جمع ہو گئے اور مجبور کرنے لگے لامحالہ جانا پڑا وہاں جا کر دیکھا کہ غریب لوگ جس تعظیم وتکریم اور عزت سے پیش آتے ہیں وہ امیروں اور نوابوں کے یہاں خواب میں نہیں دیکھائی دیتی تو صاحب) قائل ہو گئے کہ واقعی جو راحت عزت اور محبت غریبوں سے ملنے میں ہے وہ امیروں سے ملنے میں قیامت تک نہیں اس لیے غریب لوگ اگر دعوت کریں تو صاحب ثروت (مالدار شخص) کو جاہ وتکبر کی وجہ سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔ (حقوق وفرائض)

دعوت قبول کرنے میں کوئی مباح شرط لگانا

حدیث میں ہے کہ ایک فارس کے رہنے والے شخص نے حضور ﷺ کی دعوت کی آپ ﷺ نے فرمایا میں اور عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں چلیں گے فارسی نے کہا نہیں (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نہیں) آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں (یعنی میں بھی نہیں جاتا اسی طرح تین بار فرمایا) پھر بعد میں

اس نے آپ کی شرط کو منظور کر لیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں آگے پیچھے ہوتے ہوئے چلے اس نے دونوں کے روبرو چربی پیش کی۔ (مسلم بروایت انس)

فائدہ۔ اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ اگر دعوت کی منظوری کو کسی جائز شرط سے مشروط کرے تو یہ امر نہ مسلمان کے حق کے منافی ہے اور نہ حسن اخلاق کے۔

جیسا کہ آپ نے یہ شرط لگائی کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھی دعوت کرو تو میں بھی منظور کرتا ہوں اور اسی فارسی کا منظور نہ کرنا شاید اسی وجہ سے ہو کہ کھانا ایک ہی شخص کو کافی ہوگا زیادہ کو نہ ہوگا۔ اس نے چاہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شکم سیر یعنی خوب سیر ہو کر کھالیں۔ پھر آخر میں منظور کر لینا اس خیال سے ہو کہ آپ کی تطییب قلب دل کو خوش کرنا آپ کے شبع (یعنی سیراب ہونے) سے اہم ہے اور اس وقت تک حجاب نازل نہ ہوا ہوگا۔ (التشرف معرفت احادیث التصوف)

دعوت میں شادی میں غریبوں کے تکبر اور نخرے

بعض لوگوں کو خبط ہوتا ہے کہ وہ اپنے غریب اور مفلوک الحال ہونے پر فخر کیا کرتے ہیں۔ اور امیری (مالداری) میں عیب نکالا کرتے ہیں امیر آدمی اگر فخر کرے تو ایک حد تک بجا بھی ہے کیونکہ اس کے پاس فخر کا سامان موجود ہے۔ اور غریب آدمی جس کے کھانے کو نہ ٹکڑا نہ پہننے کو لنگوٹا وہ کس چیز پر فخر کرے پھر لطف یہ کہ یہ فخر قولاً نہیں بلکہ عمل میں بھی اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔

چنانچہ کبھی شادی وغیر کا موقع ہوتا ہے تو ہم نے ان غریبوں ہی کو زیادہ بیٹھتے ہوئے دیکھا ہے انہیں کو سب سے زیادہ نخرے اور ناز سوجھتے ہیں اور اس کی یہ بھی وجہ ہوتی ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اگر میں ایسا نہ کروں تو لوگ مجھے ذلیل سمجھیں گے اور یہ خیال کریں گے کہ یہ شخص ہماری دعوت کا منتظر ہی بیٹھا تھا۔

اسی طرح ان غریبوں کا ایک اور مقولہ مشہور ہے کہتے ہیں کہ کوئی مال میں مست ہے کوئی کھال میں مست ہے ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ کھال میں مست ہونے کے کیا معنی لیکن خیر انہوں نے اتنا تو اقرار کیا کہ ہم میں عقل نہیں کیونکہ اپنے کو مست کہا اور مستی عقل کے خلاف ہوتی ہے اور اگر عقل ہوتی تو ایسی حرکت ہی کیوں کرتے حدیث میں آیا ہے کہ خدا تعالیٰ کو تین آدمیوں سے سخت بغض ہے۔ (جن میں) ایک وہ شخص ہے جو کہ غریب ہو اور تکبر کرے گو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے مخص تیرے پاس ہے کیا چیز کہ جس پر تو تکبر کرتا ہے۔ (آداب انسانیت)

باب:۲۲

تعدد ازواج

کئی شادیاں کرنے کا بیان

فصل (تعدد ازواج کا باعث اور محرک)

تقویٰ ایک ایسی پیاری چیز ہے کہ اس کا خیال ہر انسان کو سب باتوں سے مقدم رکھنا چاہیے قدرت نے بعض آدمیوں کی بہ نسبت بعض آدمیوں کو زیادہ قوی الشہوۃ بنایا ہے اور ایسے آدمیوں کے لیے ایک عورت کافی نہیں ہوسکتی اور اگر ان کو دوسرا یا تیسرا یا چوتھا نکاح کرنے سے روکا جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تقویٰ کو چھوڑ کر بدکاری میں مبتلا ہو جائیں گے اور زنا ایسی بدکاری ہے جو انسان کے دل سے ہر پاکیزگی اور طہارت کا خیال دور کر دیتی ہے اور اس میں ایک خطرناک زہر پیدا کر دیتی ہے اس لیے ان لوگوں کے لیے جو قوی الشہوۃ (بہت زیادہ شہوت والے) ہیں ضرور ایسا کوئی علاج ہونا چاہیے جس سے وہ زنا جیسی سیاہ کاری میں پڑنے سے بچے رہیں۔ (المصالح العقلیہ)

تعدد ازواج کی ایک اور مصلحت

تعدد ازواج کے روکنے سے بعض اوقات نکاح کی غرض یعنی نسل انسانی کا بقاء یہ غرض حاصل نہیں ہوسکتی مثلاً اگر عورت بانجھ ہے اور اس کا بانجھ پن نا قابل علاج ہو تو تعدد ازواج کی ممانعت کی صورت میں قطع نسل لازم آئے گا یہ بیماری عورتوں میں بہت زیادہ پائی جاتی ہے اور تعدد ازواج کے سوا کوئی راہ نہیں جس سے یہ کمی پوری ہوسکے بقاء نسل کا ذریعہ صرف یہی ہے کہ ایسی عورتوں میں مرد کو نکاح ثانی کی اجازت دی جائے۔ (المصالح العقلیہ)

اگر عورت کو کوئی ایسی بیماری لاحق ہو جائے جو اس کو ہمیشہ کے لیے یا بڑے بڑے وقفوں کے لیے نا قابل کر دے یعنی اس قابل نہ رہنے دے کہ خاوند اس سے (خصوصی) تعلقات قائم کر سکے تو کوئی وجہ نہیں کہ مرد نکاح کی اصلی غرض کو دوسرے نکاح سے نہ پورا کرے۔ (المصالح العقلیہ)

حضرت حاجی نے آخر عمر میں نکاح (ثانی) کیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت پیرانی صاحبہ (پہلی بیوی) نابینا ہوگئی تھیں یہ بی بی حضرت کی بھی خدمت کرتی تھی اور پیرانی صاحبہ کی بھی۔ ان

واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ عورت محض شہوت کے لیے تھوڑی کی جاتی ہے اور بھی مصلحتیں اور حکمتیں ہیں۔ (حقوق الزوجین)

دوسری شادی کے جواز میں مرد وعورت دونوں کی مصلحت ہے

ہر ملک میں مردوں کی بہ نسبت عورتوں کے قوی (اعضا) بڑھاپے سے جلدی متاثر ہوتے ہیں پس جہاں مرد کے قوی بالکل محفوظ ہوں جیسا کہ اکثر حالات میں ہوتے ہیں اور عورت بوڑھی ہو چکی ہو دوسری عورت سے نکاح کرنا بعض حالات میں مرد کے لیے ایسا ہی ضروری ہوگا جیسا کہ پہلے کسی وقت پہلی عورت سے نکاح کرنا ضروری تھا۔

جو قانون تعدد ازواج (کئی بیویوں کے کرنے سے) روکتا ہے وہ مردوں کو جن کے قوی خوش قسمتی سے بڑھاپے کی عمر تک محفوظ رہیں یہ راہ بتاتا ہے کہ وہ ان قوی کے تقاضے کو زنا کے ذریعے سے پورا کریں۔

قدرت نے عورت کو وہ سامان دیے ہیں کہ جو مرد کے لیے باعث کشش ہیں اور مرد عورت کے تعلقات میں ان اسباب کی موجودگی ایک نہایت ضروری امر ہے اور صرف اسی صورت میں نکاح بابرکت ہوسکتا ہے کہ عورت میں ایسے سامان کشش موجود ہوں اور اگر عورت میں ایسے سامان موجود نہ ہوں یا کسی طرح سے جاتے رہیں تو مرد کا عورت سے وہ تعلق نہیں ہوسکتا ایسی صورت میں اگر خاوند کو دوسری شادی کی اجازت نہ دی جائے تو یا تو وہ کوشش کرے گا کہ کسی طرح اس عورت سے نجات حاصل کرے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو بدکاری میں مبتلا ہوگا اور ناجائز تعلقات پیدا کرے گا کیونکہ جب عورت کی رفاقت سے اسے وہ خوشی حاصل نہ ہوسکے جس کے حاصل ہونے کا تقاضا انسانی فطرت کرتی ہے تو مجبوراً اس خوشی کے حاصل کرنے کے لیے وہ اور ذریعے تلاش کرے گا۔ (المصالح العقلیہ)

تعدد ازواج کی ضرورت

عورت ہر وقت اس قابل نہیں ہوتی کہ خاوند اس سے ہم بستر ہوسکے کیونکہ اول تو لازمی طور پر ایک مہینہ میں کچھ دن ایسے آتے ہیں یعنی ایام حیض جن میں مرد کو اس سے پرہیز کرنا چاہیے دوسرے ایام حمل عورت کے لیے ایسے ہیں خصوصاً اس کے پچھلے مہینے جن میں عورت کو اپنے اور اپنے جنین (بچہ) کی صحت کے لیے ضروری ہے کہ وہ مرد کی صحبت سے پرہیز کرے اور یہ صورت

کئی ماہ تک رہتی ہے پھر جب وضع حمل ہوتا ہے تو پھر بھی کچھ مدت تک عورت کو مرد کی صحبت سے پرہیز کرنا لازمی ہے اب ان اوقات میں عورت کے لیے تو یہ قدرتی موانع واقع ہو جاتے ہیں مگر خاوند کے لیے کوئی امر مانع نہیں ہوتا تو اب اگر کسی مرد کو شہوت کا غلبہ ان اوقات میں ہو تو سوائے تعدد (دوسری بیویوں کے) اس کا کیا علاج ہے اگر ان اوقات میں یا اس قسم کے دوسرے وقفات میں دوسری عورت سے نکاح کی اجازت نہ دی جائے تو پھر اس خواہش کو پورا کرنے کے لیے وہ ضرور ناجائز ذرائع استعمال کریں گے۔ (المصالح العقلیہ)

تعدد ازواج عقلی نقطہ نظر سے تاریخ کی روشنی میں

خود عورتوں کو بعض وقت ایسی مجبوریاں آ پڑتی ہیں کہ اگر ان کے لیے یہ راہ کھلی نہ رکھی جائے کہ وہ اس سے مردوں سے نکاح کر لیں جن کے گھروں میں پہلے سے عورتیں موجود ہیں تو اس کا نتیجہ بدکاری ہوگا کیونکہ ہر سال دنیا کے کسی نہ کسی حصہ میں لاکھوں مردوں کی جانیں لڑائیوں میں تلف ہو جاتی ہیں اور عورتیں بالکل محفوظ رہتی ہیں اور ایسے واقعات ہمیشہ پیدا ہوتے رہتے ہیں اور جب تک دنیا میں مختلف قومیں آباد ہیں ایسے واقعات ہمیشہ پیدا ہوتے رہیں گے اور ہمیشہ مردوں کی تعداد میں کمی ہو کر عورتوں کی تعداد بڑھ جائے گی اب یہ عورتیں جو مردوں کی تعداد سے زیادہ ہوں گی ان کے لیے کیا سوچا گیا ہے تعدد ازواج کی ممانعت کی صورت میں ان کا کیا حال ہوگا؟ کیا ان کو یہی جواب نہ ملے گا کہ جس کے دل میں مرد کی طرف وہ خواہش پیدا ہو جو قدرت نے انسانی فطرت میں رکھی ہے وہ ناجائز طریقوں سے اس کو پورا کرے تعدد ازواج کے سوا کوئی راہ نہیں جو ان ضروریات کو پورا کر سکے۔

برطانیہ کلاں میں بوئروں کی جنگ سے پہلے بارہ لاکھ اٹھتر ہزار تین سو پچاس عورتیں ایسی تھیں جن کے ایک بیوی والے قاعدہ کی رو سے کوئی مرد مہیا نہیں ہو سکتا۔

فرانس میں ۱۹۰۰ء کی مردم شماری میں ہر ہزار مرد کے لیے ایک ہزار بتیس عورتیں موجود تھیں گویا کل آبادی میں آٹھ لاکھ ستاسی ہزار چھ سو اڑتالیس عورتیں ایسی تھیں جن سے شادی کرنے والا کوئی مرد نہ تھا۔

سویڈن میں ۱۹۰۱ء کی مردشماری میں ایک لاکھ بائیس ہزار آٹھ سو ستر عورتیں اور ہسپانیہ میں ۱۸۹۰ء میں چار لاکھ ستاون ہزار دو سو باسٹھ عورتیں اور آسٹریلیا میں ۱۸۹۰ء میں چھ لاکھ چوالیس

ہزار سات سو چھیانوے عورتیں مردوں سے زیادہ تھیں۔

اب ہم سوال کرتے ہیں کہ جو قوانین انسانوں کی ضروریات کے لیے تجویز کئے جاتے ہیں وہ انسانوں کی ضروریات کے مطابق بھی ہونے چاہئیں یا نہیں اس پر فخر کرنا تو آسان ہے کہ ہم تعدد ازواج کو برا سمجھتے ہیں مگر یہ بتا دیا جائے کہ کم از کم ان چالیس لاکھ عورتوں کے لئے کون سا حل تجویز کیا گیا ہے کیونکہ ایک بیوی کے قاعدہ کی رو سے یورپ میں تو ان کو خاوند مل نہیں سکتے۔

وہ قانون جو تعدد ازواج کو منع کرتا ہے ان چالیس لاکھ عورتوں کو یہ کہتا ہے کہ اپنی فطرت کے خلاف چلیں اور ان کے دلوں میں مردوں کی کبھی خواہش پیدا نہ ہو لیکن یہ تو ناممکن ہے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ ناجائز طریقہ اختیار کریں گی زنا کی کثرت ہوگی اور یہ محض خیال نہیں واقعی امر ہے اور یہ سب تعدد ازواج کی مخالفت کا نتیجہ ہے۔

صرف چار تک بیویاں رکھنے کی اجازت کیوں

اب رہی یہ بات کہ چار سے زائد عورتیں نکاح میں لانا کیوں ناجائز ہے تو غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ضروری تھا کہ بیویاں کرنے کی ایک خاص حد ہوتی ورنہ اگر حد مقرر نہ ہوتی تو لوگ حد اعتدال سے نکل کر سینکڑوں بیویاں کرنے کی نوبت تک پہنچ جاتے اور ایسا کرنے سے ان بیویوں پر اور خود اپنی جانوں پر ظلم اور بے اعتدالیاں کرتے اور ضرورت چار سے پوری ہوگئی تھی اس لیے زائد کو ناجائز قرار دیا۔ (المصالح العقلیہ)

چار نکاح سے متجاوز نہ ہونے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ عورت کا فی نفسہ حق قضا وطر (خواہش پوری کرنا) اور نکاح کی اصلی مصلحت (یعنی اولاد حاصل کرنا جو حمل قرار پانے پر موقوف ہے) وہ بھی اس بات کا مقتضی ہے کہ کم از کم ہر طہر میں ایک بار ہم بستری ہو جایا کرے اور صحیح المزاج عورت کو ہر ماہ میں ایک بار حیض ہو کر طہر ہوتا ہے یہ تو عورت کی حالت ہے اور متوسط قوت کا مرد ایک ہفتہ میں ایک بار صحبت کرنے سے صحت محفوظ رکھ سکتا ہے یعنی ایک ماہ میں چار بار قربت کر سکتا ہے پس اس طرح سے اگر چار عورتیں ہوں گی تو ہر عورت سے ایک طہر میں ایک بار صحبت ہوگی اور اس سے زیادہ منکوحات میں یا تو مرد پر زیادہ تعب ہو کر اس میں قوت تولید (پیدائش کی قوت) نہ رہے گی اور یا عورت کا حق ادا نہ ہوگا اور چونکہ قانون عام ہوتا ہے اس لیے کسی خاص مرد کا زیادہ قوی ہونا اس حکمت میں مخل نہیں ہو سکتا البتہ حضور میں چونکہ قوت بھی زیادہ

تھی اور آپ کو عام قوانین سے ممتاز کر کے بہت سی خصوصیات بھی عطا کی گئیں ہیں اس لیے اس حکم میں آپ کو ایک خاص امتیاز عطا فرمایا۔ (بوادر النوارد)

تعدد ازواج (کئی بیویاں)

رکھنے کی بلا قباحت شرعاً اجازت ہے

اس کی اجازت بلا کراہت کے منصوص قطعی (قرآن سے ثابت) ہے اور سلف میں بلا نکیر رائج تھا اس میں کراہت یا حرمت کا اعتقاد یا دعویٰ اور اس کی بناء پر آیات قرآنیہ میں تحریف کرنا سراسر الحاد و بددینی ہے اصل عمل (تعدد ازواج) میں کراہت یا ناپسندیدگی کا شائبہ بھی نہیں اور نہ ہی اس کی صحت عدل کے ساتھ مقید ہے بلکہ اگر عدم عدل (انصاف نہ ہو سکنے) کا یقین بھی ہو تب بھی (نکاح) کی صحت اور نفاذ یقینی ہے بعض قوموں نے یورپ کی دیکھا دیکھی دعویٰ کیا ہے کہ ایک عورت سے زائد دوسری تیسری چوتھی عورت سے نکاح جائز نہیں اور اس کا منشاء محض اہل یورپ کی آراء اور خواہش کا استحسان (اچھا سمجھنا) ہے۔ اور اس دعوے کو زبردستی قرآن میں بھی ٹھونس دیا کہ دو جگہ سے دو آیتیں لیں اور ہر ایک کے معنی میں تحریف کی اسطرح سے اپنا مطلب پورا کیا (لیکن یہ تحریف) سراسر الحاد و بددینی ہے۔ (اصلاح انقلاب، ص ۲۷، ۲۹)

فصل: ۲

تعدد ازواج کی ممانعت

بعض عوارض کی وجہ سے کئی بیویاں کرنے کی شرعی ممانعت

البتہ جب غالب احتمال عدم عدل (انصاف نہ کر سکنے) کا ہو تو اس وقت باوجود فی نفسہ اس کے (جائز) اور پسندیدہ ہونے کے خاص اس عارض کی وجہ سے اس تعدد سے منع کیا جائے گا۔ (جس کی دلیل یہ ہے)

فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً یعنی اگر تم کو اس کا احتمال ہو کہ عدل نہ رکھ سکو گے تو پھر ایک ہی پر بس کرو۔ (۲ ایضاً صفحہ ۲۷)

اگر اندیشہ ہے بیوی کے حق ادا نہ کر سکنے کا خواہ نفس کا حق ہو یا مال کا حق تو ایسے شخص کے

لیے (ایسی صورت میں) یقیناً دوسرا نکاح کرنا ممنوع ہے۔ (۳ ایضاً ۴۰)

عورتوں کی بے اعتدالی کی وجہ سے دوسری بیوی کرنے کی ناپسندیدگی

(اگر مرد سے بے انصافی کا خدشہ نہ ہو) لیکن خود عورتوں کی بے اعتدالیوں کا اندیشہ ہو تو اس وقت تعدد (کئی بیویاں کرنے) سے شرعی ممانعت تو نہیں ہوگی لیکن قواعد شرعیہ کے مطابق ایک ہی (عورت) پر کفایت کرنے کا مشورہ دیا جائے گا اور یہ مشورہ بھی شرعی ہوگا جس طرح حضور ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو یہ مشورہ دیا تھا۔

هَلَّابِكْرًا تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ کیا کوئی کنواری نہیں تھی کہ تم اس سے جی بہلاتے اور وہ تم سے جی بہلاتی۔ (اصلاح انقلاب صفحہ ۲۸)

محض ہوسناکی اور عیش پرستی کی وجہ سے کئی بیویاں کرنے کی مذمت

بعض لوگ باوجود ضرورت نہ ہونے کے ہوسناکی کی وجہ سے کئی کئی بیویاں نکاح میں جمع کر لیتے ہیں اور ان میں عدل ہو نہیں سکتا یا تو اس وجہ سے کہ مرد میں دین یا وسعت کم ہے یا اس وجہ سے کہ عورتوں میں دین یا عقل کم ہے اور عدل نہ رکھنے کی صورت میں مرد پر شریعت کی مخالفت کا الزام (اور نقصان) ظاہر ہے جس سے بچنا لازم ہے اور جہاں غالب گمان انصاف نہ ہو سکنے کا ہو وہاں تو تعدد ازواج (ایک سے زائد بیوی) سے اس بنا پر کہ ناجائز کا مقدمہ ناجائز ہوتا ہے اس تعدد سے بھی احتراز واجب ہوگا۔ (اصلاح انقلاب صفحہ ۲۷)

عدل پر قدرت کے باوجود بغیر ضرورت کے دوسری بیوی کرنے کی مذمت

اور عدل کرنے کی صورت میں مرد پر یہ الزام تو نہیں لیکن پریشانی میں تو پڑ گیا جس کے بڑھ جانے سے بعض اوقات دین میں خلل پڑنے لگتا ہے اور بعض اوقات صحت و عافیت میں (خلل پڑنے لگتا ہے) اور اس کے واسطے سے کبھی دین میں بھی خرابی آجاتی ہے جہاں اس کا ظن غالب ہو (یعنی کئی بیویاں کرنے اور ان میں انصاف کرنے کی وجہ سے خود اس کے پریشانی میں پڑ جانے اور دین میں خرابی آجانے کا ظن غالب ہو) ایسی پریشانی سے بچنا ضروری ہے اور پریشانی کے اسباب سے بھی بچنا ہوگا اور وہ تعدد ازواج (کئی بیویاں کرنا) ہے۔

اگر یہ بچنے کا لزوم واجب شرعی نہ بھی ہوتا تاہم عقل کا مقتضٰی تو ضرور ہے کیونکہ بلاوجہ پریشانی مول لینا عقل کے خلاف ہے۔ (۲ ایضاً صفحہ ۲۷ ج ۲)

فصل (۳) تعدد ازواج کی دشواریاں

دو بیویوں میں نباہ حکومت کرنے سے زیادہ مشکل ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ آدمی کسی پر حاکم ہی نہ ہو یا حکومت سے استعفٰی دے دے اس کو اس صفت کی استعمال کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔

دوسرے یہ کہ ایسے لوگوں پر حاکم ہو جن کے ساتھ عدل و انصاف کرنے میں سیاست و ضابطہ کا برتاؤ کر سکے یہ بھی آسان ہے اس لیے کہ اس شخص کو صرف ایک حکومت کا حق ادا کرنا پڑتا ہے۔ جس میں کوئی چیز روکنے والی نہیں۔

بخلاف ایسے شخص کے جس کی کئی بیویاں ہوں کہ اس کے ماتحت ایسے دو محکوم ہیں جو اس کے محبوب ہیں اور محبوب بھی کیسے جن کے درمیان عدل و انصاف کرنا اسی حالت کے ساتھ خاص نہیں جبکہ ان میں جھگڑا ہو بلکہ اگر وہ خود جھگڑیں بھی نہ تب بھی اس حاکم پر ہر وقت برتاؤ میں ان میں برابری رکھنا واجب ہے پھر اگر جھگڑا ہو تو اس وقت یہ کشاکشی ہوگی کہ اگر ان کی محکومیت کے حق ادا کرتا ہے تو محبوبیت کے حق فوت ہوتے ہیں اور ان دونوں کا جمع کرنا دو متضاد شے (آگ پانی) کے جمع کرنے سے کم نہیں۔ اور نہایت ہی عقل مندی کی اس میں ضرورت ہے کوئی کر کے دیکھے تو معلوم ہو اور اگر حکومت سے سبکدوش ہونا چاہے تو وہ اس لیے مشکل ہے کہ اس کی حقیقت زوجیت کو ختم کرنا ہے (یعنی طلاق دینا ہے) اس کو شریعت مبغوض ٹھہرا رہی ہے۔

پھر اس (حکومت) کے اجلاس کا کوئی وقت متعین نہیں ہر وقت اس کے لیے آمادہ رہنا چاہیے پھر استغاثہ کا انتظار ورنہ خود دست اندازی لازم ہے۔ جس طرح قضاء کا (عہدہ) یعنی حکومت کے قبول کرنے میں حدیث میں نہایت درجہ کی تہدید (دھمکی) ہے یہ بھی اس سے کم نہیں بلکہ میں نے اوپر جو کچھ بیان کیا اس سے تو یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ بعض اعتبار سے یہ قضا سے بھی زیادہ سخت ہے جب اس سے تحذیر (ڈرنے اور بچنے) کا حکم ہے تو اس کی جرات کرنا کب زیبا ہے۔ (۱ اصلاح انقلاب صفحہ ۹۰، ۷۷)

کئی بیویاں کرنے کی نزاکت اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا تجربہ

متعدد بیویوں کے حقوق اس قدر نازک ہیں کہ ہر ایک کا نہ وہاں ذہن پہنچ سکتا ہے اور نہ ان کی رعایت کا حوصلہ ہو سکتا ہے چنانچہ باوجودیکہ رات کو رہنے اور لباس اور کھانے پینے میں برابری کا ہونا سب جانتے ہیں مگر اسکا بھی اہتمام نہیں ہوتا باقی ان مسائل کا تو کون خیال کرتا ہے جس کو فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر ایک بی بی کے پاس مغرب کے بعد آجاتا ہے اور دوسری کے پاس عشا کے بعد تو اس نے عدل کے خلاف کیا ہے۔

اور لکھا ہے کہ ہر ایک کی باری میں دوسری سے صحبت جائز نہیں اگرچہ دن ہی ہو اور لکھا ہے کہ ایک ایک کی میں دوسری کے پاس جانا بھی نہ چاہیے اور لکھا ہے کہ اگر مرد بیمار ہو گیا اور اس وجہ سے دوسری کے پاس نہیں جا سکتا اس لیے ایک ہی کے پاس رہا تو صحت کے بعد اتنی مدت تک دوسری کے پاس رہنا چاہیے اور لینے دینے میں برابری کرنے کی جزئیات بھی اس قدر دقیق ہیں کہ ان کی رعایت کرنا ہر شخص کا کام نہیں۔

مجھ کو اس قدر دشواریاں اس میں پیش آئیں ہیں کہ اگر علم دین اور حسن تدبیر حق تعالیٰ نہ عطا فرماتے تو ظلم سے بچنا مشکل تھا سو ظاہر ہے کہ اس مقدار میں علم اور اس قدر اہتمام کا عام ہونا بہت مشکل ہے نیز ہر شخص کو نفس کا مقابلہ کرنا بھی مشکل کام ہے (ایسے حالات میں) اب تعدد ازواج (کئی بیویاں رکھنا) بجز اس کے حق ضائع کر کے گنہگار ہوں کیا نتیجہ ہو سکتا ہے۔

یہ (مذکورہ بالا) حقوق تو واجب تھے بعض حقوق مروت کے ہوتے ہیں گو واجب نہیں ہوتے مگر ان کی رعایت نہ کرنے سے دل شکنی ہوتی ہے جو رفاقت کے حقوق کے خلاف ہیں ان کی رعایت اور بھی دقیق ہے غرض کوئی شخص واقعات و معاملات کے احکام علما سے پوچھے اور پھر عمل کرے تو نانی یاد آجائے گی اور تعدد ازواج سے توبہ کرلے گا۔ (اصلاح انقلاب صفحہ ۸۴)

بغیر سخت مجبوری کے دوسری شادی کرنے کا انجام

موجودہ حالات میں بغیر سخت مجبوری کے دوسرا نکاح ہرگز نہ کرنا چاہیے اور مجبوری کا فیصلہ نفس سے نہ کرانا چاہیے بلکہ عقل سے کرانا چاہیے بلکہ عقلاء کے مشورہ سے کرانا چاہیے۔

اور پختگی سن (عمر ڈھل جانے کے بعد) دوسرا نکاح کرنا پہلی منکوحہ کو بے فکر ہو جانے کے بعد اس کو فکر میں ڈالنا ہے اور جہالت تو اس کا لازمی حال ہے وہ اپنا رنگ لائے گا اور اس رنگ

کے چھینٹے سے نہ ناکح (نکاح کرنے والا مرد) بچے گا نہ منکوحہ ثانیہ (دوسری بیوی) بچے گی خواہ مخواہ غم کے دریا بلکہ کے خون کے دریا میں سب غوطے لگائیں گے خصوصاً جب کہ مرد عالم دین اور متحمل بھی نہ ہو۔ علم نہ ہونے سے تو وہ عدل کی حدود کو نہ سمجھے اور تحمل (برداشت کا مادہ) نہ ہونے سے ان حدود کی حفاظت نہ کر سکے گا اس وجہ سے وہ ضرور ظلم میں مبتلا ہوگا چنانچہ عموماً کئی بیویوں والے لوگ ظلم وستم کے معاصی (گناہ) میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ (۲ ایضاً صفحہ ۸۳ ج ۲)

دو شادی کرنا پل صراط پر قدم رکھنا اور اپنے کو خطرہ میں ڈالنا ہے

مجھے دوسری بیوی کرنے میں بہت ساری مصلحتیں ظاہر ہوئیں مگر یہ مصلحتیں ایسی ہیں جیسے جنت کے راستہ میں پل صراط کو بال سے زیادہ باریک تلوار سے زیادہ تیز جس کو طے کرنا سہل کام نہیں اور جو طے نہ کر سکا وہ سیدھا جہنم میں پہنچا اس لیے ایسے پل پر خود چڑھنے کا ارادہ ہی نہ کرے۔

ان خطرات اور ہلاکت کے موقعوں کو پار کرنے کے لیے جن اسباب کی ضرورت ہے وہ ارزاں (سستے) نہیں ہیں دین کامل عقل کامل نور باطن ریاضت سے نفس کی اصلاح کر چکنا (یہ سب اس کے لیے ضروری ہیں)۔

چونکہ ان سب کا جمع ہونا شاذ ہے اس لیے تعدد ازواج (کئی بیویوں کے چکر میں پڑنا) اپنی دنیا کو تلخ اور برباد کرنا ہے یا آخرت اور دین کو تباہ کرنا ہے۔ (۱ اصلاح انقلاب صفحہ ۹۰)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت اور ایک تجربہ کار کا مشورہ

کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ خود کیوں اس مشورہ کے خلاف کیا (حضرت تھانوی کی دو بیویاں تھیں) بات یہ ہے کہ خلاف کرنے ہی سے یہ مشورہ سمجھ میں آیا ہے اس فعل سے مجھے تجربہ ہو گیا ہے اور تجربہ کار کا قول زیادہ ماننے کے قابل ہے میں اپنے تجربہ کی مدد سے اپنے بھائیوں اور احباب کو اس تعدد سے (کئی بیوی کرنے سے) منع کرتا ہوں اگر میں اس تعدد کو اختیار نہ کرتا تو میرے اس منع کرنے کی زیادہ وقعت آپ لوگ نہ کرتے۔

لیکن اب اس ممانعت کی خاص وقعت (ہو گی لہٰذا) اس ممانعت پر عمل کرنا چاہیے مگر ساتھ ہی احکام شرعیہ میں تحریف نہ کی جائے شرعی حکم تو یہی ہے کہ تعدد ازواج میں نکاح تو منعقد ہر حال میں ہو جاتا ہے خواہ عدل ہو یا نہ ہو لیکن عدل نہ کرنے کے وقت گناہ ہوگا۔ (۱ ملفوظات صفحہ ۱۴۱)

نکاح ثانی کس کو کرنا چاہیے

فرمایا ایک شخص نے مجھ سے عقد ثانی کے متعلق مشورہ کیا تو میں نے کہا کہ تمہارے پاس کتنے مکان ہیں؟ اس نے کہا ایک ہے میں نے کہا تمہارے لیے مناسب نہیں ہے انہوں نے کہا کتنے مکان ہونے چاہئیں میں نے کہا تین ہونے چاہئیں۔ انہوں نے کہا تین کس لئے؟ میں نے کہا تین اس لئے ہونے چاہئیں کہ دو مکان تو دو بیویوں کے رہنے کے لیے اور تیسرا مکان اس لیے کہ جب ان دونوں سے اختلاف ہو جائے تو آپ اس تیسرے مکان میں ان دونوں سے الگ رہیں کیوں کہ جب تم روٹھو گے تو کہاں رہو گے وہ یہ سن کر رک گئے۔ (ملفوظات صفحہ ۱۴۱)

فصل: ۴

ایک ہی بیوی پر اکتفا کرے اگر چہ ناپسند ہو

بہتر طریقہ یہی ہے کہ تعدد (کئی بیویوں) کو اختیار نہ کیا جائے ایک ہی پر قناعت کی جائے اگر چہ ناپسند ہو۔

﴿فَإِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾ (النساء)

''اور اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک شے کو ناپسند کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھ دی ہے۔'' (اصلاح انقلاب صفحہ ۸۵)

پہلی بیوی کی اولاد نہ ہونے کی وجہ سے دوسری شادی کرنا

بعض لوگ محض اتنی بات پر کہ اولاد نہیں ہوتی دوسرا نکاح کر لیتے ہیں حالانکہ دوسرا نکاح کرنا اس زمانہ میں اکثر حالات میں زیادتی ہے کیونکہ شرعی قانون یہ ہے فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً کہ اگر متعدد بیویوں میں عدل نہ ہو سکنے کا اندیشہ ہو تو صرف ایک عورت سے نکاح کرو۔

اور ظاہر ہے کہ آج کل طبیعتوں کی خصوصیات سے عدل ہو نہیں سکتا ہم نے تو کسی مولوی کو بھی نہیں دیکھا جو دو بیویوں میں پورا پورا عدل کرتا ہو دنیا دار تو کیا کریں گے بس ہوتا یہ ہے کہ دوسرا نکاح کر کے پہلی کو معلق چھوڑ دیتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ آج کل طبیعتوں میں انصاف و

رحم کا مادہ بہت کم ہے تو آج کل کے حالات کے اعتبار سے تو عدل قریب قریب قدرت سے خارج ہے پھر جس غرض کے لئے دوسرا نکاح کیا جاتا ہے اس کا کیا بھروسہ ہے کہ دوسرے نکاح سے وہ (اولاد) حاصل ہو ہی جائے گی ممکن ہے کہ اس سے بھی اولاد نہ ہو تو پھر کیا کرلو گے بلکہ میں نے یہ دیکھا ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بانجھ سمجھ کر دوسرا نکاح کیا اور نکاح کے بعد ہی پہلی بیوی کے اولاد ہوگئی تو خوامخواہ ایک محتمل امر کے لئے اپنے کو عدل کی مصیبت میں گرفتار کرنا اچھا نہیں۔ اور جو عدل نہ ہوسکا تو پھر دنیا و آخرت کی مصیبت سر پر رہی۔

لوگ زیادہ تر اولاد کی تمنا کے لئے ایسا کرتے ہیں اور اولاد کی تمنا اس لئے ہوتی ہے کہ نام باقی رہے تو نام کی حقیقت سن لیجئے کہ ایک مجمع میں جا کر ذرا لوگوں سے پوچھئے تو پردادا کا نام بہتوں کو نامعلوم ہوگا جب خود اولاد ہی کو پردادا کا نام نہیں معلوم تو دوسروں کو خاک معلوم ہوگا تو بتلایئے نام کہاں رہا۔ اولاد سے نام نہیں چلا کرتا بلکہ اولاد نالائق ہوئی تو الٹی بدنامی ہوتی ہے اور اگر نام چلا بھی تو نام چلنا کیا چیز ہے جس کی تمنا کی جائے دنیا کی حالت کو دیکھ کر تسلی کرلیا کریں کہ جن کی اولاد ہے وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہیں اور اگر اس سے بھی تسلی نہ ہو تو یہ سمجھ لے کہ جو خدا کو منظور ہے وہی میرے واسطے خیر ہے نہ معلوم اولاد ہوتی تو کیسی ہوتی ہے اور اگر یہ بھی نہ کرسکے تو کم از کم یہ تو سمجھے کہ اولاد نہ ہونے میں بیوی کی کیا خطا ہے۔ (احقوق الزوجین صفحہ ۳۸ وعظ حقوق البیت)

فصل: ۵

دو بیویوں کے حقوق اور عدل وانصاف سے متعلق ضروری مسائل

مسئلہ نمبر ۱: دوسرا نکاح کرنے کا حکم بلاضرورت دوسری زوجہ سے نکاح نہ کرے اگرچہ عدل (انصاف) کی امید ہو کیونکہ اس زمانہ میں دوسرا نکاح کرنے میں اکثر حالات میں زیادتی ہوتی ہے اور اگر اس خیال سے (دوسرے نکاح کو) ترک کردے گا کہ پہلی بیوی کو غم نہ ہو تو ثواب ہوگا (عالمگیری) اور اگر عدل (انصاف) کی امید نہ ہو تو دوسرا نکاح کرنا بالکل گناہ ہے۔

فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً

’’پس اگر تم کو اندیشہ ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو‘‘ (حقوق البیت)

عدل واجب و مستحب کے حدود اور تبرعات میں عدل کا حکم

مسئلہ نمبر۲: نفقہ دینے اور بعرض تالیف وانس (یعنی دلجوئی کے لئے) رات گزارنے میں (دونوں بیویوں میں انصاف اور برابری کرنا) واجب ہے اور ہم بستری میں نہیں۔

مسئلہ نمبر۳: لیکن اگر ہم بستری بوس کنار وغیرہ میں برابری کرے تو مستحب ہے گو واجب نہیں۔

مسئلہ نمبر۴: اور واجب نہ ہونا اس وقت تو متفق علیہ ہے جب کہ رغبت اور نشاط نہ ہو اس صورت میں معذور ہوگا لیکن اگر رغبت ونشاط ہے گو دوسری طرف زیادہ ہے اور اس کی طرف کم ہے تو اس صورت میں ایک قول یہ ہے کہ کہ اس میں بھی برابری واجب ہے۔ (شامی)

مسئلہ نمبر۵: باقی تبرعات وتحائف یعنی زائد لین دین اور ہدیے تحفے جوڑے وغیرہ جو لازمی نہیں ہیں ان میں بھی عدل برابری واجب ہے حنفیہ کا یہی قول ہے۔ (اصلاح انقلاب)

حنفیہ کے یہاں زوجین (میاں بیوی) میں تبرعات (کسی کے ساتھ احسان کرنے میں) عدل واجب ہے اور دوسرے علماء کے نزدیک صرف واجبات (نفقہ واجب وغیرہ میں) عدل واجب ہے حنفیہ کے یہاں اس میں تنگی ہے۔ (احسن العزیز)

ابن بطال مالکی نے بھی پورے وثوق سے غیر واجب کہا ہے (لیکن) ابن بطال کا استدلال مخدوش ہے اور ظاہر ہے اطلاق ودلائل سے وجوب ہی (معلوم ہوتا) ہے۔ (اصلاح وانقلاب)

سفر میں لے جانے میں مساوات لازم نہیں قرعہ اندازی کرنا بہتر ہے

مسئلہ نمبر۶: شب باشی (رات گزارنے) میں برابری کا حکم حضر میں ہے (یعنی وطن یا اقامت کی حالت میں) اور سفر میں اختیار ہے جس کو چاہے ساتھ لے جائے لیکن شکایت کرنے کے لئے قرعہ ڈال لینا افضل ہے اور حالت قیام کا حکم مثل حضر کے حکم کے ہوگا۔

مسئلہ نمبر۷: یہ شب باشی (رات گزارنے) کی برابری اس شخص کے لئے ہے جو رات میں خالی ہو اور جس کی رات ہی کی نوکری ہو جیسے چوکیدار وغیرہ تو اس کا دن رات کے حکم میں ہے۔ (درمختار)

ہر بیوی کو الگ مکان دینا واجب ہے

مسئلہ نمبر ۸: مکان میں جو برابری واجب ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کو الگ گھر دینا چاہیے جبراً دونوں کو ایک گھر میں رکھنا جائز نہیں البتہ اگر دونوں رضا مند ہوں تو ان کی رضامندی تک جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۹: جس شخص پر رات میں عدل کرنا واجب ہے ایک کی شب میں (رات کی باری میں) دوسری کو شریک کرنا درست نہیں یعنی ایک کی شب میں دوسری کے پاس نہ جائے۔

مسئلہ نمبر ۱۰: یہ بھی درست نہیں کہ ایک کے پاس مغرب کے بعد جائے اور دوسری کے پاس عشاء کے بعد بلکہ اس میں بھی برابری ہونی چاہیے۔ (شامی)

مسئلہ نمبر ۱۱: لیکن ان تین نمبر ۹'۸' ۱۰ مسئلوں میں اگر (ایک بیوی کی) اجازت و رضامندی ہو تو درست ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۲: اور جس طرح رضامندی سے تھوڑی رات دونوں کے پاس رہنا درست ہے اس طرح اگر دونوں کی باری کا دورہ ختم کر کے ایسا کرے اور پھر جس طرح چاہے باری مقرر کرے یہ بھی درست ہے۔ (شامی)

مسئلہ نمبر ۱۳: یا کسی ضرورت سے صرف ایک ہی جگہ (یعنی ایک ہی بیوی کے پاس) جائے تب بھی درست ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۴: اس روز جس کی باری نہ ہو اس سے دن کی صحبت درست نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۵: باری کی مقدار مقرر کرنا مردوں کی رائے پر ہے لیکن وہ مقدار اتنی طویل نہ ہو کہ دوسری بیوی کو انتظار سے تکلیف ہونے لگے جیسے ایک ایک سال۔ (شامی)

مسئلہ نمبر ۱۶: اگر بیماری کی وجہ سے ایک ہی گھر میں زیادہ رہا تو صحت کے بعد اتنے ہی روز دوسرے کے گھر رہنا چاہیے۔ (شامی)

مسئلہ نمبر ۱۷: اسی طرح اگر ایک بیوی سخت بیمار ہوگئی تو اس کی ضرورت سے اس کے گھر رہنے میں مضائقہ نہیں (عالمگیری) اور ان ایام کی بھی قضا ضروری معلوم ہوتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۸: ایک منکوحہ کو اپنی باری دوسری کو ہبہ کرنا درست ہے پھر چاہے واپس لے سکتی ہے۔ (اصلاح انقلاب)

فصل:٦

جس کے دو بیویاں ہوں ان کے نباہ کا ایک طریقہ اور ضروری دستور العمل

شوہر کے لئے دستور العمل (۱) ایک بیوی کا راز دوسری سے نہ کہے۔ (۲) دونوں کا کھانا اور دونوں کا رہنا الگ الگ رکھے ان کا اجتماع آگ اور بارود کے اجتماع سے کم نہیں۔ (۳) ایک بیوی سے دوسری بیوی کی شکایت ہرگز نہ سنے۔ (۴) ایک کی تعریف دوسری سے نہ کرے۔ (۵) غرض ایک کا تذکرہ نہ دوسری سے کرے اور نہ دوسری سے سنے اگر ایک شروع بھی کرے فوراً روک دے کہ اور کچھ بات کرو۔ (٦) اگر ایک دوسرے کی کوئی بات پوچھے ہرگز نہ بتلائے لیکن سختی نہ کرے نرمی سے منع کر دے۔ (۷) لینے دینے میں یہ شبہ نہ ہونے دے کہ ایک کو زیادہ دے دیا ہو بلکہ اس کو صاف صاف ظاہر کر دے۔ (۸) باہر آنے والی عورتوں کو سختی سے روکے کہ وہ دوسری جگہ کی حکایت یا شکایت بیان نہ کریں۔ (۹) اور نہ خوشامد میں ایک کے ساتھ کم محبتی کا دعوئی دوسری کے سامنے رکھے۔ (۱۰) اگر موقع ہو تو ایک سے ایسی روایت کر دے کہ دوسری تمہاری تعریف کرتی تھی۔ (۱۱) لطف (نرمی) سے اس کی تدبیر ہو سکے تو مفید ہے کہ ایک دوسرے کے پاس ہدیہ وغیرہ بھی بھیجا کریں۔

پہلی بیوی کے لئے ضروری دستور العمل

(۱) جدیدہ (نئی بیوی) پر حسد نہ کرے۔ (۲) اس پر طعن و تشنیع نہ کرے۔ (۳) بہ تکلف نئی بیوی کے ساتھ خوش اخلاقی کا برتاؤ کرے تا کہ اس کے دل میں محبت نہ ہو تو عداوت بھی نہ ہو۔ (۴) شوہر سے کوئی ایسی بے تکلف گفتگو نہ کرے کہ شوہر کو اس جدیدہ (نئی) کے سامنے اس کا ہونا اس لئے ناگوار ہو کہ اس کو یہ احتمال ہو کہ یہ جدیدہ بھی ایسی بے تمیزی (بے ادبی) نہ سیکھے۔ (۵) شوہر سے نئی کا کوئی عیب بیان نہ کرے کوئی شخص اپنے محبوب کی عیب گوئی خصوصاً رقیب کی زبان سے پسند نہیں کرتا (اس میں خود پہلی بیوی ہی کا نقصان ہے)۔ (٦) جدیدہ (نئی بیوی) سے ایسا برتاؤ رکھے کہ اس کی زبان سے قدیمہ (پہلی) کے سامنے ہمیشہ بند رہے۔ (۷) شوہر

کی اطاعت و خدمت، وادب میں پہلے سے زیادتی کر دے تا کہ اس کے دل سے نہ اتر جائے۔ (۸) اگر شوہر سے ادائے حقوق میں کچھ ہو جائے تو جو کی حد تکلیف تک نہ پہنچے اس کو زبان پر نہ لائے اور اگر تکلیف ہو تو جس وقت مزاج خوش دیکھے ادب سے عرض کر دے۔ (۹) جدیدہ کے رشتہ داروں سے خوش اخلاقی و مدارات اور حسن سلوک کا برتاؤ رکھے کہ جدیدہ کے دل میں جگہ ہو۔ (۱۰) کبھی کبھار اپنا دن (شوہر کے پاس رہنے کی باری) جدیدہ کو دے دیا کرے تا کہ شوہر کے دل میں قدر بڑھے۔

نئی بیوی کے لئے ضروری دستور العمل

(۱) قدیمہ (پہلی بیوی) کے ساتھ ایسا برتاؤ کرے جیسے اپنے بڑوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ (۲) شوہر پر زیادہ ناز نہ کرے اس گمان سے کہ میں زیادہ محبوب ہوں (بلکہ) خوب سمجھ لے کہ قدیمہ (پہلی) سے جو تعلقات رفاقت ہیں جو کہ دل میں جاگزیں ہو چکے ہیں یہ نفسانی جوش اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ (۳) شوہر سے خود الگ رہنے سہنے کی درخواست نہ کرے۔ (۴) اگر شوہر الگ رکھنے لگے تب بھی کبھی کبھی قدیمہ (پہلی) سے ملنے جایا کرے اور قدیمہ کو دعوت وغیرہ کے لئے کبھی کبھی بلایا کرے۔ (۵) شوہر کو سمجھاتی رہے کہ قدیمہ سے بے پروائی نہ کرے۔ (۶) اگر قدیمہ کچھ سختی یا طعن وغیرہ کرے تو اس کو ایک درجہ میں معذور سمجھ کر معاف کر دے اور شوہر سے ہرگز شکایت نہ کرے۔ (۷) قدیمہ کے رشتہ داروں کی خوب خدمت کرے۔ (۸) قدیمہ کی اولاد سے بالخصوص ایسا معاملہ رکھے کہ قدیمہ کے دل میں اس کی محبت و قدر ہو جائے۔ (۹) ضروری امور میں قدیمہ سے مشورہ کرتی رہے کہ اس کے دل میں قدر بھی ہو اور اس کو تجربہ بھی زیادہ ہے۔ (۱۰) اور اپنے میکہ جائے تو قدیمہ سے خط و کتابت بھی رکھے۔ (اصلاح وانقلاب)

☆☆☆

باب: ۲۳

احکام مباشرت

یعنی میاں بیوی کے خصوصی احکام ومسائل بیوی کے پاس جانے میں بھی ثواب ملتا ہے

حدیث میں یہاں تک آیا ہے کہ انسان جو بیوی کے پاس (خواہش پوری کرنے) جاتا ہے اس میں بھی ثواب ملتا ہے۔ کسی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو اپنی خواہش کا پورا کرنا ہے اس پر بھی ثواب ملتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ اگر اپنی خواہش کو بے محل صرف کرتا گناہ ہوتا یا نہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو جب حلال موقع میں صرف کرتا ہے تو اس سے ثواب بھی ملنا چاہیے۔ (الحیواۃ حقیقت مال وجاہ)

بیوی کے پاس کس نیت سے جانا چاہیے

﴿وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ (البقرۃ:۱۷۸)

''یعنی بیوی کی قربت سے اولاد کا قصد کرو جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقدر فرمایا ہے۔''

مسلمان کی دنیا بھی دین ہی ہے مگر یہ ضروری ہے کہ نیت کر کے اس کو دین بنانا چاہیے اس بنیاد پر مسلمان دنیا دار ہو ہی نہیں سکتا مثلاً نکاح دنیا کا قصہ ہے اور کوئی اہل اسلام کے ساتھ خاص نہیں، دین محض (خالص دین) تو وہ ہے جو اہل اسلام کے ساتھ مخصوص ہو اور نکاح تو کافر ومسلم دونوں میں مشترک ہے۔

بظاہر اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف دنیا کا قصہ ہے مگر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بھی یہ ہونا چاہیے کہ اس سے عفت محفوظ رہے اور اور طبیعت منتشر نہ ہو اور جمعیت خاطر کے ساتھ عبادت ہو سکے اگر اس طرح نیت کرے گا تو نکاح عبادت ہو جائے گا۔ (الحیوۃ ملحقہ حقیقت مال وجاہ)

صحبت کا طریقہ

﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ﴾ (البقرہ)

''صحبت آگے کے موقع میں ہو (یعنی شرمگاہ میں اور یہ حکم) اس لئے ہے کہ تمہاری بیویاں تمہارے لئے بمنزلہ کھیت کے ہیں جس میں نطفہ بجائے تخم کے اور بچہ بجائے پیداوار کے ہے (یعنی مادہ منویہ بمنزلہ بیج کے اور بچہ بمنزلہ پیداوار کے ہے) سو اپنے کھیت میں کس طرف سے ہو کر چاہو آؤ اور جس طرح کھیتوں میں اجازت ہے اس طرح بیویوں کے پاس پاکی کی حالت میں ہر طرف سے آنے کی اجازت ہے (یعنی ہر طریقہ سے صحبت کرنے کی اجازت ہے) خواہ کروٹ سے ہو یا پیچھے یا آگے بیٹھ کر ہو یا اوپر یا نیچے لیٹ کر ہو یا جس ہیئت (طریقہ) سے ہو مگر آنا ہو ہر حال میں کھیت کے اندر کہ وہ خاص آگے کا موقع ہے کیونکہ پیچھے کا موقع (پاخانہ کا مقام) کھیت کے مشابہ نہیں (اس لئے) اس میں صحبت نہ ہو پیچھے کے موقع (یعنی پاخانہ کا مقام) میں اپنی بیوی سے صحبت کرنا حرام ہے۔''

اور ان لذات میں ایسے مشغول ہو جاؤ کہ آخرت ہی کو بھول جاؤ بلکہ آئندہ کے واسطے بھی اپنے کچھ اعمال صالحہ کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یہ یقین رکھو کہ بے شک تم اللہ کے سامنے پیش ہونے والے ہو۔ (بیان القرآن سورۃ بقرہ)

شوہر بیوی کو ایک دوسرے کا ستر دیکھنے سے متعلق بعض احادیث

اپنے شوہر سے کسی جگہ کا پردہ نہیں ہے تم کو اس کے سامنے اور اس کو تمہارے سامنے سارے بدن کا کھولنا درست ہے مگر بے ضرورت ایسا کرنا اچھا نہیں ہے۔ (بہشتی زیور)

شوہر کے سامنے روبرو (سامنے) کسی جگہ کا بھی اخفاء (پردہ) واجب نہیں گو خاص بدن کو دیکھنا خلاف اولیٰ ہے۔

قَالَتْ سَيِّدَتُنَا اُمُّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مُحَصَّلَهٗ لَمْ اَرَمِنْهُ وَلَمْ يَرَمِنِّيْ ذٰلِكَ الْمَوْضَعَ اور دہ فی المشکوۃ (۱) وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا اِذَا جَامَعَ اَحَدُكُمْ زَوْجَتَهٗ اَوْ جَارِيَتَهٗ فَلَا يَنْظُرْ اِلٰى فَرْجِهَا فَاِنَّ ذٰلِكَ يُوْرِثُ الْعُمْيَ قال ابن الصلاح جید الاسناد کذافی الجامع الصغیر۔ (بیان القران

سورۃ نور)

"ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ مخصوص مقام (یعنی شرم گاہ) حضور ﷺ نے میرا دیکھا اور نہ میں نے دیکھا۔ (مشکوۃ)(۱) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی یا باندی سے جماع کرے تو اس کی شرم گاہ نہ دیکھے کیونکہ یہ اندھے پن کو پیدا کرتا ہے ابن اصلاح فرماتے ہیں کہ اس کی اسناد اچھی ہے۔ جامع صغیر میں اسی طرح ہے۔" (بیان القرآن)

بیوی کا ستر دیکھنے کا نقصان

تنہائی میں بلا ضرورت برہنہ نہ ہونا چاہیے اور بیوی کا ستر دیکھنا تو اس سے بھی زیادہ شرمناک ہے بعض حکما نے کہا ہے اس حرکت سے اولاد اندھی پیدا ہوتی ہے لیکن اگر اندھی نہ ہو تو بے حیا تو ضرور ہوتی ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اس وقت خاص میں جس قسم کی اس سے حرکت ہوتی ہے اولاد کے اندر وہی خصلت پیدا ہوتی ہے اس واسطے حکما نے لکھا ہے کہ انزال کے وقت اگر زوجین کو کسی اچھے آدمی کا تصور آجائے تو بچہ نیک ہوگا اسی واسطے پہلے لوگ اپنے خلوت کے کمرے میں علما اور حکما کی تصویریں رکھا کرتے تھے (لیکن اسلام نے آکر اس کو ناجائز قرار دیا) ہمارے پاس تو ایسی تصویر ہے کہ ان تصویروں سے بے نیاز کرنے والی ہے ؎

دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

یعنی ہم کو چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا تصور کریں اور یہ دعا پڑھیں

اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَارَزَقْتَنَا

"اللہ جل جلالہ سے زیادہ کون ہے جس کا خیال کیا جائے شیطان کا خیال اس وقت نہ ہونا چاہیے۔" (التہذیب ملحقہ مفاسد گناہ ملفوظات اشرفیہ)

صحبت کے وقت دوسری عورت کا تصور کرنا حرام ہے

فرمایا اگر اپنی بیوی کے پاس ہو اور صحبت کے وقت کسی اجنبیہ کا قصداً تصور کرے تو وہ حرام ہوگا۔ (التہذیب ملحقہ مفاسد گناہ ملفوظات اشرفیہ)

جماع کے وقت ذکر اور دعائیں پڑھنا

بول براز و جماع یعنی پیشاب پاخانہ اور بیوی سے ہمبستری کے وقت میں زبان سے ذکر کرنے کی ممانعت ہے البتہ ذکر قلبی کی کسی حال میں بھی ممانعت نہیں ہر وقت اجازت ہے۔

اگر کوئی کہے تو قلب سے ذکر کے کیا معنی اور کیا شریعت میں اس کا کچھ ثبوت ہے؟ تو میں کہتا ہوں کہ حدیث نے اس شکال کو بھی صاف کر دیا ہے حدیث شریف میں ہے كَانَ النَّبِيُّ يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْ كُلِّ اَحْيَانِهٖ کہ آپ ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے اور کل احیان (ہر وقت) میں اوقات بول و براز وقضاء حاجات (یعنی پیشاب پاخانہ اور خواہش پورا کرنے کے موقع) بھی شامل ہیں اور ظاہر ہے کہ ایسے موقع پر زبان سے ذکر و تلاوت مکروہ ہے پس کل احیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ ایسے احوال اور ایسے مواقع میں قلب (دل سے) ذکر کیا کرتے تھے۔

ایسے وقت میں ذکر قلبی کا بقاء ممکن ہے اب اس کو ذکر نہ کہنا حرمان عن البرکتہ (یعنی ذکر کی برکات سے محرومی) کا مشورہ دینا ہے بہرحال جہاں ذکر لسانی (زبان سے ذکر) نہ ہو سکے وہاں ذکر قلبی جاری رکھے یعنی تصور رکھے' توجہ رکھے' دھیان رکھے اگر اس وقت کی خاص کوئی دعا ثابت ہو تو اس کو دل ہی دل میں پڑھے زبان سے نہ پڑھے۔ پس ذکر ہر حالت میں مطلوب ہے تو جس حالت میں جو بھی ممکن ہو کرتا رہے۔ (ضرورت تبلیغ ملحقہ دعوت و تبلیغ)

مخصوص دعائیں بیوی سے پہلی مرتبہ ملاقات کی دعا

جس وقت عورت کے ساتھ پہلی بار خلوت کرے تو چاہیے کہ اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِهَا وَ خَيْرِمَا جُبِلْتَهَا وَ اُعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَ شَرِّمَا جُبِلْتَهَا

''اے اللہ میں آپ سے اس کی بھلائی مانگتا ہوں اور پناہ چاہتا ہوں آپ کی اس کی برائی سے اور اس کی جبلی عادتوں کی برائی سے۔''

جب جماع کا ارادہ کرے

جس وقت ہم بستری کا ارادہ کرے تو یہ دعا پڑھے (زبان سے)

اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَ جَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَارَزَقْتَنَا

''اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں یا اللہ دور رکھے ہم کو شیطان سے اور دور رکھے شیطان کو اس بچہ سے جو آپ ہم کو نصیب کریں۔''

انزال کے وقت کی دعا

جس وقت انزال ہونے لگے تو اپنے دل میں یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ لِلشَّیْطَانِ فِیْمَا رَزَقْتَنِیْ نَصِیْبًا (مناجات مقبول)

''یا اللہ جو بچہ آپ ہمیں نصیب کریں شیطان کے لئے اس میں کوئی حصہ نہ کرنا۔'' (مناجات مقبول)

تقلیل جماع مجاہدہ میں داخل نہیں

صوفیہ نے جماع (بیوی سے صحبت کرنے) کو مجاہدہ میں داخل نہیں کیا باوجود بلکہ وہ تمام لذات میں الذ (سب سے زیادہ مزہ کی چیز) ہے مگر صوفیہ نے اس کی تقلیل کو مجاہدہ میں شمار نہیں کیا اور نہ کثرت جماع سے منع کیا ہے گو دوسری وجہ سے منع کیا مگر مجاہدہ کی حیثیت سے منع نہیں کیا۔

کثرت جماعت میں شرعاً مضائقہ نہیں اور نہ ہی یہ زہد و تقویٰ کے خلاف اور باطن کو مضر ہے

دنیا میں الذ الاشیاء (یعنی سب سے زائد لذیذ شے) جماع ہے لیکن شریعت نے نکاح کے ضمن میں اس کی ترغیب دی ہے حدیث شریف میں ہے یَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمُ الْبَاءَۃَ فَلْیَتَزَوَّجْ جو استطاعت رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ نکاح کرلے کیونکہ یہ نگاہوں کو پست اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے والا۔ (المصالح العقلیہ) اس حدیث میں ترغیب نکاح سے ممنوع محض شہوت کو توڑنا نہیں ہے بلکہ لذت بھی مراد ہے ورنہ شہوت کو توڑنے کی اور بھی صورتیں ہوسکتی ہیں چنانچہ رہبانیت (یعنی عورتوں سے بالکل الگ تھلگ رہنا ہے) اختصاء (یعنی خصی بننا ہے) اور کافور کھالینا ہے۔

بعض صحابہ نے اپنے اجتہاد سے یا راہبوں کو دیکھ کر خصی بننے کی اجازت چاہی تھی تو حضور ﷺ نے نہایت سختی سے منع فرمایا۔

پھر شریعت میں عزل (یعنی بیوی سے صحبت کرنے میں عین انزال کے وقت الگ ہو جانے سے) تاکہ انزال باہر ہو اس سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس میں پوری سیری اور مکمل لذت نہیں ہوتی اگر نکاح سے محض کسر شہوت ہی مقصود ہوتی تو عزل سے انکار نہ کیا جاتا۔

اور بعض نصوص سے ترغیب نکاح سے مقصود اولاد پیدا کرنا ہے لیکن وہ خود موقوف ہے لذت پر تو مشروط کی ترغیب شرط کی ترغیب ہے پھر نکاح کی ترغیب میں کثرت جماع سے شریعت نے منع نہیں کیا۔

چنانچہ کھانے کی قلت و کثرت کے لئے تو کچھ حدود حدیث میں بھی وارد ہیں کہ تہائی پیٹ کھانے میں بھرے اور تہائی پانی میں اور تہائی سانس کے لئے رکھے مگر کثرت جماع کے لئے شریعت میں کوئی حدود وارد نہیں شریعت نے بحث ہی نہیں کی کہ یہ طبی مسئلہ ہے اس سے اطباء بحث کرتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ کثرت جماع سے باطن کو ضرر نہیں ہوتا ورنہ شریعت اس سے بحث کرتی۔ (تقلیل المنام بصورۃ ملحقہ برکات رمضان)

حضور ﷺ اور بعض صحابہ کی حالت

پھر اہل شریعت کا طرز عمل دیکھا تو ان میں سب سے بڑے حضور ﷺ ہیں۔ حضور ﷺ کی حالت یہ تھی کہ تقلیل طعام (کھانے کی کمی) تو آپ نے کی ہے لیکن تقلیل جماع کا اہتمام آپ کے یہاں نہ تھا آپ کے پاس نو بیویاں تھیں اور دو باندیاں ملا کر گیارہ کا عدد پورا ہو گیا تھا تو بعض دفعہ آپ نے ایک رات میں سب سے فراغت کی حضور ﷺ میں یہ قوت تھی بھی اور لوگوں سے بہت زیادہ قوت تھی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم باہم کہا کرتے تھے کہ حضور ﷺ میں تیس مردوں کی قوت ہے اور بعض روایات میں چالیس بھی آیا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت دی بلکہ حضور ﷺ نے جو نو پر اکتفا کیا یہ بھی آپ کا صبر تھا ورنہ آپ کو اپنی قوت کے موافق تیس چالیس نکاح کرنے چاہئیں تھے غرض حضور نے کثرت جماع سے احتراز نہیں فرمایا اگر یہ باطن کو مضر ہوتا آپ ضرور اس سے احتراز کرتے۔

پھر حضور ﷺ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرز عمل کو دیکھا جائے تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رمضان میں افطار کر کے عشا کے وقت تک گیارہ عورتوں سے فارغ ہوا کرتے تھے ان میں باندیاں بھی تھیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں عشا کی نماز دیر میں ہوتی تھی اس لئے ان کو کافی وقت ملتا تھا غرض صحابہ رضی اللہ عنہم کا کثرت جماع میں یہ عمل تھا اور عبداللہ بن عمر وہ بزرگ ہیں جو اتباع سنت وزہد وعبادت میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے اندر ممتاز تھے۔ ان کے طرز سے بھی معلوم ہوا کہ کثرت جماع زہد وعبادت کے خلاف نہیں اور نہ باطن کو مضر ہے پس کثرت جماع سے ضرر کا اعتقاد رکھنا دین میں بدعت ایجاد کرنا ہے۔ (برکات رمضان)

کثرت جماع میں اپنی صحت کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قوت والا مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کم قوت والے مومن سے بہتر اور زیادہ پیارا ہے۔ (ترمذی، احمد، ابن ماجہ)

جب قوت اللہ کے نزدیک ایسی پیاری چیز ہے تو اس کو باقی رکھنا اور بڑھانا اور جو چیزیں قوت کم کرنے والی ہیں ان سے احتیاط رکھنا یہ سب مطلوب ہوگا اس میں غذا کا بہت کم کر دینا، نیند کا بہت کم کر دینا، ہم بستری (یعنی اپنی بیوی سے صحبت کرنے) میں حد قوت سے آگے زیادتی کرنا ایسی چیز کھانا جس سے بیماری ہو جائے، یا بدپرہیزی کرنا جس سے بیماری بڑھ جائے یا کمزوری اور ضعف لاحق ہو جائے سب داخل ہو گیا ان سے بچنا چاہیے۔

ام منذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کھجور مت کھاؤ تم کو کمزوری ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بدپرہیزی کی ممانعت معلوم ہوئی کیونکہ صحت کے واسطے مضر ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ ہماری جان بھی اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے جو بطور امانت کے ہم کو دے رکھی ہے اس لئے اس کے حکم کے موافق اس کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے اور اس کی حفاظت ایک یہ ہے کہ اس کی صحت کی حفاظت کرے دوسرے اس کی قوت کی حفاظت کرے، تیسرے اس کی جمعیت (یکسوئی) کی حفاظت کرے یعنی اپنے اختیار سے ایسا کوئی کام نہ کرے جس میں جان میں پریشانی ہو جائے کیونکہ ان چیزوں میں خلل آ جانے سے دین کے کاموں کی ہمت نہیں رہتی۔ نیز دوسرے حاجت مندوں کی خدمت اور امداد نہیں کر سکتا۔ نیز کبھی کبھی ناشکری اور بے صبری سے

ایمان کھو بیٹھتا ہے۔ (حیوۃ المسلمین روح دہم)

کثرت جماع کا نقصان

شروع میں شہوت کے افراط میں (یعنی جائز طور سے خواہش پورا کرنے اور بیوی سے بہت زیادہ صحبت کرنے میں بھی) نقصان ہے اس واسطے کے افراط (زیادتی) میں طبیعت کا نشاط جاتا رہتا ہے بزرگوں نے بھی اس سے منع کیا ہے بہت غلو نہیں کرنا چاہیے طبیعت کے نشاط کی بہت قدر کرنا چاہیے جب شہوت سے روکا جاتا ہے تو طبیعت میں ایک شگفتگی ضرور پیدا ہو جاتی ہے اس شگفتگی کو محفوظ رکھ کر اس سے طاعات میں کام لینا چاہیے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جس کو مرض نہ ہو اور اعتدال کے ساتھ قوت (شہویہ) بھی ہو اس کو مقویات اور دوائیں کھا کھا کر شہوانی قوتوں کو از راہ ہوس (نفس پرستی کی وجہ سے) برانگیختہ کرنا اور (بھڑکانا) ایسا ہے جیسے سانپ بچھو خاموش پڑے تھے ان کو چھیڑنا شروع کر دیا کہ آؤ مجھے کاٹو۔ امراء (مال داروں) کو اس کا بہت شوق ہوتا ہے میں نے اس پر تنبیہ کی ہے کہ مشروع (جائز) شہوت کے پورا کرنے میں افراط اور زیادتی کرنے سے بھی باطن کا نقصان ہوتا ہے اور جسمانی نقصان بھی ہوتا ہے۔ (احسن العزیز)

بیوی سے جماع کرنے کے حدود

کثرت جماع کے لئے شریعت میں تو کوئی حد وارد نہیں ہوئی' شریعت نے اس سے بحث ہی نہیں کہ یہ طبی مسئلہ ہے اس سے اطبا بحث کرتے ہیں۔

لیکن یہ ضرور ہوتا ہے کہ کثرت جماع کے لئے ہر شخص کو اپنی قوت کا اندازہ کر لینا ضروری ہے' اسراف (زیادتی) تو ہر شئی میں مذموم ہے۔ (تقلیل المنام)

کتنے دنوں میں بیوی سے قریب ہونا چاہیے

بغیر سخت تقاضے کے بیوی کے پاس نہیں جانا چاہیے۔ متوسط قوت (درمیانی درجہ کی طاقت رکھنے والا) مرد ایک ہفتہ میں ایک بار صحبت کرنے سے صحت کو محفوظ رکھ سکتا ہے یعنی ایک ماہ میں چار بار قربت کر سکتا ہے۔ اور اس سے زیادہ میں مرد پر زیادہ تعب ہوگا اور اس میں تولید

(پیدائش) کی قوت نہ رہے گی اور یا پھر عورت کا حق ادا نہ ہوگا۔ (بوادر النوادر)

دواؤں کے ذریعے قوت باہ کو بڑھانے اور ابھارنے کا نقصان

جو لوگ مشہیات (شہوت بڑھانے والی دواؤں) سے جماع کی قوت کو بڑھاتے ہیں وہ اپنی صحت برباد کرتے ہیں اس لئے یہی قاعدہ ہونا چاہیے کہ بغیر سخت تقاضے کے بیوی کے پاس نہ جائیں۔ مشہیات (شہوت ابھارنے والی دواؤں کے) استعمال کرنے سے قوت زیادہ نہیں ہوتی ہاں استسقاء ہو جاتا ہے جیسے استسقاء والا کتنا ہی پانی پی لے پیاس نہیں بجھتی تو یہی حال ان لوگوں کا ہوتا ہے کہ کثرت مقاربت (صحبت کی زیادتی) سے ان کی بھی پیاس نہیں بجھتی اور یہ صحت کی دلیل نہیں بلکہ سخت مرض ہے جس کا انجام خطرناک ہے۔ (تبلیغ تقلیل الطعام)

ضروری ہدایت' اعتدال کی ترغیب

ہر چیز کو اپنے درجہ پر رکھنا یہی بڑا کمال ہے۔ میرے نزدیک صحت کی حفاظت نہایت ضروری ہے اپنے اوپر سختی اور تعب نہ ڈالے اس سے بعض لوگ مرض میں مبتلا ہو گئے بعض مجنوں ہو گئے بعض مر گئے صحت وحیات کی بڑی حفاظت رکھنی چاہیے یہ وہ چیز ہے پھر کہاں میسر ہے۔

صحت کے سامنے لذت کیا چیز ہے تھوڑی دیر کے لئے مزہ پھر سز انشاط طبیعت کی بہت قدر کرنا چاہیے مشروع جائز شہوت کے افراط (یعنی پورا کرنے میں مبالغہ اور زیادتی) میں بھی نقصان ہے اس واسطے کہ نشاط جاتا رہتا ہے بزرگوں نے اس سے بھی منع کیا ہے۔ (احسن العزیز)

اعتدال کا فائدہ

(اعتدال کے ساتھ) یہ امر مفید صحت' اطمینان بخش راحت رساں سرور افزاء کفایت آمیز دارین میں زندگی کی ترقی کا سبب ہے۔ عورت سے قضا شہوت (اپنی خواہش پوری) کرنے کے بعد آپس میں محبت بڑھتی ہے اور مرد کی عزت عورت کی نظر میں بڑھ جاتی ہے وہ سمجھتی ہے کہ یہ مرد ہے نامرد نہیں ہے۔

کثرت جماع سے پیدا ہونے والے امراض

جماع طبی فعل ہے اور بقائے نسل کے لئے ضروری ہے مگر اس کی کثرت (زیادتی مندرجہ ذیل) اتنے امراض پیدا کرتی ہے۔ (۱) ضعف بصر (یعنی نگاہ کی کمزوری)۔ (۲) ثقل سماعت

(یعنی کم سننا' بہرہ پن)۔ (۳) چکر' رعشہ (۴) درد کمر (۵) درد گردہ (۶) پیشاب کی کثرت (۷) ضعف معدہ (۸) ضعف قلب (یعنی معدہ اور دل کی کمزوری خصوصاً جس کو ضعف بصر یا ضعف معدہ یا سینہ کا کوئی مرض ہو اس کو جماع کی کثرت نہایت مضر ہے)۔ (بہشتی گوہر)

ضروری ہدایات' احتیاطی تدابیر' مناسب غذائیں

فائدہ نمبرا: (۱) غذا (یعنی کھانا کھانے) سے کم از کم تین گھنٹہ بعد جماع (صحبت کرنے کا) عمدہ وقت ہے۔

(۲) اور زیادہ پیٹ بھرا ہونے اور بالکل خالی ہونے اور تکان کی حالت میں مضر (نقصان دہ) ہے۔

(۳) فارغ ہونے کے بعد فوراً پانی پی لینا سخت مضر ہے خصوصاً اگر ٹھنڈا پانی ہو۔

فائدہ نمبر۲: ہمیشہ جماع کے بعد کوئی مقوی چیز جیسے دودھ یا گاجر کا حلوہ یا انڈہ کھالیا جائے یا حکیم کے مشورہ سے (ماء اللحم پی لیا کریں)۔

اور اس بارے میں یعنی جماع سے فارغ ہونے کے بعد غذا کے استعمال کرنے میں سب سے عمدہ دودھ ہے جس میں سونٹھ کی ایک گانٹھ یا چھوارے ابالے گئے ہوں۔

اگر ہمیشہ اس کا اہتمام کریں اور ان تدابیر کے پابند رہیں جو ابھی ذکر ہوئیں تو ضعف کی کبھی نوبت نہ آئے اور رعشہ وغیرہ کوئی مرض (جماع کی وجہ سے) پیدا نہیں ہوگا۔ (بہشتی گوہر)

فائدہ نمبر۳: جس کو کثرت جماع سے نقصان پہنچا ہو وہ سردی اور گرمی سے بچے اور سونے میں مشغول ہو اور خون بڑھانے اور خشکی دور کرنے کی تدبیر کرے۔ مثلاً دودھ پئے' یا گاجر کا حلوہ کھائے' یا نیم برشت (آدھا کچا آدھا ابلا) انڈہ استعمال کرے۔

اگر ہاتھ پیروں میں رعشہ (لرزہ کمزوری) محسوس ہو تو دماغ اور کمر پر بلکہ تمام بدن پر چمبیلی کا تیل یا بابونہ کا تیل ملے۔

اور جس کو جماع کی وجہ سے ضعف بصارت (نگاہ کی کمزوری) ہو گیا ہو وہ دماغ پر بکثرت روغن بادام بنفشہ یا روغن چمبیلی ملے اور آنکھ پر بالائی باندھے اور گلاب ٹپکائے۔

اور رعشہ کے لئے یہ دوا کہ شہد دو تولہ لے کر چاندی کے ورق تین عدد لے کر اس میں خوب حل کر کے چاٹ لیا کریں۔ (بہشتی گوہر)

بعض حالات میں بیوی سے صحبت کرنے کی ضرورت

اگر کسی عورت پر اچانک نگاہ پڑ جائے تو فوراً ادھر سے نگاہ پھیر لو اور اگر اس کا کچھ خیال دل میں رہے تو اپنی بیوی سے فراغت کر لینا چاہیے اس سے وہ وسوسہ دفع ہو جاتا ہے۔ (تعلیم الدین)

حدیث پاک میں اجنبیہ عورت کی طرف میلان ہونے کا جو علاج مشغولی بالزوجۃ آیا ہے (یعنی اجنبی عورت کی طرف مائل ہو اپنی بیوی سے خواہش پوری کر لینا چاہیے) اس حدیث میں یہ ٹکڑا بطور علت کے ارشاد ہوا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْ مَعَھَا مِثْلَ الَّذِیْ مَعَھَا (یعنی جو شئی اس عورت کے پاس ہے وہ اس کے پاس بھی ہے) مولانا یعقوب صاحب نے اس کی عجیب شرح فرمائی تھی وہ یہ کہ اشیاء متبادلہ (یعنی جو چیزیں استعمال میں آتی ہیں) ان کی تین قسمیں ہیں ایک یہ کہ ان سے صرف رفع حاجت مقصود ہو لذت مقصود نہ ہو مثلاً پاخانہ کرنا' دوسرے وہ جن میں صرف لذت مقصود ہو مثلاً پیاس نہ ہونے کی صورت میں نہایت خوشبودار شربت پینا جیسے جنت میں ہوگا تیسرے وہ جس میں دونوں ترکیب ہو۔

تو حضور ﷺ اس حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں کہ گو جماع میں زیادہ تر نفس کو لذت مقصود ہوتی ہے مگر تم دوسرا مراقبہ کر لیا کرو یعنی یہ کہ دفع حاجت مقصود ہو اور اسی میں راحت ہے اور جب مقصود دفع حاجت ہے تو اس میں اپنی اور دوسری عورتیں سب برابر ہیں۔

اور زانی کو چونکہ محض لذت مقصود ہوتی ہے اس واسطے ساری دنیا کی عورتیں بھی اگر اس کو میسر ہو جائیں اور ایک باقی رہ جائے تو اس کو یہ خیال رہے گا شاید اس میں اور طرح کا مزہ ہو اسی واسطے وہ ہمیشہ پریشانی میں رہتا ہے۔ بخلاف اس شخص کے جو رفع حاجت کو زیادہ مقصود سمجھے گا وہ بہت مطمئن ہوگا اور اپنے حق میں رہے گا۔ (الکلام الحسن)

عورت کے لئے ضروری ہدایات اور تنبیہ

(۱) عورت کو چاہیے کہ خاوند کی اطاعت کرے اس کو خوش رکھے اس کے حکم کو ٹالے نہیں۔ خصوصاً جب وہ ہم بستری (یعنی صحبت) کے لئے بلائے۔

(۲) حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنے کام کے لئے بلائے تو ضرور اس

کے پاس آئے اور چولہے پر بیٹھی ہو تب بھی چلی آئے۔

مطلب یہ ہے کہ چاہے جتنے ضروری کام پر بیٹھی ہو سب چھوڑ چھاڑ کر چلی آئے۔

(۳) اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی مرد نے اپنی عورت کو اپنے پاس لیٹنے کے لئے بلایا اور وہ نہ آئی پھر وہ اسی طرح غصہ میں لیٹا رہا تو صبح تک اس عورت پر فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

(۴) اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں جب کوئی عورت اپنے میاں کو ستاتی ہے تو جو حور قیامت میں اس کی بیوی بنے گی (بددعا دے کر) یوں کہتی ہے خدا تیرا ناس کرے تو اس کو مت ستا یہ تو تیرے پاس مہمان ہے، تھوڑے ہی دنوں میں تجھ کو چھوڑ کر ہمارے پاس چلا آئے گا۔ (بہشتی زیور)

فصل: حالت حیض میں بیوی سے قریب ہونے کے احکام

(۱) ہر مہینہ جو آگے کی راہ سے (شرمگاہ جو محل صحبت ہے) خون آتا ہے اس کو حیض کہتے ہیں۔ کم سے کم حیض کی مدت تین دن تین رات ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن دس رات ہے کس کو تین دن تین رات سے کم خون آیا وہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ (بیماری کا خون) ہے کسی بیماری کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہے اور اگر دس دن رات سے زیادہ خون آیا ہے تو جتنے دن دس سے زیادہ آیا وہ بھی استحاضہ۔ (اختری بہشتی زیور)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ﴾ الاية

"اور لوگ آپ سے حیض کی حالت میں صحبت وغیرہ کرنے کا حکم پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ وہ حیض گندی چیز ہے تو حالت حیض میں تم عورتوں کے ساتھ صحبت کرنے سے الگ رہا کرو اور اس حالت میں ان سے قربت (صحبت) مت کیا کرو جب تک کہ وہ حیض سے پاک نہ ہو جائیں پھر جب وہ عورتیں اچھی طرح پاک ہو جائیں کہ ناپاکی کا شبہ (بھی) نہ رہے تو ان کے پاس آ جاؤ یعنی ان سے صحبت کرو جس جگہ سے تم کو خدا تعالیٰ نے اجازت دی ہے یعنی آگے سے۔" (بیان القرآن)

حالت حیض میں بیوی سے متمتع ہونے کے حدود

(۱) مسئلہ حالت حیض میں ناف سے گھٹنے تک عورت کے بدن کو دیکھنا اور ہاتھ لگانا بھی درست نہیں۔(بیان القرآن)

(۲) حیض کے زمانہ میں مرد کے پاس (بیوی کا) رہنا یعنی صحبت کرنا درست نہیں اور صحبت کے سوااور سب کچھ باتیں درست ہیں یعنی ساتھ کھانا پینا لیٹنا وغیرہ درست ہے۔(بہشتی زیور)

جب عورت حائضہ ہواس وقت تمتع کی دوصورتیں ہیں ایک یہ کہ مرد متمتع ہواور فعل اس کی جانب سے پایا جائے اور دوسری صورت یہ کہ عورت متمتع ہواور فعل اس کی جانب سے پایا جائے سواگر مرد متمتع ہو (تواس کا حکم اوپر گزر چکا) اور اگر عورت متمتع ہوتو اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو (یعنی بیوی) کومرد کے مابین السرة الی الرکبة (یعنی ناف سے لے کر گھٹنے تک کے حصہ) کو دیکھنا اس کو ہاتھ لگانا اس کا بوسہ لینا وغیرہ امور جائز ہیں لیکن یہ عورت کے لئے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی مابین السرة الی الرکبة (یعنی ناف اور گھٹنے کے درمیانہ کسی حصہ) سے مرد کے کسی عضو کومس کرے (یعنی چھوئے یا ملے)۔(ضمیمہ بہشتی زیور)

مسئلہ حیض ونفاس کی حالت میں عورت کی ناف اور رانوں کے درمیان کے جسم کو دیکھنا یا اس میں اپنے جسم کو ملانا جب کوئی کپڑا درمیان میں نہ ہواور صحبت کرنا حرام ہے۔

مسئلہ حیض ونفاس کی حالت میں عورت کا بوسہ لینا اور جھوٹا پانی وغیرہ پینا اور اس سے لپٹ کر سونا اور اس کی ناف کے اوپر اور رانوں کے نیچے کے جسم سے اپنے جسم کو ملانا اگر چہ کپڑا درمیان میں نہ ہواور ناف اور رانوں کے درمیان کپڑے کے ساتھ ملانا جائز ہے بلکہ حیض کی وجہ سے عورت سے الگ ہوکر سونا یا اس کے اختلاط (ملنے جلنے سے بچنا مکروہ ہے)۔(بہشتی گوہر)

متفرق ضروری مسائل

(۱) مسئلہ اگر حیض پورے دس دن گزرنے پر موقوف (ختم ہوا) ہوتو فوراً ہی صحبت کرنا درست ہے اور اگر دس دن سے پہلے حیض موقوف (ختم) ہو جائے مگر عادت کے موافق موقوف ہوتو صحبت اس وقت درست ہے جب کہ عورت یا تو غسل کرلے یا ایک نماز کا وقت ختم ہو جائے اور اگر دس دن سے پہلے موقوف ہواور ابھی عادت کے دن بھی نہیں گزرے۔مثلاً سات دن حیض آیا کرتا تھا۔اور چھ ہی دن میں موقوف ہوگیا تو عادت کے ایام گزرے بغیر صحبت درست

نہیں۔(بیان القرآن)

(۲) کسی کی عادت پانچ دن کی یا نو دن کی تھی سو جتنے دن کی عادت تھی اتنے ہی دن خون آیا پھر بند ہوگیا تو جب تک نہا نہ لے تب تک صحبت درست نہیں اگر غسل نہ کرے تو جب ایک نماز کا وقت گزر جائے تب صحبت درست ہے اس سے پہلے درست نہیں۔(بہشتی زیور)

(۳) اگر عادت پانچ دن کی تھی اور خون چار ہی دن میں بند ہوگیا تو نہا کے نماز پڑھنا واجب ہے لیکن جب تک پانچ دن پورے نہ ہولیں تب تک صحبت کرنا درست نہیں ہے (کیونکہ احتمال ہے) کہ شاید پھر خون آجائے۔

(۴) اور اگر پورے دس دن رات حیض آیا تو جب سے خون بند ہو جائے اس وقت سے صحبت کرنا درست ہے چاہے نہا چکی ہو یا ابھی نہ نہائی ہو۔

(۵) اگر ایک یا دو دن خون آ کر بند ہوگیا تو نہانا واجب نہیں ہے وضو کر کے نماز پڑھے لیکن ابھی صحبت کرنا درست نہیں ہے۔(بہشتی زیور)

حالت حیض میں بیوی سے جماع کرنے کا کفارہ

کفارہ وہ ہے جو ایسے امور میں بطور بدلہ و تاوان (جرمانہ) کے مقرر ہو جو اصل میں مباح (جائز) مگر کسی عارضی سبب سے حرام ہو جائیں جیسے رمضان اور حالت احرام اور (حالت حیض) میں جماع کرنا۔

کفارہ کے بارے میں شریعت کا یہی طریقہ ہے کہ جو امور مباح ہیں اور کسی عارضی امر سے حرام ہو جائیں (جیسے بیوی سے جماع کرنا جائز ہے لیکن حالت حیض میں گندگی کی وجہ سے ناجائز ہے) ان میں کفارہ ہے اور جو امر ہمیشہ حرام ہیں (جیسے زنا وغیرہ) ان میں حدود و تعزیرات (سزائیں) ہیں۔

کفارہ

عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِی الَّذِیْ یَاتِیْ اِمْرَأَتَهٗ وَهِیَ حَائِضٌ قَالَ یَتَصَدَّقُ بِدِیْنَارٍ اَوْبِنِصْفِ دِیْنَارٍ۔ (ابن ماجہ)

"اس شخص کے حق میں جو اپنی عورت سے حالت حیض میں جماع کرے نبی ﷺ نے فرمایا کہ ایک دینار یا آدھا دینار بطور کفارہ کے صدقہ دے دے۔" (المصالح العقلیہ

الاحکام النقلیہ)

اگر غلبہ شہوت سے حالت حیض میں صحبت ہوگئی تو خوب توبہ کرنا واجب ہے اور اگر کچھ خیرات بھی دے دے تو زیادہ بہتر ہے۔ (بیان القرآن بقرۃ)

حالت استحاضہ میں صحبت کرنے کا حکم

(شریعت میں استحاضہ بیماری کے خون کو کہتے ہیں جو) تین دن تین رات سے کم یا دس دن دس رات سے زیادہ آتا ہے دس دن سے جتنے دن زیادہ آیا ہے وہ استحاضہ ہے۔ (بہشتی زیور تغیر)

استحاضہ کا حکم ایسا ہے جیسے کسی کی نکسیر پھوٹے اور بند نہ ہو ایسی عورت نماز بھی پڑھے روزہ بھی رکھے اور اس سے صحبت کرنا بھی درست ہے۔ (بہشتی زیور)

حالت نفاس میں قریب ہونے کے احکام

بچہ پیدا ہونے کے بعد آگے کی راہ سے جو خون آتا ہے اس کو نفاس کہتے ہیں زیادہ سے زیادہ نفاس کے چالیس دن ہیں اور کم کی کوئی حد نہیں ہے۔ (بہشتی زیور)

اگر خون چالیس دن سے بڑھ گیا تو اگر پہلا ہی بچہ ہوا تو چالیس دن نفاس کے ہیں اور جتنا زیادہ آیا ہے وہ استحاضہ ہے اور اگر یہ پہلا بچہ نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے جن چکی ہے اور اس کی عادت معلوم ہے کہ اتنے دن نفاس آتا ہے تو جتنے دن نفاس کی عادت ہو اتنے دن نفاس کے ہیں اور جو اس سے زیادہ ہے وہ استحاضہ ہے اور اگر پورے چالیس دن پر خون بند ہوگیا (حالانکہ عادت مثلاً تیس دن کی تھی) تو یہ سب نفاس ہے (اور یہ سمجھا جائے گا کہ اس کی عادت بدل گئی)۔

حالت نفاس میں روزہ، نماز صحبت کرنے کے وہی مسئلے (احکام) ہیں جو اوپر (حیض کے بیان میں) گزر چکے ہیں۔ (بہشتی زیور)

جس عورت کے پہلا بچہ ہوا اور وہ چالیس دن سے کم میں پاک ہو جائے اس سے صحبت کرنا درست ہے

سوال: جس عورت کے اول مرتبہ بچہ پیدا ہوا ہے اور اس کو چار روز مثلاً نفاس کا خون آ کر بند

ہو گیا ہے اور ایک دن ایک رات بند رہا تو دوسرے روز شوہر کو اس سے وطی (صحبت کرنا) جائز ہے یا نہیں کیونکہ پہلا بچہ ہے عادت کا حال معلوم نہیں ہوسکتا یا شوہر کو چالیس روز کا انتظار کرنا ضروری ہے۔

الجواب: چونکہ حیض و نفاس کا حکم اس امر میں یکساں ہے۔ روایت مذکورہ سے معلوم ہوا ہے کہ صورت مسئولہ میں وطی (صحبت) جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ)

فصل: ۴

حالت حمل میں بیوی کے پاس جانے سے احتیاط

عورت ہر وقت اس قابل نہیں ہوتی کہ خاوند اس سے ہم بستر ہو سکے کیونکہ ایام حمل عورت کے لیے ایسے ہوتے ہیں خصوصاً اس کے پچھلے مہینے (یعنی شروع کے ایام) جن میں عورت کو اپنے اور اپنے جنین (پیٹ کے بچہ) کی صحت کے لیے ضروری ہے کہ وہ مرد کی صحبت سے پرہیز کرے اور یہ صورت کئی ماہ تک رہتی ہے پھر جب وضع حمل (ولادت) ہوتا ہے تو پھر بھی کچھ مدت عورت کو مرد کی صحبت سے پرہیز کرنا لازمی ہے۔

حالت حمل میں بیوی سے قریب ہونے کی ممانعت محض طبی ہے حالت حمل میں قریب ہونے کا نقصان

عورت کو جب حمل ٹھہر جائے تو جوش اور شہوت والا آدمی اگر اس عورت سے صحبت کرے گا تو جنین (بچہ) پر برا اثر پڑے گا اور حمل گر جانے کا اندیشہ ہے لہٰذا اس عورت کو آرام دے اور صحبت ترک کر دے۔

حاملہ کے ساتھ صحبت کی ممانعت کی وجہ ایک تو اسقاط حمل کا اندیشہ ہے دوسرے اس حمل سے جو اولاد پیدا ہوگی اس کے خلاف اطوار میں والدین کے شہوانی جوش مرکوز ہو کر بد اخلاقی پیدا کریں گے کیونکہ شہوت کے جوش کا اثر (جنین) بچہ پر ضرور پڑتا ہے اور وہ طبیعت میں فطری ہو جاتا ہے۔ (المصالح العقلیہ)

دودھ پلانے والی عورت سے صحبت کرنا

دودھ پلانے والی عورت سے صحبت کرنی (بعض اعتبار سے) بچہ کے لئے مضر ہے لیکن اطباء (ڈاکٹروں) نے اس امر کی اصلاح کے لئے بعض دواؤں کے ساتھ (تدبیر) بتلائی ہے لہٰذا یہ کام (مضر) نہ رہا۔

منع حمل کی تدبیر اختیار کرنا

سوال: بعض عورتیں جسم کی کمزور ہوتی ہیں اور بچے بہت جلد جلد ہوتے ہیں اس سے ان کی بھی تندرستی خراب ہو جاتی ہے اور وہ بچے بھی دودھ خراب ہونے سے دائم المرض ہو جاتے ہیں اس صورت میں منع حمل دوائی کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: آئندہ کے لئے حمل قرار نہ پانے کی تدبیر اختیار کرنا بلاعذر مذموم ہے مسئلہ ثانیہ (صورت مذکورہ) میں چونکہ عذر صحیح ہے اس لیے مانع حمل دوا کھانا جائز ہے (المصالح العقلیہ)۔ (امدادالفتاوی)

اسقاط حمل یعنی حمل گرانے کا حکم

بلاعذر اسقاط حمل ناجائز ہے (اگرچہ جان نہ پڑی ہو) اور عذر وضرورت سے جب تک کہ حمل میں جان نہ پڑی ہو جائز ہے اگر تحقیق فن سے حمل میں جان پڑنا محتمل ہو تب تو مطلقاً حمل گرانا حرام ہے اور موجب قتل نفس ذکیہ ہے۔ (یعنی قتل کا گناہ ہوگا) اگر جان پڑ جانے کے بعد اسقاط کیا تو اگر مردہ ہی گر گیا تو پانچ سو درہم ضمان لازم ہے اور وہ باپ کو ملے گا اور اگر زندہ ہو کر مر گیا تو پوری دیت یعنی خون بہا اور کفارہ قتل واجب ہے۔

(البتہ) اگر جان نہیں پڑی سو اگر کوئی عذر صحیح (شرعی) ہو تو اسقاط جائز ہے (یعنی) اگر اس عورت کو یا بچہ کو اس حمل سے کچھ نقصان ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں (اور عذر صحیح کا یہی مطلب ہے)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سب میں اشد (گناہ کبیرہ) حمل حیّ (یعنی زندہ حمل) کا اسقاط ہے اور اس سے کم حمل لاحی (جس میں جان نہ پڑی ہو) کا اور اس سے کم مانع حمل دواؤں کے استعمال کا البتہ عذر مقبول سے آخر کے دو امر یعنی مانع حمل تدبیر، جان پڑنے سے پہلے حمل کا اسقاط جائز ہے اور امر اول یعنی زندہ حمل کا اسقاط ہر حال میں حرام ہے۔ (امدادالفتاویٰ)

فصل: ۵

لواطت یعنی پیچھے کی راہ میں خواہش پوری کرنا

اس فعل (لواطت) کی خباثت عقلاً ونقلاً ہر طرح ثابت ہے اور طبیعت سلیمہ اس سے خود ہی انکار کرتی ہے اس فعل پر سوائے بدطینت آدمی کے اور کوئی سبقت (پیش قدمی) نہیں کرسکتا یہ بہت پرانا مرض ہے اور سب سے پہلے لوط علیہ السلام نے فرمایا: **اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا اَحَدٌ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ۔** (الکمال فی الدین ملحقہ دین ودنیا)

لوط علیہ السلام کو شہر سدوم میں رہنے اور اس شہر والوں کی ہدایت کا حکم ہوا تھا وہ لوگ لواطت کے عادی تھے جس کا ارتکاب ان سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔

لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کیا تم ایسا فحش کام کرتے ہو جس کو تم سے پہلے کسی نے دنیا والوں میں سے نہیں کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو؟ بلکہ تم حد ہی سے گزر گئے ہو پھر ہم نے لوط علیہ السلام اور ان کے متعلقین کو بچالیا سوائے ان کی بیوی کے پھر اور سب کو ہم نے ہلاک کردیا اور ہم نے ان پر خاص قسم کا یعنی پتھروں کا مینہ برسایا (یعنی پتھر کی بارش کی)۔

یہاں دو عذابوں کا ذکر ہے تختہ الٹ جانا (یعنی زمین کو الٹ دینا) اور پتھر برسانا یہ ظاہر ہے کہ پہلے زمین اٹھا کر الٹ دی گئی جب وہ نیچے کو گرے تو اوپر سے ان پر پتھراؤ کیا اور بعض لوگوں نے کہا کہ جو بستی میں تھے وہ الٹ دیئے گئے اور جو باہر ہوئے تھے ان پر پتھر برسے۔

سو دیکھو تو سہی ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا اگر غور سے دیکھے تو تعجب کرے گا اور سمجھے گا کہ نافرمانی کا کیا انجام ہوتا ہے بے شک اس واقعہ میں بھی (بڑی) عبرت ہے۔ (بیان القرآن ترجمہ تفسیر سورہ اعراف، شعراء، ہود ملتقطا)

اس وقت یہ مرض لوگوں میں شدت سے پھیل رہا ہے کوئی تو خاص اصل گناہ میں مبتلا ہے اور کوئی اس کے مقدمات میں یعنی اجنبی لڑکے یا اجنبی عورت پر (شہوت کے ساتھ) نظر کرنا۔

حدیث میں ہے **اَللِّسَانُ يَزْنِيْ وَزِنَاهُ النُّطْقِ وَالْقَلْبُ يَتَمَنّٰى وَيَشْتَهِيْ** اس میں ہاتھ لگانا بُری نگاہ سے دیکھنا سب داخل ہوگئے یہاں تک کہ جی خوش کرنے کے لئے حسین لڑکے

یا لڑکی سے باتیں کرنا یہ بھی زنا ولواطت میں داخل ہے اور دل کا زنا سوچنا ہے جس سے لذت حاصل ہو تو جیسے زنا میں تفصیل ہے ایسے ہی لواطت میں بھی ہے۔ (دعوات عبدیت)

اپنی عورت سے لواطت کرنا

پیچھے کے موقع میں اپنی بیوی سے بھی صحبت کرنا حرام ہے۔ (بیان القرآن)

بدفعلی اور لواطت یعنی پیچھے کی راہ میں خواہش پوری کرنے کی عادت ایسی عادت ہے جس سے نسل انسانی کی بیخ کنی ہوتی ہے اس طریقہ سے گویا انسان نظام الٰہی کو بگاڑ کر اس کے مخالف اور ناجائز وغلط طریقہ سے قضائے حاجت کرتا ہے اس وجہ سے ان افعال کا بُرا اور مذموم ہونا تو لوگوں کی طبیعتوں میں جم گیا ہے فاسق فاجر (جو لوگ) ایسے کام کرتے ہیں (وہ بھی) ان کے جواز کا اقرار نہیں کرتے اگر ان کی طرف ایسے افعال (بدعملی) کی نسبت کردی جائے تو شرم وحیا سے مرجانا گوارا کرتے ہیں جو لوگ فطرت کے سرچشمہ سے ہٹ گئے ہوں تو ان کو پھر کسی کی حیاء باقی نہیں رہتی ہے اور برملا (بے دریغ) وہ ایسے افعال عمل میں لاتے ہیں۔

اور لواطت (یعنی پیچھے کی راہ میں خواہش پوری کرنے والے پر) شریعت نے کوئی کفارہ مقرر ومشروع نہیں فرمایا اور کفارہ اس لئے مشروع نہیں ہوا کہ (یہ اتنا بڑا گناہ ہے) کہ اس جنس کے گناہوں میں کفارہ کا اثر نہیں ہوتا کفارہ کا اثر تو وہاں ہوتا ہے جو امر اصل میں مباح (جائز ہو) اور کسی عارضی سبب سے حرام ہو جائے مگر اس قسم کے گناہ فی نفسہ بڑے گناہ ہیں اس لئے ان میں سزا ہی ہے کفارہ نہیں۔ (المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ)

☆☆☆

باب:۲۴
فصل:۱
غسل و پاکی کا بیان
حالت حیض میں صحبت کے ممنوع اور ناپاکی کے بعد غسل واجب ہونے کی وجہ

حیض کے خون کو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں اذی یعنی گندگی فرمایا ہے پس جس گندگی سے بار بار جسم آلودہ ہو اس سے نفس انسانی ناپاک ہو جاتا ہے دوسرے خون کے جاری ہونے سے لطیف پٹھوں کو ضعف پہنچتا ہے (یعنی کمزوری آتی ہے) اور جب غسل کیا جائے تو ظاہری اور باطنی طہارت حاصل ہوتی ہے اور پٹھے تروتازہ ہو جاتے ہیں اور وہی قوت عود کر آتی ہے (یعنی لوٹ آتی ہے)۔

اس گندگی کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں عورت کی حالت حیض کے متعلق ارشاد فرمایا:

﴿فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ﴾

''یعنی حیض کے دنوں میں عورتوں سے الگ رہو اور ان کے نزدیک مت جاؤ یعنی ان سے صحبت نہ کرو جب تک کہ وہ حیض سے پاک نہ ہو جائیں۔'' (المصالح العقلیہ الاحکام النقلیہ)

منی خارج ہونے کے بعد غسل واجب ہونے کی حکمت

منی کے خارج ہونے سے غسل کا واجب ہونا شریعت اسلامیہ کی خوبیوں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و حکمت و مصلحت میں سے ہے کیونکہ منی سارے بدن سے نکلتی ہے اسی لیے خدا تعالیٰ نے منی کا نام سلالۃ رکھا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ﴾ (المؤمنون:۱۲)

یعنی ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ یعنی غذا سے بنایا یعنی اول مٹی ہوتی ہے پھر اس سے بذریعہ

نباتات کے غذا حاصل ہوتی ہے پھر ہم نے اس کو نطفہ (منی) سے بنایا۔ (بیان القرآن)

پس منی انسان کے سارے بدن کا ست (مغز و جوہر) ہوتا ہے جو بدن سے رواں ہو کر پشت کے راستے سے نیچے آتی ہے اور عضو تناسل سے خارج ہوتی ہے اس کے نکلنے سے بدن کو بہت (کمزوری) ضعف پہنچتا ہے اور منی کے نکلنے سے جسم کو بہت کمزوری لاحق ہوتی ہے اور پانی کے استعمال سے وہ کمزوری نہیں رہتی۔

نیز منی کے نکلنے سے بدن کے تمام مسامات (لطیف سوراخ) کھل جاتے ہیں اور کبھی ان سے پسینہ نکلتا ہے اور پسینہ کے ساتھ بدن کے اندرونی حصہ کے مواد (فضلات) بھی خارج ہوتے ہیں جو کہ مسامات پر آ کر ٹھہر جاتے ہیں اگر ان کو نہ دھویا جائے تو خطرناک امراض پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس لئے شریعت نے منی کے خارج ہونے کے بعد غسل کرنے کا حکم دیا۔ (المصالحہ العقلیہ)

صحبت سے فراغت کے بعد غسل جنابت کے واجب ہونے کا راز

جب انسان مجامعت (صحبت) سے فارغ ہوتا ہے تو اس کا دل انقباض اور تنگی کی حالت میں ہوتا ہے اور اس پر تنگی اور غم سا طاری ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو نہایت تنگی اور گھٹن میں پاتا ہے اور جب دونوں قسم کی نجاستیں دور ہو جاتی ہیں اور اپنے بدن کو ملتا اور غسل کرتا ہے اور اچھے کپڑے بدل کر خوشبو لگاتا ہے تب اس کی تنگی دور ہو جاتی ہے اس کے بعد رونق و خوشی معلوم ہوتی ہے پہلی حالت کو حدث اور دوسری کو طہارت کہتے ہیں (حدث ہی کا دوسرا نام جنابت ہے)۔

جنابت سے جسم میں گرانی و کاہلی اور کمزوری و غفلت پیدا ہو جاتی ہے اور غسل سے دل میں قوت و نشاط و سرور اور بدن میں تازگی پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غسل جنابت کے بعد میں ایسا معلوم ہوا کہ گویا اپنے اوپر سے ایک پہاڑ اتار دیا اور یہ ایسا امر (اور ایسی حقیقت ہے) جس کو ہر ایک سلیم طبع اور صحیح فطرت والا جانتا ہے۔

حاذق ماہر طبیبوں نے لکھا ہے کہ جماع کے بعد غسل کرنا بدن کی تحلیل شدہ قوتوں اور کمزوریوں کو لوٹا دیتی ہے اور غسل (غسل جنابت) جسم و روح کے لئے نہایت نافع اور مفید ہے اور جنابت میں رہنا اور غسل نہ کرنا جسم و روح کے لئے سخت مضر (نقصان دہ) ہے اس حکم کی خوبی پر عقل و فطرت سلیمہ کافی گواہ ہیں۔ (المصالح العقلیہ)

بعض دوسرے فوائد

جنابت سے انسان کو فرشتوں سے دوری پیدا ہوتی اور جب غسل کرتا ہے تو وہ دوری ہٹ جاتی ہے اس لئے بہت سے صحابہ کرام سے مروی ہے کہ جب انسان سوتا ہے تو اس کی روح آسمان کی طرف چڑھتی ہے اور پاک ہو تو اس کو سجدہ کرنے کا حکم ہوتا ہے اور اگر جنابت میں ہو تو اس کو سجدہ کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جنبی جب سونے لگے تو وضو کر لے۔

جماع میں تلذذ (لطف حاصل کرنا) ہوتا ہے اور اس سے ذکر الٰہی میں غفلت ضرور ہو جاتی ہے اس لئے بھی اس کی تلافی کے لئے غسل کیا جاتا ہے۔ (المصالح العقلیہ)

فصل ۲:

غسل کا محل و مقام اور اس کی ہیئت غسل کھڑے ہو کر کرے یا بیٹھ کر

غسل ایسی جگہ کرے جہاں اس کو کوئی نہ دیکھے اگر تنہائی کی جگہ ہو جہاں کوئی نہ دیکھ پائے تو ننگے نہانا بھی درست ہے چاہے کھڑے ہو کر نہائے یا بیٹھ کر اور چاہے غسل خانہ کی چھت پٹی ہو یا نہ پٹی ہو لیکن بیٹھ کر نہانا بہتر ہے کیونکہ اس میں پردہ زیادہ ہے اور ناف سے لے کر گھٹنے کے نیچے تک دوسری عورت کے سامنے بھی بدن کھولنا گناہ ہے اکثر عورتیں دوسری (عورت) کے سامنے بالکل ننگی ہو کر نہاتی ہیں یہ بڑی بُری اور بے غیرتی کی بات ہے۔ (بہشتی زیور)

سوال: عورتوں اور مردوں کے لئے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر غسل کرنے کا حکم یکساں ہے یا مختلف ہے حدیث سے حضور ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیٹھ کر غسل فرمانا معلوم ہوتا ہے۔

الجواب: (مرد و عورت دونوں کا) حکم یکساں ہے یعنی جائز تو دونوں ہیں (خواہ کھڑے ہو کر غسل کرے یا بیٹھ کر لیکن) قعود باعتبار اس کے کہ استر ہے افضل ہوگا (یعنی بیٹھ کر غسل کرنا افضل ہے کیونکہ اس میں ستر زیادہ ہوتا ہے)۔

مفسرین نے انی شئتم میں من قیام وقعود سے تعمیم کی ہے تو حالت غسل تو اس سے اہون

ہے یعنی جب بیوی سے صحبت بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر دونوں طرح جائز ہے تو غسل بھی دونوں طرح بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ مع حاشیہ)

مسئلہ: کسی پر غسل فرض ہو اور پردہ کی جگہ نہ ہو تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ مردوں کو مردوں کے سامنے ننگے ہو کر نہانا چاہیے اسی طرح عورت کو عورتوں کے سامنے بھی نہانا چاہیے اور مرد کو عورتوں کے سامنے اور عورتوں کا مردوں کے سامنے نہانا حرام ہے بلکہ (ایسی حالت میں بجائے غسل کرنے کے) تیمم کرے۔ (بہشتی گوہر)

غسل کرنے کا مسنون طریقہ

غسل کرنے والی کو چاہیے کہ پہلے گٹے تک دونوں ہاتھ دھوئے پھر استنجے کی جگہ (شرمگاہ) دھوئے ہاتھ اور استنجے کی جگہ پر نجاست ہو تب بھی اور نہ ہو تب بھی ہر حال میں ان دونوں کو پہلے دھونا چاہیے جہاں بدن پر نجاست لگی ہو اس کو پاک کرلے پھر وضو کرے اور اگر کسی چوکی یا پتھر پر غسل کرتی ہو (یعنی ایسی جگہ جہاں غسل کا پانی ٹھہرتا نہ ہو بلکہ سب بہہ جاتا ہو) تو وضو کرتے وقت پیر بھی دھولے اور اگر ایسی جگہ ہے کہ پیر بھر جائیں گے اور غسل کے بعد پھر دھونے پڑیں گے تو پورا وضو کرلے مگر پیر نہ دھوئے پھر وضو کے بعد تین مرتبہ اپنے سر پر پانی ڈالے پھر تین مرتبہ داہنے کندھے پر پھر تین مرتبہ بائیں کندھے پر پانی ڈالے اس طرح سے کہ سارے بدن پر پانی بہہ جائے پھر اس جگہ سے ہٹ کر پاک جگہ میں آئے اور پھر پیر دھوئے اور اگر وضو کرتے وقت پیر دھولئے ہوں تو اب دھونے کی ضرورت نہیں اور غسل کے وقت پہلے سارے بدن پر اچھی طرح ہاتھ پھیر لے تب پانی بہائے تا کہ سب جگہ پانی اچھی طرح پہنچ جائے کہیں سوکھا نہ رہے۔

(۱) اس طرح کلی کرنا کہ سارے منہ میں پانی پہنچ جائے۔

(۲) ناک میں پانی ڈالنا جہاں تک ناک نرم ہو۔

(۳) سارے بدن پر پانی پہنچانا۔ (بہشتی زیور)

غسل کے وقت ذکر یا دعا پڑھنا

جب سارے بدن پر پانی پڑ جائے اور کلی کرلے اور ناک میں پانی ڈال لے غسل ہو جائے گا چاہے غسل کرنے کا ارادہ ہو چاہے نہ ہو۔

اسی طرح غسل کرتے وقت کلمہ پڑھنا یا پڑھ کر پانی پر دم کرنا بھی ضروری نہیں چاہے کلمہ

پڑھے یا نہ پڑھے ہر حال میں آدمی پاک ہو جاتا ہے بلکہ نہاتے وقت کلمہ یا اور کوئی دعا نہ پڑھنا بہتر ہے (شریعت سے ایسے وقت میں کوئی چیز پڑھنا ثابت نہیں) اس لئے اس وقت کچھ نہ پڑھے۔

بحالت غسل باتیں کرنا

(غسل کرنے والے کو چاہیے کہ بغیر ضرورت کے) غسل کرتے وقت باتیں نہ کرے۔ (بہشتی زیور)

سوال: اغلاط العلوم میں نمبر ۸۳ پر یہ مسئلہ ہے کہ غسل خانہ و پاخانہ میں بات کرنے کو عوام ناجائز سمجھتے ہیں سو اسکی کچھ اصل نہیں البتہ بغیر ضرورت باتیں نہ کرے۔ (اغلاط العوام اور مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث ہے:

لَایَخْرُجَنَّ الرَّجُلَانِ یَضْرِبَانِ الْغَائِطَ کَاشِفَیْنِ عَنْ عَوْرَتِهِمَا یَتَحَدَّثَانِ فَإِنَّ اللّٰهَ یَمْقُتُ عَلٰی ذٰلِكَ

''اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کشف عورت (یعنی ستر کھلا ہونے کی حالت) میں بات چیت کرنے سے اللہ تعالیٰ غصہ ہوتے ہیں اور غسل بالخصوص پاخانہ میں کشف عورت (یعنی ستر کھولنا) لازمی ہے۔''

الجواب: اس حدیث کا مصداق (ومطلب) یہ ہے کہ دونوں بات کرنے والے اس طرح برہنہ (ننگے) ہوں کہ ایک دوسرے کو برہنہ دیکھتے ہوں ورنہ رجلان کی کیا تخصیص تھی اَلرَّجُلُ یَضْرِبُ الْغَائِطَ الخ عبارت ہوتی وَاِذَا لَیْسَ فَلَیْسَ۔ (امداد الفتاویٰ)

خلاصہ یہ کہ بلا ضرورت بات نہ کرے اور ضرورت ہو تو بات کر سکتا ہے۔

غسل کے وقت عورت کو شرمگاہ کے ظاہری حصہ کو دھونا کافی ہے

سوال: غسل کے وقت عورت کو اپنے اندام نہانی (شرمگاہ کا اندرونی حصہ) کو انگلی کے ذریعہ تین مرتبہ پاک کرنا فرض ہے یا سنت؟ اور اس طرح پاک کئے بغیر غسل جائز ہو سکتا ہے یا نہیں بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اگر غسل کرنے سے پہلے اندام نہانی (شرمگاہ) کو انگلی کے ذریعہ تین مرتبہ پاک نہ کیا جائے غسل نہ ہوگا ان کا یہ فرمانا صحیح ہے یا غلط؟

الجواب: ایسا کرنا نہ فرض ہے نہ سنت اور اس کو ضروری کہنا غلط ہے:

في الدر المختار وَلَا تُدْخِلُ اِصْبَعَهَا فِيْ قُبُلِهَا وَبِهٖ يُفْتٰى۔
''یعنی عورت اپنی شرمگاہ میں انگلی داخل نہ کرے گی اسی پر فتویٰ ہے۔'' (امداد الفتاویٰ)

غسل میں عورت کو سر کے بال کھولنا ضروری نہیں

اگر سر کے بال گندھے ہوئے نہ ہوں (یعنی چوٹی نہ بندھی ہو) تو سب بال بھگونا اور ساری جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے ایک بال بھی سوکھا رہ گیا یا ایک بال کی جڑ میں پانی نہ پہنچا تو غسل نہ ہوگا اور اگر بال گندھے ہوئے ہوں تو بالوں کو بھگونا معاف ہے البتہ سب جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے ایک جڑ بھی سوکھی نہ رہنے پائے اور اگر بغیر کھولے سب جڑوں میں پانی نہ پہنچ سکے تو کھول ڈالے اور بالوں کو بھی بھگو دے۔ (بہشتی زیور)

سوال: جس وقت نہانا ہو اس وقت عورت کے بال کھلے ہوئے تھے پھر گوندھ لئے (یعنی چوٹی کر لی) اس صورت میں تو نہاتے وقت صرف جڑوں کا تر کرنا کافی نہ ہوگا اور چوٹی کھول کر نہانا واجب ہوگا نیز حیض سے نہاتے وقت بھی بال کی جڑوں کا تر کر لینا اور بالوں کو بھگونا بھی غالباً کافی ہے غسل جنابت میں اس میں غالباً کوئی فرق نہیں صحیح شرعی حکم کیا ہے:

الجواب:

في الهداية وَ لَيْسَ عَلَى الْمَرْاَةِ اَنْ تَنْقُضَ ضَفَائِرَ هَا فِي الْغُسْلِ اِذَا بَلَغَ الْمَاءُ اُصُوْلَ الشَّعْرِ۔

''اس سے دو امر معلوم ہوئے ایک یہ کہ غسل کے وقت اگر بال مضفور ہوں (یعنی بال گندھے ہوئے ہوں چوٹی کی ہوئی ہو) تو کھولنا واجب نہیں خواہ حدث کے وقت (جب غسل واجب ہوا ہے) مضفور (کھولے ہوئے) ہوں یا نہ ہوں دوسرے (یہ معلوم ہوا کہ) مطلق غسل کا یہ حکم ہے خواہ وہ غسل جنابت ہو یا غسل حیض ہو۔'' (امداد الفتاوی)

چند ضروری ہدایات و آداب

(۱) غسل کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرے۔

(۲) پانی بہت زیادہ نہ پھینکے اور نہ بہت کم لے کہ اچھی طرح غسل نہ کر سکے۔

(۳) غسل کے بعد کسی کپڑے سے اپنا بدن پونچھ ڈالے اور بدن ڈھکنے میں بہت جلدی کرے یہاں تک کہ اگر وضو کرتے وقت پیر نہ دھوئے ہوں تو غسل کی جگہ سے ہٹ کر پہلے اپنا بدن ڈھکے

پھر دونوں پیر دھوئے۔

(۴) نتھ اور بالیوں اور انگوٹھی چھلوں کو خوب ہلا لے تا کہ پانی سوراخوں میں پہنچ جائے اور اگر بالیاں نہ پہنے ہوتب بھی قصد کر کے سوراخوں میں پانی ڈال لے ایسا نہ ہو کہ پانی نہ پہنچے اور غسل صحیح نہ ہو البتہ انگوٹھی چھلے ڈھیلے ہوں کہ بے ہلائے بھی پانی پہنچ جائے تو ہلانا واجب نہیں لیکن ہلا لینا مستحب اب بھی ہے۔ (بہشتی زیور)

فصل:۱

جن صورتوں میں غسل واجب ہوتا ہے

چند ضروری اصطلاحات

جوانی کے جوش کے وقت اول اول (شروع شروع) میں جو پانی نکلتا ہے اس کے نکلنے سے جوش زیادہ ہو جاتا ہے کم نہیں ہوتا اس کو مذی کہتے ہیں اور خوب مزہ آ کر جب جی بھر جاتا ہے اس وقت جو نکلتا ہے اس کو منی کہتے ہیں اور ان دونوں کی پہچان یہی ہے کہ منی نکلنے کے بعد جی بھر جاتا ہے اور جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے اور مذی نکلنے سے جوش کم نہیں ہوتا بلکہ زیادہ ہو جاتا ہے اور مذی پتلی ہوتی ہے اور منی گاڑھی ہوتی ہے۔

مذی نکلنے سے غسل واجب نہیں البتہ وضوٹوٹ جاتا ہے (اور منی کے نکلنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے)۔

(۱) سوتے جاگتے میں جب جوانی کے جوش کے ساتھ منی نکل آئے تو غسل واجب ہو جاتا ہے چاہے مرد یا عورت کے ہاتھ لگانے سے نکلے یا محض خیال اور دھیان کرنے سے نکلے یا کسی اور طرح سے نکلے ہر حال میں غسل واجب ہو جاتا ہے۔

ودی (عموماً) پیشاب کے بعد نکلتی ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بغیر پیشاب کے نہیں نکلتی اور نہ یہ لازم آتا ہے کہ پیشاب کے بعد فوراً نکلتی ہو۔ (امداد الفتاویٰ)

(۲) جب مرد کے پیشاب کے مقام کی سپاری اندر چلی جائے اور چھپ جائے تو بھی غسل واجب ہو جاتا ہے چاہے منی نکلے یا نہ نکلے مرد کی سپاری آگے کی راہ میں گئی ہو تو بھی غسل واجب ہو جاتا ہے چاہے کچھ بھی نہ نکلا ہو اور اگر پیچھے کی راہ میں گئی ہو تب بھی غسل واجب ہے لیکن پیچھے

کی راہ میں کرنا اور کرانا بڑا گناہ ہے۔

(۳) جو خون آگے کی راہ سے (عورت کو) ہر مہینے آیا کرتا ہے اس کو حیض کہتے ہیں جب یہ خون بند ہو جائے تو غسل کرنا واجب ہے اور جو خون بچہ پیدا ہونے کے بعد آتا ہے اس کو نفاس کہتے ہیں اس کے بند ہونے پر بھی غسل کرنا واجب ہے۔

خلاصہ یہ کہ چار چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے:

(۱) جوش کے ساتھ منی کا نکلنا (۲) مرد کی سپاری کا اندر چلا جانا (۳) حیض

(۴) اور نفاس کے خون کا بند ہو جانا۔ (بہشتی زیور)

حدث اکبر یعنی غسل فرض ہونے کے چار اسباب ہیں۔

(۱) پہلا سبب منی کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جسم سے باہر نکلنا خواہ سوتے میں یا جاگتے میں بے ہوشی میں یا ہوش میں جماع سے یا بغیر جماع کے کسی خیال وتصور سے یا خاص حصہ کو حرکت دینے سے یا اور کسی طرح سے۔

(۲) دوسرا سبب کسی باشہوت مرد کے مشترکہ حصہ میں داخل ہونا خواہ وہ مرد ہو یا عورت یا خنثی اور خواہ منی گرے یا نہ گرے اگر دونوں بالغ ہیں تو دونوں پر واجب ہے ورنہ جس میں شرط پائی جائے (یعنی جو بالغ ہو) اس پر غسل فرض ہو جائے گا۔

(۳) تیسرا سبب حیض سے پاک ہونا ہے۔

(۴) چوتھا سبب نفاس سے پاک ہونا۔ (بہشتی زیور)

مسئلہ: اگر کوئی عورت شہوت کے غلبہ سے اپنے خاص حصہ میں (یعنی شرمگاہ میں) کسی لکڑی وغیرہ کو یا اپنی انگلی کو داخل کرے تب بھی اس پر غسل فرض ہو جائے گا۔ (بہشتی زیور)

چند ضروری مسائل

(۱) چھوٹی (نابالغہ) لڑکی سے اگر کسی مرد نے صحبت کی جو ابھی جوان نہیں ہوئی تو اس پر غسل واجب نہیں لیکن عادت ڈالنے کے لئے اس سے غسل کرانا چاہیے۔ (لیکن مرد پر غسل واجب ہوگا)

(۲) اگر تھوڑی سے منی نکلی اور غسل کر لیا پھر نہانے کے بعد اور منی نکل آئی تو پھر نہانا واجب ہے۔

(۳) اور اگر نہانے کے بعد شوہر کی منی نکلی جو عورت کے اندر تھی تو غسل درست ہو گیا پھر سے نہانا واجب نہیں۔ (بہشتی زیور)

سوال (۴): کوئی شخص اپنی بیوی سے ہم بستر ہوا یعنی صحبت کی اور وہ پیشاب وغیرہ بھی کر لے اور اس نے خوب غسل کیا اور جب نماز شروع کرنے لگا تب مذی یا منی کا قطرہ آ گیا اب وہ پھر سے غسل کرے یا نہیں؟

الجواب: اگر اس وقت عضو تناسل منتشر نہ ہو تو دوبارہ غسل واجب نہیں اور اگر منتشر ہو (یعنی قائم ہو) اور شہوت بھی ہو تو غسل واجب ہوا۔ (امداد الفتاویٰ)

(۵) اگر کسی کے خاص حصہ سے کچھ منی نکلی اور اس نے غسل کر لیا اور غسل کے بعد بغیر شہوت کے کچھ نکلی تو اس صورت میں پہلا غسل باطل ہو جائے گا دوبارہ غسل فرض ہے بشرطیکہ یہ باقی منی سونے اور پیشاب کرنے اور چالیس قدم یا اس سے زائد چلنے سے پہلے نکلے مگر اس باقی منی کے نکلنے سے پہلے اگر نماز پڑھی لی جائے تو وہ صحیح رہے گی اس کا اعادہ لازم نہیں۔

(۶) پیشاب کے بعد منی نکلے تو اس پر بھی غسل فرض ہے بشرطیکہ شہوت کے ساتھ۔ (بہشتی زیور)

جن صورتوں میں غسل فرض نہیں

(۱) منی اگر اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا نہ ہو تو اگرچہ باہر نکل آئے غسل فرض نہ ہوگا۔ مثلاً کسی شخص نے کوئی بوجھ اٹھایا یا اونچے سے گر پڑا یا کسی نے اس کو مارا اور صدمہ سے اس کی منی بغیر شہوت کے نکل آئی تو غسل فرض نہ ہوگا۔

(۲) اگر کوئی مرد اپنے خاص حصہ میں کپڑا لپیٹ کر جماع کرے تو غسل فرض نہ ہوگا بشرطیکہ کپڑا اس قدر موٹا ہو کہ جس کی حرارت اور جماع کی لذت اس کی وجہ سے محسوس نہ ہو مگر احوط یہ ہے کہ حرارت حشفہ سے غسل واجب ہو جائے گا۔

(۳) اگر کوئی مرد اپنے خاص حصہ کو حشفہ کے سر کی مقدار سے کم داخل کرے تب بھی غسل فرض نہ ہوگا۔

(۴) مذی اور ودی کے نکلنے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

(۵) استحاضہ سے غسل فرض نہ ہوگا

(۶) جس شخص کو منی جاری رہنے کا مرض ہو تو اس کے اوپر اس منی کے نکلنے سے غسل فرض نہ ہوگا۔ (بہشتی زیور)

احتلام کے مسائل

(۱) اگر آنکھ کھلی اور کپڑے یا بدن پر منی لگی ہوئی دیکھی تو بھی غسل کرنا واجب ہے چاہے سوتے میں کوئی خواب دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو۔

(۲) سوتے میں مرد کے پاس (یا عورت کے پاس) رہنے اور صحبت کرنے کا خواب دیکھا اور مزہ بھی آیا لیکن آنکھ کھلی تو دیکھا کہ منی نہیں نکلی تو اس پر غسل واجب نہیں ہے البتہ اگر منی نکل آئی ہو تو غسل واجب ہے اور اگر کپڑے یا بدن پر کچھ بھیگا بھیگا معلوم ہوا لیکن یہ خیال ہوا کہ یہ مذی ہے منی نہیں ہے تب بھی غسل کرنا واجب ہے۔

(۳) میاں بیوی دونوں ایک پلنگ پر سو رہے تھے جب اٹھے تو چادر پر منی کا دھبہ دیکھا اور سوتے میں خواب دیکھنا نہ مرد کو یاد ہے نہ عورت کو تو دونوں نہالیں کیونکہ معلوم نہیں یہ کس کی منی ہے۔

(۴) بیماری کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے آپ ہی آپ منی نکلی مگر جوش اور خواہش بالکل نہیں تھی تو غسل واجب نہیں البتہ وضو ٹوٹ جائے گا۔ (بہشتی زیور)

پانی کی طرح رقیق منی اور مذی کا حکم

سوال: ایک شخص کی منی بہت ہی رقیق (پتلی) ہے۔ اور اپنی بیوی سے تفریح کے وقت اس کی منی بدون جب (جنبش اور سخت حرکت) کے خارج ہو جاتی ہے تو کیا یہ شخص بغیر غسل کے اپنی نمازیں پڑھ سکتا ہے یا غسل واجب ہے۔

الجواب: غسل واجب ہے۔ (درمختار)

سوال: اس زمانہ میں طبیعتوں کے ضعف کی وجہ سے منی بہت (رقیق پتلی) ہوتی ہے اگر کپڑے پر لگ کر سوکھ جائے تو رگڑنے کھرچنے سے پاک ہو جائے گا یا دھونے کی ضرورت ہے اور مذی کپڑے میں لگ جائے تو رگڑنا کافی ہے یا دھونا لازم ہے؟

الجواب: درمختار کی روایت اولیٰ سے معلوم ہوا کہ رقیق منی رگڑنے سے پاک نہ ہوگی اور روایت ثانیہ سے معلوم ہوا کہ مذی کا دھونا مطلقاً (ہر حال میں) واجب ہے۔ (امداد الفتاویٰ)

فصل:۴

جن لوگوں پر غسل واجب ہے ان کیلئے چند ضروری احکام

(۱) جن کو نہانے کی ضرورت ہے ان کو کلام مجید کا چھونا اور اس کا پڑھنا اور مسجد میں جانا جائز نہیں۔

(۲) اور اللہ تعالیٰ کا نام لینا اور کلمہ پڑھنا درود شریف پڑھنا جائز ہے۔

(۳) تفسیر کی کتابوں کو بے نہائے (یعنی ناپاکی کی حالت میں) اور بے وضو چھونا مکروہ ہے اور ترجمہ دار قرآن کو چھونا حرام ہے۔ (بہشتی زیور)

(۴) جو عورت حیض سے ہو یا نفاس سے ہو اور جس پر نہانا واجب ہو (یعنی جو جنبی ہو) اس کو مسجد میں جانا اور کعبہ شریف کا طواف کرنا اور کلام مجید کا پڑھنا اور کلام مجید کا چھونا درست نہیں۔

(۵) اگر کلام مجید جزدان میں یا رومال میں لپٹا ہو تو اس حال میں قرآن مجید کا چھونا اور اٹھانا درست ہے۔

(۶) کرتہ کے دامن سے اور (اوڑھے ہوئے) دوپٹہ سے بھی قرآن مجید کو پکڑنا اور اٹھانا درست نہیں البتہ بدن سے الگ کوئی کپڑا ہو جیسے رومال وغیرہ اس سے پکڑ کر اٹھانا جائز ہے۔

(۷) اگر الحمد کی پوری سورۃ دعا کی نیت سے پڑھے یا اور دعائیں جو قرآن میں آئی ہیں ان کو دعا کی نیت سے پڑھے تلاوت کی نیت سے نہ پڑھے تو درست ہے اس میں کچھ گناہ نہیں دعا قنوت کا پڑھنا بھی درست ہے۔

(۸) کلمہ، درود شریف، استغفار پڑھنا اللہ تعالیٰ کا نام لینا اور کوئی وظیفہ پڑھنا سب درست ہے۔

(۹) اگر کوئی عورت لڑکیوں کو قرآن شریف پڑھاتی ہو تو ایسی حالت میں ہجے لگوانا درست ہے اور رواں پڑھاتے وقت پوری آیت نہ پڑھے بلکہ ایک ایک دو دو لفظ کے بعد سانس توڑ دے اور کاٹ کاٹ کر آیت کہلا دے۔ (بہشتی زیور)

(۱۰) حیض کے زمانہ میں مستحب ہے کہ نماز کے وقت وضو کر کے کسی پاک جگہ تھوڑی دیر بیٹھ کر اللہ اللہ کر لیا کرے تا کہ نماز کی عادت چھوٹ نہ جائے۔ (بہشتی زیور)

خلاصہ احکام

(۱) جنبی اور حیض والی عورتوں کو قرآن پڑھنا جائز نہیں اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ایک آیت تامہ (پوری آیت کا پڑھنا) جائز نہیں۔

(۲) احادیث کا پڑھنا جائز ہے اس میں بھی اختلاف نہیں۔

(۳) ایک آیت سے کم پڑھنا بعض علماو فقہا کے نزدیک جائز نہیں۔

(۴) اگر قرآن شریف تلاوت کے قصد سے نہ پڑھا جائے بلکہ دعا کے ارادہ سے پڑھا جائے جبکہ (بشرطیکہ) اس میں دعا کے معنی ہوں تو اکثر (علما) کے نزدیک جائز ہے بعض نے اس پر فتوی نہیں دیا۔

(۵) قربات عنداللہ کی ادعیہ قرآنیہ وحدیثیہ (یعنی قرآن و حدیث کی دعاؤں) کا حیض والی عورت کو پڑھنا جائز ہے اور قرآن کی دعاؤں میں یہ قید ہے کہ دعا کی نیت سے پڑھے قرآن کی نیت سے نہ پڑھے اور جہاں اس احتیاط کی توقع نہ ہو وہاں منع کرنے ہی سے احتیاط وتقویٰ ہے۔

جنبی اور حائض کے احکام میں کچھ فرق نہیں اس لئے یہ احکام دونوں کے لئے مشترک ہیں۔ (امدادالفتاویٰ)

جنابت یعنی غسل واجب ہونے کی حالت میں ناخن اور بال کٹوانا مکروہ ہے

سوال: بحالت جنابت خط بنوانا' بال کتروانا' ناخن ترشوانا' جائز ہے یا نہیں اور یہ قول کہ ایسی حالت میں غسل سے پہلے بالوں یا ناخنوں کے جدا کرنے سے بال اور ناخن جنبی رہیں گے اور قیامت کے روز فریاد کریں گے کہ ہم کو جنبی چھوڑا گیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: فی رسالته هدایته النور لمولنا سعدالله درمطالب المومنین فی آردسترون و تراشیدن موئے وگرفتن ناخنارا حالت جنابت کراہت ست اھ۔

اس سے امر مسئول عنہ کی کراہت معلوم ہوئی۔ یعنی (بحالت جنابت) بال کتروانا کٹوانا اور ناخن تراشنا مکروہ ہے باقی اسکے متعلق جو نقل کیا گیا ہے کہیں نظر سے نہیں گزرا اور ظاہرا صحیح بھی نہیں۔ (امدادالفتاویٰ)

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں اس کی کراہت کی تصریح موجود ہے اور اس کی بھی تصریح ہے کہ بحالت جنابت جن بالوں کو کاٹا جائے گا قیامت کے روز اللہ سے وہ بال شکوہ کریں گے۔

وَيُكْرَهُ قَصُّ الْاَظْفَارِ فِيْ حَالَةِ الْجَنَابَةِ وَكَذَا اِزَالَةُ الشَّعْرِ لِمَارُوِيَ خَالِدٌ مَرْفُوْعًا مَنْ تَنَوَّرَ قَبْلَ اَنْ يَّغْتَسِلَ جَائَتْهُ كُلُّ شَعْرَةٍ فَتَقُوْلُ يَارَبِّ يَارَبِّ سَلْهُ لِمَ ضَيَّعَ وَلَمْ يَغْسُلْنِيْ كَذَا فِيْ شَرْحِ شِرْعَةِ الْاِسْلَامِ عَنْ مَجْمَعِ الْفَتَاوٰى

(طحطاوی علی مراقی الفلاح باب الجمعة تکمیل)

غسل کرنے کی وجہ سے اگر بیماری کا خطرہ ہو

(۱) اگر بیماری کی وجہ سے پانی نقصان کرتا ہو کہ اگر وضو یا غسل کرے گی تو بیماری بڑھ جائے گی یا دیر میں اچھی ہوگی تو غسل کی بجائے تیمّم کرنا درست ہے لیکن اگر ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہو اور گرم پانی نقصان نہ کرے تو گرم پانی سے غسل کرنا واجب ہے البتہ اگر ایسی جگہ ہے کہ گرم پانی نہیں مل سکتا تو تیمّم کرنا درست ہے۔

(۲) جس طرح وضو کی جگہ تیمّم درست ہے اسی طرح غسل کی جگہ بھی مجبوری کے وقت تیمّم درست ہے ایسے ہی جو عورت حیض اور نفاس سے پاک ہوئی ہو مجبوری کے وقت اس کو بھی تیمّم درست ہے وضو اور غسل کے تیمّم میں کوئی فرق نہیں دونوں کا ایک ہی طریقہ ہے۔

(۳) تیمّم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ پاک زمین پر مارے اور سارے منہ کو مل لے پھر دوسری مرتبہ زمین پر دونوں ہاتھ مارے اور دونوں ہاتھوں پر کہنی سمیت ملے چوڑیاں کنگن وغیرہ کے درمیان اچھی طرح ملے اگر اس کے گمان میں ناخن برابر کوئی جگہ چھوٹ جائے گی تو تیمّم نہ ہوگا انگوٹھی چھلے اتار ڈالے تا کہ کوئی جگہ چھوٹ نہ جائے انگلیوں میں خلال کرلے جب یہ دونوں چیزیں کرلے تو تیمّم ہوگیا مٹی پر ہاتھ مار کر ہاتھ جھاڑ ڈالے تا کہ منہ پر مٹی نہ لگ جائے۔

(۴) اگر غسل کرنا نقصان کرتا ہو اور وضو نقصان نہ کرے تو غسل کی جگہ تیمّم کرلے اور وضو کرلے اور اگر کسی کو نہانے کی بھی ضرورت ہے اور وضو بھی نہیں ہے اور وضو کرنے سے بھی وہ معذور ہے تو ایک ہی تیمّم کرلے دونوں کے لئے الگ الگ تیمّم کرنے کی ضرورت نہیں۔ (بہشتی زیور)

بحالت سفر ریل میں تیمّم جنابت درست ہے یا نہیں

سوال: ریل وغیرہ کے سفر میں کہیں غسل کی ضرورت ہوجائے اور پانی نہ ملے تو تیمّم کرکے نماز ادا کر سکتا ہے یا نہیں اسٹیشن پر اگرچہ پانی ہر جگہ بکثرت مل سکتا ہے لیکن ریل میں غسل کرنا

مشکل ہے تو تیمّم کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: اسٹیشن پر غسل کرنا مشکل نہیں لنگی باندھ کر پلیٹ فارم پر بیٹھ کر سقہ (پانی والے) کو پیسے دے کر کہہ دے کہ مشک سے پانی چھوڑ دے اور اس کے قبل ٹانگیں وغیرہ ریل میں پاخانہ یا غسل خانہ میں جاکر پاک کر لے یا برتن میں پانی لے کر اگر نل میں پانی موجود ہو تو اس سے پاخانہ یا غسل خانہ میں غسل ممکن ہے ہمت کی ضرورت ہے ایسی حالت میں تیمّم درست نہیں۔

(امداد الفتاویٰ)

فصل: ۵

سیلان الرحم (لیکوریا) کا شرعی حکم

سوال: اکثر عورتوں کو سفید رطوبت (پانی کی تری) ہمیشہ جاری رہتی ہے کیا وہ پاک ہے یا ناپاک؟ اور ایسی حالت میں نماز جائز ہے یا نہیں اور بحالت اخراج (یعنی اس کے نکلنے سے) وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

الجواب: یہاں تین موقع ہیں (جہاں سے رطوبت بہتی ہے) اور ہر جگہ رطوبت کا حکم جدا ہے۔

(۱) ایک موقع فرج خارج کا ہے (یعنی شرمگاہ کا ظاہر حصہ) اس کی رطوبت (تری) درحقیقت پسینہ ہے اور وہ پاک ہے۔

(۲) ایک موقع فرج داخل کے باطن یعنی اس سے آگے کا ہے یعنی رحم کا اس کی رطوبت (تری) مذی یا مذی کے مثل ہے اور وہ نجس ہے۔

(۳) اور ایک موقع خود فرج داخل (اندرونی شرمگاہ کا) ہے اس کی رطوبت (تری) میں تردد ہے کہ وہ پسینہ ہے یا مذی اس لئے اس کی نجاست میں اختلاف ہے اور احتیاط اس کے نجس کہنے میں ہے۔

خلاصہ یہ کہ

(۱) فرج خارج جس کا دھونا غسل میں فرض ہے اس کی رطوبت پاک ہے۔

(۲) فرج داخل (یعنی شرمگاہ کا اندرونی حصہ) جس کا دھونا غسل میں فرض نہیں اس کی رطوبت

میں اختلاف ہے اور احتیاط نجاست میں ہے۔

(۳) نہ فرج داخل نہ فرج خارج بلکہ فرج داخل (اندرونی حصہ) سے بھی (آگے یعنی رحم) اس کی رطوبت نجاست ہے۔

حاصل یہ کہ یہاں تین مواقع ہیں اور ہر موقع کی رطوبت کا جدا حکم ہے۔ فرج خارج (ظاہری شرمگاہ) کی رطوبت طاہر (پاک) ہے اور فرج داخل کے باطن یعنی رحم کی رطوبت نجس ہے اور خود فرج داخل کی رطوبت مختلف فیہ ہے۔ امام صاحب کے نزدیک طاہر اور صاحبین کے نزدیک نجس ہے۔

سوال میں جس رطوبت کا ذکر ہے (جو عموماً عورتوں کو شکایت ہوا کرتی ہے) وہ قسم دوم ہے اس لئے نجس ہے۔

البتہ اگر محقق اور یقینی طور سے معلوم ہو جائے کہ یہ رطوبت قسم اول ہے تو طاہر ہے یا قسم سوم ہے تو احتیاطاً نجس ہے اور جو وہ ناقص وضو ہے البتہ اگر ہر وقت جاری رہے اس کا حکم معذور کا سا ہے۔ (امداد الفتاویٰ)

خلاصہ بحث

خلاصہ بحث یہ ہے کہ جو رطوبت بہتی ہے وہ خواہ کوئی ہو ناقض وضو ہو اور ناپاک ہے لہٰذا بعض عورتوں کو اکثر اوقات جو سفیدی بہتی رہتی ہے وہ ناپاک ہے اور ناقض وضو ہے وہ جو بہہ کر فرج خارج (شرمگاہ کے ظاہری حصہ) تک نکل آئے وضو ٹوٹ جائے گا اور فرج داخل (شرمگاہ کے اندرونی حصہ) کی جس رطوبت میں امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف ہوا ہے وہ خود سے باہر آتی ہی نہیں لیکن اگر یہ رطوبت (سفیدی) ہر وقت بہتی رہتی ہو تو وہ عورت معذور ہے۔ (امداد الفتاویٰ)

معذور کی تعریف اور اس کا حکم

(۱) جس کو ایسا کوئی زخم ہے کہ برابر بہتا رہتا ہے کوئی ساعت بند نہیں ہوتا (لیکوریا سیلان الرحم کی بیماری ہے کہ ہر وقت رطوبت جاری رہتی ہے) یا کسی کو پیشاب کی بیماری کہ ہر وقت قطرہ آتا

رہتا ہے اتنا وقت نہیں ملتا کہ طہارت سے نماز پڑھ سکے تو ایسے شخص کو معذور کہتے ہیں۔

(۲) آدمی معذور جب بنتا ہے کہ پورا ایک وقت (نماز کا) اسی طرح گزر جائے کہ خون (یا جو بھی شکایت ہو) برابر بہا کرے اور اتنا بھی وقت نہ ملے کہ اس وقت کی نماز طہارت سے بھی پڑھ سکتی ہے تو اس کو معذور کہیں گے البتہ جب پورا ایک وقت اسی طرح گزر گیا کہ اس کو طہارت سے نماز پڑھنے کا موقع نہیں ملا تو اب یہ معذور ہوگئی اب اس کا وہی حکم ہے کہ ہر وقت نیا وضو کرلیا کرے پھر جب دوسرا وقت آئے تو اس میں خون بہنا شرط نہیں بلکہ وقت بھر میں اگر ایک دفعہ بھی آ جایا کرے اور سارے وقت بند رہے تو بھی معذوری باقی رہے گی ہاں اگر اس کے بعد ایک پورا وقت ایسا گزر جائے کہ جس میں خون بالکل نہ آئے تو اب معذوری نہیں رہی۔

(۳) معذور کا حکم یہ ہے کہ ہر نماز کے وقت وضو کرلیا کرے جب تک وہ وقت رہے گا تب تک اس کا وضو باقی رہے گا البتہ جس بیماری میں مبتلا ہے اس کے علاوہ اگر کوئی اور بات ایسی پائی جائے جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو وضو جاتا رہے گا اور پھر سے کرنا پڑے گا جب یہ وقت چلا گیا دوسری نماز کا وقت آ گیا تو اب دوسرے وقت دوسرا وضو کرنا چاہیے اسی طرح ہر نماز کے وقت وضو کرلیا کرے اور اس وضو سے فرض نفل جو نماز چاہے پڑھے فقط۔ (بہشتی زیور)

...... تمت بالخیر ......